بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadr.in

جلد 73

ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 31-32

شرح چندہ سالانہ 850 روپے

بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈیا 80 ڈالرامریکن یا 60 یورو

25 محرم-2 صفر 1446 ہجری قمری ● 01-08 ظہور 1403 ہجری شمسی ● 01-08 اگست 2024ء

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۵۷﴾

(سورۃ الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 2 راگست 2024 کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو۔کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

سیرۃ النبیؐ نمبر

بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جنکے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخّر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

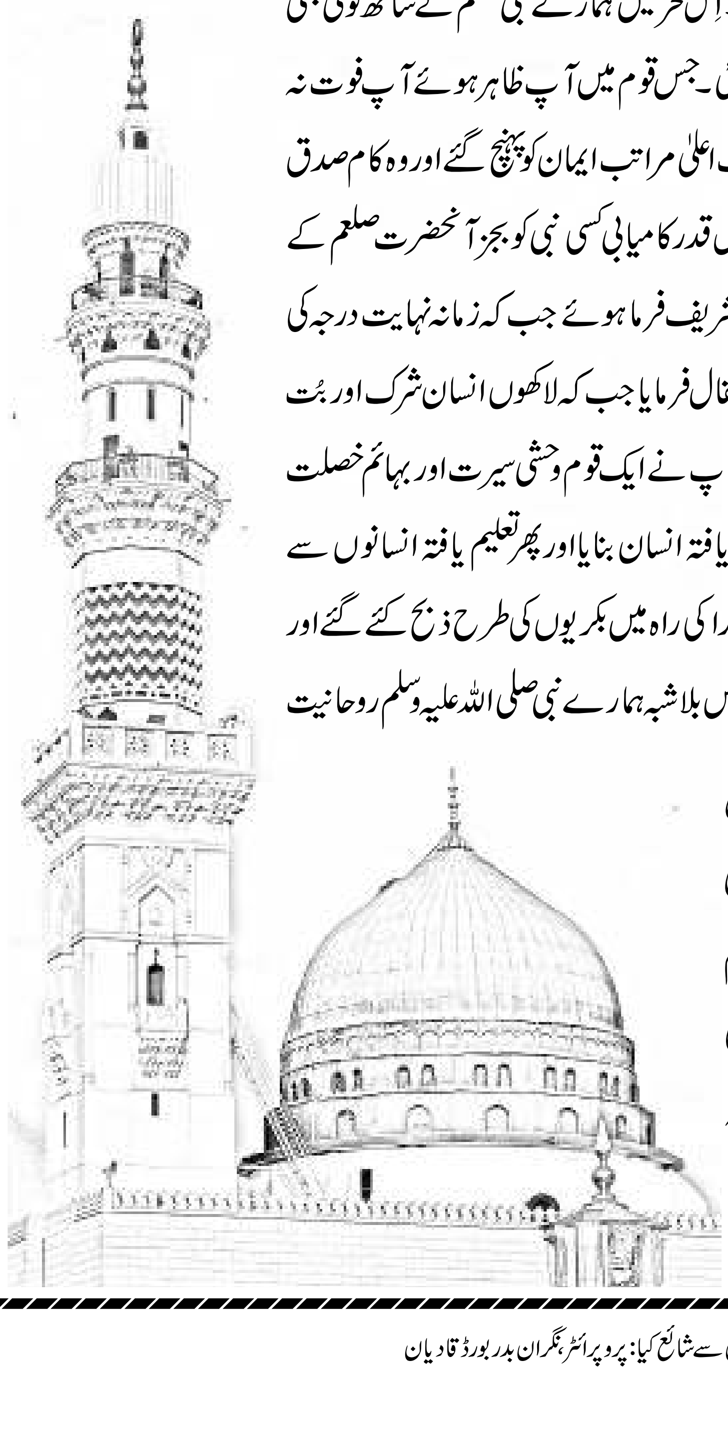

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدّد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اِس فخر میں ہمارے نبی صلعم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے اُن سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلعم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرتؐ کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جب کہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخّر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفاتِ جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اِسی غرض سے ہیں اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں۔ بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کیلئے ہے۔

(لیکچر سیالکوٹ، رُوحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 206)

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

سیرۃ النبیؐ نمبر - ہفت روزہ اخبار بدر

فہرست مضامین

۞	فہرست مضامین واداریہ	2
۞	خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 12/جولائی 2024 (مکمل متن)	3
۞	سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں (مساواتِ انسانی) (مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان)	9
۞	سیرت صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ (مکرم مولانا زین الدین حامد صاحب، ناظم دار القضاء قادیان)	12
۞	صحابیات رسول ﷺ کی عدیم المثال قربانیاں (مکرمہ امتہ الوسیع شمائلہ صاحبہ نائب صدر اوّل لجنہ اماء اللہ بھارت)	14
۞	عدل وانصاف کے قیام کے متعلق رسُول کریم ﷺ کی تعلیم اور آپ کا مقدس اُسوہ حسنہ	17
۞	آنحضرت صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک آپؐ کی دعاؤں کے آئینہ میں (از حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ)	20
۞	غیر مذاہب کی عبادت گاہوں اور راہبوں کے متعلق رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام (حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ)	24
۞	سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں پر عدیم المثال احسان (مکرم خلیل احمد صاحب ناصر بی.اے.)	27
۞	اعلان نکاح: از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	28
۞	سیرت خاتم النّبیین ﷺ (از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)	29
۞	سیرت المہدی (از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)	30
۞	خصوصی پیغام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ''لیسوتھو کے''	31
۞	سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ خدام الاحمدیہ ساؤتھ آسٹریلیا کی آن لائن ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح	32
۞	سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات	34
۞	نماز جنازہ حاضر وغائب	36
۞	خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال وجواب	37
۞	وصایا	39

......☆......☆......☆......

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان مقام ومرتبہ

حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے اپنے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام ومرتبہ جس رنگ میں شناخت کیا، وہ کسی اَور نے نہیں کیا۔ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عظیم الشان مقام ومرتبہ کا عرفان جو آپ کو نصیب ہوا وہ کسی اَور کو نہیں ہوا۔ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق و محبت جس رنگ میں آپؑ نے کی کسی اَور نے نہیں کی۔ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے، ایسی ٹھوس حقیقت ہے کہ کوئی اس کو جھٹلا نہیں سکتا، غلط ثابت نہیں کرسکتا۔ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق ومحبت کی جو تحریرات منظوم ومنثور کلام کی صورت میں آپ کے قلم سے نکلی ہیں ہمیں کہیں اَور دکھائی نہیں دیتیں۔ اُن میں ایسی چاشنی ہے کہ آپؑ کے دشمن بھی اُن کلام اور تحریرات کو پڑھنے سے اپنے آپ کو نہیں روک سکے۔ اگر کوئی ہمارے دعویٰ کو غلط سمجھے تو ہم اپنے دعویٰ کی سچائی کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور جس رنگ میں سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی دفاع جس جاہ وجلال کے ساتھ، مردِ میدان بن کر آپؑ نے کی چودہ سو سال میں کسی اور نے نہیں کی، نہ کوئی اَور کرسکتا تھا، نہ کسی اَور کا یہ مقام اور منصب تھا، کیونکہ قرآن وحدیث کے مطابق یہ مقام اور منصب صرف آپؑ کا ہی تھا، آیت کریمہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی تفسیر میں علماء کرام نے یہی فرمایا ہے کہ اسلام کو عالمگیر غلبہ مہدی کے زمانہ میں ملے گا۔ پس حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مسیح ومہدی کا ہے اُس مسیح ومہدی کا جس کی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ جب وہ مبعوث ہوگا تو ایمان کو زمین پر قائم کردے گا۔ پس جس رنگ میں آپؑ نے دین محمدی کا دفاع کیا وہ صرف اور صرف آپؑ کا ہی کام تھا، دوست اور دشمن سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ چودہ سو سال میں اسلام کی تائید ونصرت میں جو کتابیں آپؑ نے لکھی ہیں کسی اَور نے نہیں لکھیں۔ اور جیسا کہ ہم نے عرض کیا کوئی لکھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ مقام اور منصب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے صرف آپؑ کو ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے کہ وہ زمانے کے امام مسیح ومہدی پر ایمان لائیں اُس مسیح ومہدی پر جس کے ساتھ اسلام کا غلبہ وابستہ ہے۔ ذیل میں ہم آنحضرت ﷺ کی شانِ ارفع واعلیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ ارشادات پیش کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی عظیم الشان ثابت قدمی اور صبر واستقلال

آنحضرت اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہوجانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہوجانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہوجانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہوگیا۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔ اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش وعشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہوکر نہ کھایا اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کرکے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنالیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کرکے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا......اب جائے انصاف ہے کہ کیا دُنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 108)

خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہونے والا نبیؐ

آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم وامید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہوکر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کرکے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کرکے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 111)

روشن تعلیم لانیوالا اور حجج وبراہین سے سب کی زبان بند کردینے والا نبیؐ

ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرت کا موید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بیکس اُمی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کردی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے۔ فاش غلطیاں نکالیں اور

باقی صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

غزوہ بنو مُصطَلِق کے حالات وواقعات کا بیان

نیز محرم کے دنوں میں درود شریف پڑھنے اور دعائیں کرنے کی تلقین

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے اپنی قوم اور اہل عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے تیار کیا اور مدینہ سے قریباً چھیانوے میل کے فاصلے پر لشکر کو ایک مقام پر جمع کرنا شروع کر دیا

بنو مصطلق کے دن مسلمانوں کا شعار یَا مَنۡصُوۡرُ اَمِتۡ اَمِتۡ تھا

ان دنوں میں احمدیوں کو درود شریف پڑھنے اور مسلمانوں کی اکائی کے لئے خاص دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے اپنی حالتوں کو بھی بہتر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے کی طرف بھی ہمیں خاص توجہ دینی چاہئے

مکرم بونجا محمود صاحب شہید آف ٹوگو، مکرم رشید احمد صاحب سابق معاون ناظر امور عامہ، مکرم چودھری مطیع الرحمٰن صاحب نائب ناظر امور عامہ، مکرمہ منظور بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد بھٹی صاحب آف سرگودھا اور مکرم ماسٹر سعادت احمد اشرف صاحب ابن مکرم خوشی محمد صاحب باڈی گارڈ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12 /جولائی 2024ء بمطابق 12 /وفا 1403 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ○ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ○ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ○

آج غزوۂ بنو مصطلق یا غزوۂ مُرَیۡسِیۡع یہ بھی اس کا نام ہے۔ اس کا ذکر کروں گا۔ یہ غزوہ کب ہوا۔ اس کے متعلق سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ علامہ ابن اسحاق، طبری اور ابن ہشام کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق شعبان چھ ہجری میں ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ ابن اسحاق صفحہ 439 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 669-670 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 109، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض نے اس کی تاریخ پانچ ہجری بیان کی ہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 48 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 341، دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

صحیح بخاری میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بنو مصطلق چار ہجری کو ہوا تھا البتہ شارح بخاری علامہ ابنِ حَجَر عَسۡقَلَانِی نے لکھا ہے کہ یہ قلم کی لغزش ہے انہوں نے پانچ ہجری لکھنا چاہا تھا لیکن چار ہجری لکھا گیا۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 430 کتاب المغازی مکتبۃ السّلفیہ)

اس غزوہ کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اپنی تحقیق کی ہے۔ کہتے ہیں کہ غزوۂ بنو مصطلق کی تاریخ شعبان پانچ ہجری ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 557)

چونکہ یہ غزوہ قبیلہ خُزَاعَہ کی ایک شاخ بنو مصطلق کے ساتھ ہوا اس لیے اس غزوہ کو بنو مصطلق کہا جاتا ہے اور یہ قبیلہ ایک کنویں کے پاس رہتا تھا جس کو مریسیع کہتے تھے۔ اس وجہ سے اس غزوہ کا دوسرا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے۔ مریسیع مدینہ سے قریباً ایک سو آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

(ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 48 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(اردو لغت جلد 17 صفحہ 773 زیر لفظ ''مرحلہ'')

بنو مصطلق قریش کے حلیف تھے۔ انہوں نے حَبَشِی نامی پہاڑ کے دامن میں جو مکہ کے زیریں حصہ میں ہے اکٹھے ہو کر حلف لیا تھا کہ ہم لوگ ایک جان ہو کر قریش کے ساتھ رہیں گے۔ اس لیے ان لوگوں کو اَحَابِیۡش کہا جانے لگا اور اسی معاہدے کے تحت بنو مصطلق غزوۂ احد میں کفار قریش کے لشکر میں شامل تھے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 297 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس غزوہ کا ایک سبب تو یہ تھا کہ بنو مصطلق اسلام دشمنی میں بے باک ہو گئے تھے اور مسلسل آگے ہی بڑھ رہے تھے۔ انہیں کفار قریش کی مکمل تائید اور حمایت حاصل تھی۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شرکت کی وجہ سے اب یہ کھل کر مسلمانوں سے مقابلے پر اتر آئے تھے اور ان کی سرکشی میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے مرکزی راستے پر بنو مصطلق کا کنٹرول تھا۔ یہ لوگ مکہ میں مسلمانوں کا عمل دخل روکنے کے لیے مضبوط رکاوٹ کی حیثیت رکھتے تھے۔

(مرویات غزوہ بنی مصطلق از ابراہیم بن ابراہیم صفحہ 89 مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی)

تیسرا اور سب سے اہم سبب اس غزوہ کا یہ تھا کہ بنو مصطلق کے سردار حَارِث بن ابی ضِرَار نے اپنی قوم اور اہل عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے تیار کیا اور مدینہ سے قریباً چھیانوے میل کے فاصلے پر لشکر کو ایک مقام پر جمع کرنا شروع کر دیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 344، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 226 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ ''قریش کی مخالفت دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی۔ وہ اپنی ریشہ دوانی سے عرب کے بہت سے قبائل کو اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کھڑا کر چکے تھے لیکن اب ان کی عداوت نے ایک نیا خطرہ پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ حجاز کے وہ قبائل جو مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے اب وہ بھی قریش کی فتنہ انگیزی سے مسلمانوں کے خلاف اٹھنے شروع ہو گئے۔ اس معاملہ میں پہل کرنے والا مشہور قبیلہ بنو خزاعہ تھا جن کی ایک شاخ بنو مصطلق نے مدینہ کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی

اوران کے رئیس حرث بن ابی ضرار نے اس علاقہ کے دوسرے قبائل میں دورہ کر کے بعض اور قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 557)

بنو مصطلق کی اس تیاری کی اطلاع جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُرَیْدَہ بن حُصَیب اَسلَمِیؓ کو بھیجا تا کہ وہ حالات معلوم کر کے آئیں۔ وہ روانہ ہوئے اور ان کے چشمہ پر انہیں جا ملے۔ بریدہ نے دھوکے باز قوم دیکھی جو نہ صرف خود جمع تھے بلکہ انہوں نے اردگرد کے لوگوں کا لشکر بھی جمع کر رکھا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت بریدہؓ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت بریدہؓ نے کہا کہ مَیں تم میں سے ہی ایک ہوں۔ میں تمہارا لشکرکشی کا سن کر یہاں آیا ہوں۔ اس طرح اپنی حکمت عملی سے ان لوگوں کی جنگی تیاریوں کا اچھی طرح جائزہ لے کر حضرت بریدہؓ آپؐ کی خدمت میں آئے اور ان لوگوں کے حالات بتائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلایا اور دشمن کے بارے میں خبر دی اور اسلامی لشکر جلد از جلد تیار ہو کر روانہ ہو گیا۔

بنو مصطلق کی طرف آپؐ کی روانگی کی تفصیل ایک روایت کے مطابق یوں بیان ہوئی ہے کہ آپؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ میں نائب مقرر کیا۔ ابن ہشام نے حضرت ابوذر غِفَاریؓ کا نام بیان کیا ہے۔ اسی طرح حضرت نُمَیْلَہ بن عبداللہؓ کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ لشکر روانہ ہوا۔ اسلامی لشکر سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شعبان پانچ ہجری کو پیر کے دن مدینہ منورہ سے کوچ کیا اور اسلامی لشکر کو لے کر بنو مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت مسعود بن هُنَیْدَہؓ غزوہ مریسیع میں راستے کے گائیڈ تھے۔ اس سفر میں مسلمانوں کے پاس کل تیس گھوڑے تھے جن میں سے مہاجرین کے پاس دس گھوڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو گھوڑے تھے۔ لِزَاز اور ظَرِب۔ جن مہاجرین کے پاس گھوڑے تھے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہؓ، حضرت مِقداد بن عمروؓ۔ اور انصار صحابہ کے بیس گھڑسواروں میں سے پندرہ کے نام ملتے ہیں جن میں حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ، حضرت ابو عَبْس بن جَبْرؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ، حضرت عُوَیم بن سَاعِدہؓ، حضرت مَعْنِ بن عدیؓ، حضرت سعد بن زید اَشْہَلیؓ، حضرت حارث بن حَزْمَہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت ابُو اُبَیّ بن کعبؓ، حضرت حُبَاب بن منذِرؓ، حضرت زِیَاد بن لَبِیدؓ، حضرت فَرْوَہ بن عمروؓ، حضرت مُعَاذ بن رِفاعَہ بن رافعؓ۔

بہرحال اس کی تفصیل میں مزید یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے منافقین بھی نکلے۔ وہ اس سے قبل اس طرح کسی غزوہ کے لیے نہیں نکلے تھے اور کیوں نکلے؟ کہتے ہیں کہ انہیں جہاد کی رغبت نہیں تھی بلکہ وہ مال غنیمت کے لیے نکلے تھے کہ اگر جیت ہوئی تو ہمیں مال غنیمت ملے گا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 344 دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 169 دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 341، 343، دار الکتب العلمیة بیروت 2004ء)

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 6 صفحہ 82 دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)

(سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد 7 صفحہ 154 دار السلام)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بارے میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مزید احتیاط کے طور پر اپنے ایک صحابی بُرَیْدَہ بن حُصَیبؓ نامی کو دریافتِ حالات کے لئے بنو مصطلق کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو تاکید فرمائی کہ بہت جلد واپس آ کر حقیقة الامر سے آپؐ کو اطلاع دیں“۔ کیا ہوا؟ حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں بتائیں۔ ”بریدہ گئے تو دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا اجتماع ہے اور نہایت زور شور سے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے فوراً واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی اور آپؐ نے حسب عادت مسلمانوں کو پیش قدمی کے طور پر دیارِ بنو مصطلق کی طرف روانہ ہونے کی تحریک فرمائی“۔ بجائے اس کے کہ وہ پہلے حملہ کریں آپؐ نے کہا پہلے ان کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ”اور بہت سے صحابہ آپؐ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے بلکہ ایک بڑا گروہ منافقین کا بھی جو اس سے پہلے اتنی تعداد میں کبھی شامل نہیں ہوئے تھے ساتھ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے ابوذر غِفَاریؓ یا بعض روایات کی رو سے زید بن حارثہ کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے اللہ کا نام لیتے ہوئے شعبان پانچ ہجری میں مدینہ سے نکلے۔ فوج میں صرف تیس گھوڑے تھے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کسی قدر زیادہ تھی اور انہی گھوڑوں اور اونٹوں پر مل جل کر مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے“۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 557-558)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ ”راستہ میں مسلمانوں کو کفار کا ایک جاسوس مل گیا جسے انہوں نے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا اور آپؐ نے اس تحقیق کے بعد کہ وہ واقعی جاسوس ہے اس سے کفار کے متعلق کچھ حالات وغیرہ دریافت کرنے چاہے مگر اس نے بتانے سے انکار کیا اور چونکہ اس کا رویہ مشتبہ تھا اس لئے مروجہ قانونِ جنگ کے ماتحت“ اس زمانے میں جو قانونِ جنگ رائج تھا ”حضرت عمر نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد لشکر اسلام آگے روانہ ہوا۔ بنو مصطلق کو جب مسلمانوں کی آمد آمد کی اطلاع ہوئی اور یہ خبر بھی پہنچی کہ ان کا جاسوس مارا گیا ہے تو وہ بہت خائف ہوئے کیونکہ اصل منشا ان کا یہ تھا کہ کسی طرح مدینہ پر اچانک حملہ کرنے کا موقع مل جاوے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیدار مغزی کی وجہ سے اب ان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ پس وہ بہت مرعوب ہو گئے اور دوسرے قبائل جو ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ جمع ہو گئے تھے وہ تو خدائی تصرف کے ماتحت کچھ ایسے خائف ہوئے کہ فوراً ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر خود بنو مصطلق کو قریش نے مسلمانوں کی دشمنی کا کچھ ایسا نشہ پلا دیا تھا کہ وہ پھر بھی جنگ کے ارادے سے باز نہ آئے اور پوری تیاری کے ساتھ اسلامی لشکر کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہے“۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 558)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریسیع پہنچے تو آپؐ کے لیے چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ بعض مؤرخین نے حضرت ام سَلَمہؓ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھیں لیکن علامہ ابن حجر نے ایسی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ ہونے کا ذکر ہے۔ ان کے نزدیک بخاری کی روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یہ ہیں: فَخَرَجَ سَھْمِیْ یعنی میرا قرعہ نکلا۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ اس غزوہ میں ازواجِ مطہرات میں سے تنہا حضرت عائشہ ہی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی تھیں۔

(فتح الباری مترجم (فیض الباری) پارہ 19 صفحہ 193 کتاب التفسیر مطبوعہ اصحاب الحدیث لاہور)

اس غزوہ میں مسلمانوں کا شعار کیا تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ بنو مصطلق کے دن مسلمانوں کا شِعار یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ اَمِتْ تھا۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے مدد یافتہ شخص! مار دے۔ مار دے۔ اس شعار کے استعمال کرنے کی حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان اشتباہ نہ ہو اور رات کے اندھیرے میں بھی مسلمان ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 358 دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

(مرویات غزوہ بنی مصطلق از ابراہیم بن ابراہیم صفحہ 109 مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی)

(السیرة النبویة لابن ہشام صفحہ 673 دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَیَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ

ترجمہ:: کیا تُو نہیں جانتا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو (اَے انسانو!) تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے اور اللہ پر وہ کچھ مشکل نہیں۔ (ابراہیم: 20، 21)

DAR FRUIT CO. KULGAM

B.O AHMED FRUITS

Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar — Asnoor (Kashmir)

Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۳۵﴾ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۶﴾ مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:: یقیناً متقیوں کیلئے انکے ربّ کے حضور نعمتوں والی جنتیں ہیں پس کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح مان لیں، تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو۔ (سورۃ القلم)

طالبِ دعا: سید عارف احمد، والد و والدہ مرحومہ اور فیملی و مرحومین (ننگل باغبانہ، قادیان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی صف بندی کی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیا گیا۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیا گیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ لوگوں میں یہ اعلان کریں یعنی دشمن کی فوج کے سامنے یہ اعلان کریں کہ اے لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس کے ذریعہ سے اپنے نفوس اور اموال محفوظ کرلو۔ حضرت عمرؓ نے اسی طرح کیا مگر مشرکین نے انکار کر دیا۔ کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی۔ پہلے مشرکین میں سے ایک شخص نے تیر پھینکا اور مسلمان بھی کچھ دیر تیر اندازی کرتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ حملہ کریں۔ انہوں نے یکجان ہو کر حملہ کیا۔ مشرکین میں سے کوئی بھی بھاگ نہ سکا۔ ان میں سے دس مقتول ہوئے اور باقی سارے قیدی ہو گئے۔ آپؐ نے ان کے مرد وخواتین، اولاد اور جانوروں کو قید کر لیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 345 دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریسیع میں پہنچے جس کے قریب بنو مصطلق کا قیام تھا اور جو ساحلِ سمندر کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے تو آپؐ نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور صف آرائی اور جھنڈوں کی تقسیم وغیرہ کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر بنو مصطلق میں یہ اعلان کریں کہ اگر اب بھی وہ اسلام کی عداوت سے باز آجائیں“، ”دشمنی سے باز آجائیں“ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو ان کو امن دیا جائے گا“۔ مذہب کی تبدیلی کا ذکر نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو امن دیا جائے گا“ اور مسلمان واپس لوٹ جائیں گے مگر انہوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا اور جنگ کے واسطے تیار ہو گئے۔ حتی کہ لکھا ہے کہ سب سے پہلا تیر جو اس جنگ میں چلایا گیا وہ انہی کے آدمی نے چلایا“۔ یعنی بنو مصطلق کے آدمی نے۔ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپؐ نے بھی صحابہ کو لڑنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر تک فریقین کے درمیان خوب تیز تیر اندازی ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو یکلخت دھاوا کر دینے کا حکم دیا اور اس اچانک دھاوے کے نتیجے میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے مگر مسلمانوں نے ایسی ہوشیاری کے ساتھ ان کا گھیرا ڈالا کہ ساری کی ساری قوم محصور ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی اور صرف دس کفار اور ایک مسلمان کے قتل پر اس جنگ کا جو ایک خطرناک صورت اختیار کر سکتا تھا خاتمہ ہو گیا“۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 558-559)

آج ایک شہید اور بعض مرحومین کا بھی میں نے ذکر کرنا ہے۔ اس لیے یہ اصل خطبہ مختصر ہی دے رہا ہوں تاہم محرم کے حوالے سے جس میں ہم آجکل گزر رہے ہیں دعا کی طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں۔

یہ ایک دردناک واقعہ ہے جس میں ظلم و بربریت کی انتہائی مثال قائم ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپؐ کے خاندان کے لوگوں کو شہید کیا گیا لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اس سے سبق لینے کی بجائے یہ ظلم اب تک چل رہا ہے۔ محرم میں شیعہ سنی فساد یا دہشتگردی کے حملوں کے واقعات بڑھ جاتے ہیں۔ اس میں دونوں طرف سے جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں۔ بلکہ اس فرقہ واریت اور ذاتی مفادات کے حصول کی خواہش نے مسلمان دنیا میں فتنہ وفساد کی صورت پیدا کی ہوئی ہے بلکہ سارا سال ہی علماء کی طرف سے بھی مختلف گروہوں کی طرف سے بھی اور حکومتوں کی طرف سے بھی ایک دوسرے کے خلاف ظلم و تعدی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ کوئی عقل ان کو نہیں آتی کہ کچھ تو سیکھیں۔ کچھ تو خوفِ خدا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے جو اس فساد کو ختم کرنے کے لیے اپنے وعدے کے مطابق انتظام فرمایا ہے اسے یہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ مسیح موعود کی بیعت میں آنا ہی نہیں چاہتے جو واحد ایک ذریعہ ہے۔ جو امت کو امتِ واحدہ بنانے کا نظارہ دکھا سکتا ہے اور فسادوں کو ختم کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کی اکائی قائم ہو کر ان کی ساکھ قائم ہو سکتی ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے۔ کاش کہ ان لوگوں کو سمجھ آئے۔

بہر حال ان دنوں میں احمدیوں کو درود شریف پڑھنے اور مسلمانوں کی اکائی کے لیے خاص دعاؤں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اپنی حالتوں کو بھی بہتر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے کی طرف بھی ہمیں خاص توجہ دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا بعض شہداء اور مرحومین کا ذکر کرنا ہے۔ ایک شہید ہے۔ یہ جو شہید ہیں ان کا نام ہے بونجا محمود (Bondja Mahmoud) صاحب جو جماعت تامانجوارے (Tamanjouare) ٹوگو کے رہنے والے تھے۔ 21 جون کو دہشت گردوں نے ان کے گھر میں گھس کر ان کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کی عمر چونسٹھ سال تھی۔ پسماندگان میں دو بیویاں اور چودہ بچے شامل ہیں۔

نوید نعیم صاحب مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ ٹوگو کے شمالی ریجن کے مرکزی شہر کے قریب یہ جماعت تامانجوارے ہے۔ یہ علاقہ برکینا فاسو سے ملنے والی سرحد پر واقع ہے۔ بونجا محمود صاحب کو اس جماعت کے ابتدائی ممبران میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ کھیتی باڑی کر کے اپنا رزق کماتے تھے۔ وہیں ایک عارضی رہائش بنائی ہوئی تھی جہاں بارشوں کے موسم میں بیوی بچوں کے ساتھ منتقل ہو جاتے تھے۔ خشک موسم میں گاؤں آ جاتے تھے جو کافی دور تھا۔ پھر rainy season میں وہاں چلے جاتے تھے۔ آجکل یہ اپنے فارم پر ہی موجود تھے جب 21 جون کی رات آٹھ بجے چار دہشت گرد ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ ٹارچ جلائی۔ ان کے بیٹے جس کی عمر چودہ سال تھی اس نے گھر میں روشنی دیکھی تو فوراً وہاں آیا اور دیکھا کہ ان کے والد کو دہشت گردوں نے گھیرا ہوا ہے۔ اس پر وہ خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا۔ بہرحال اس کے بعد دہشت گرد نے مرحوم کی ٹھوڑی کی نچلی طرف بندوق رکھی اور فائر کر دیا اور گولی ناک کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ موقع پر ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ دہشت گرد اس کارروائی کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور گھر کے کسی اور فرد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ لگتا تھا کہ مقصد صرف ان کو شہید کرنا تھا اس لیے وہ آئے تھے۔ واقعہ کی اطلاع ملنے پر وہاں کے ملٹری والے بھی پہنچ گئے۔ حکومت کے تو اختیارات آجکل بہت محدود ہیں۔ دہشتگردوں نے ہر جگہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ میت کو فوج نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد اور اپنی معمول کی کارروائی کرنے کے بعد اگلے دن میت ورثاء کے سپرد کر دی۔

ماما بیلو صاحب جو اس علاقے کے لوکل مشنری ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرحوم ابتدائی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ بہت ابتدا میں انہوں نے بیعت کی تھی۔ بیعت کے بعد وہ نمازوں اور تمام جماعتی پروگراموں میں باقاعدہ شامل ہوتے۔ اسی طرح باقاعدگی سے چندہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔

ان کے حلقہ مشنری جداما (Djidama) طاہر صاحب کہتے ہیں ان کی بیعت جو 2007ء میں انہوں نے کی تھی اس کے فوراً بعد رمضان شروع ہو گیا۔ بارشوں کا موسم تھا۔ فصل کے لیے زمین کی تیاری شروع ہو چکی تھی۔ گاؤں کے چند لوگوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ اب تم مسلمان ہو گئے ہو روزہ رکھو گے یا کھیتی میں کام کرو گے کیونکہ روزے کے ساتھ تو اتنی محنت کر نہیں سکتے جبکہ ہم تو محنت کریں گے اور ہماری فصلیں اچھی ہو جائیں گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کو میں نے دل سے قبول کیا ہے اس لیے روزے تو ضرور رکھنے ہیں۔ فصل کا اللہ مالک ہے۔ جتنا کام کر سکا کرلوں گا۔ جو میرے نصیب میں ہو گا وہ مجھے ملے گا وہ خدا مجھے ضرور دے گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بارشوں کا سلسلہ ہی ان دنوں میں رک گیا اور پورا رمضان بارش نہیں ہوئی۔ انہوں نے بھی آرام سے روزے رکھے اور عید کے دوسرے دن بارشیں شروع ہو گئیں اور جس طرح وہاں کے گاؤں میں اس علاقے میں فارمنگ ہوتی ہے، سارے لوگ پھر باہر نکلے تو انہوں نے بھی اپنے کھیتوں کا رخ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی کام سے روک دیا جو ان کا مذاق اڑا رہے تھے اور اپنے بندے کو بھی عبادت کی توفیق دے دی۔

جماعت کے قیام کے چار سال بعد مرکز کی طرف سے مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنا۔ غیر احمدیوں نے ان پر بہت زور لگایا کہ اس مسجد کی کیا ضرورت ہے۔ تم ہماری مسجد میں نماز پڑھ لیا کرو لیکن انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنی مسجد بنائیں گے اور پھر یہ مسجد بننے کے بعد جب بھی یہ گاؤں میں ہوتے پانچوں نمازیں مسجد میں باقاعدگی سے ادا

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

طالبِ دُعا: نور الہدیٰ اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ سملیہ، صوبہ جھارکھنڈ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس دن مدینہ تشریف لائے، آپؐ کی آمد کی وجہ سے اُس دن مدینہ کا گوشہ گوشہ روشن ہو گیا تھا اور جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے مدینہ کی ہر جگہ تاریک ہو گئی۔

(ترمذی باب فی وفات النبی، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 64)

طالبِ دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (صوبہ کرناٹک)

کرتے۔ ان کے بڑے بھائی یعقوب صاحب بیان کرتے ہیں کہ بڑے نرم دل تھے۔ کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ خاندان کا کوئی بھی مسئلہ جب کسی سے نہ سلجھتا تو وہ ان کے پاس آتا اور مرحوم بڑی آسانی سے اس کو حل کر دیتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد اور نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان علاقوں میں دہشت گردوں کا بھی اللہ تعالیٰ خاتمہ فرمائے اور امن و امان کی صورتحال قائم فرمائے۔ یہ صورتحال جو کہنے کو تو یہی ہے کہ لوگوں میں آپس میں لڑائیاں ہیں یا مسلمانوں کے گروہوں نے فتنہ مچایا ہوا ہے لیکن اس سب کچھ کی پشت پناہی بڑی طاقتوں کی طرف سے ہو رہی ہے جو اپنے مفادات کے لیے ان ملکوں میں دہشت گردی کو ہوا دیتی ہیں اور پھر خود ہی امن قائم کرنے کے بیان دے کر ہمدرد بننے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کی پشت پناہی نہ کریں تو یہ تنظیمیں چل ہی نہیں سکتیں اور مسلمانوں کو عقل نہیں آ رہی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ بعض مسلمان تنظیمیں ہیں، بعض سیاسی لوگ بھی ہیں جوان دہشتگردوں میں شامل ہو چکے ہیں۔

اگلا جو ذکر ہے وہ ہے مکرم رشید احمد صاحب سابق معاون ناظر امور عامہ جو نور حسین صاحب کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں چھیاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

یہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد نور حسین صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1924ء میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ رشید صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد میٹرک کرنے کے بعد جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ 1998ء میں گو ان کی ریٹائرمنٹ ہو گئی تھی لیکن ری امپلائی کیے گئے اور 2021ء تک جب تک صحت نے اجازت دی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم کی مجموعی طور پر جماعتی خدمت کا سلسلہ تقریباً پینسٹھ سال پر محیط ہے۔

بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ روز کا کام روز کرنے کے عادی تھے۔ سلسلہ کے انتہائی وفادار اور ذمہ دار ہونے کے علاوہ تمام جماعتی امور رازداری کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔ وقت کی پابندی نمایاں وصف تھا۔ نظام وصیت میں شامل ہوئے اور چندہ جات کی ادائیگی کی بہت فکر رہتی تھی۔ اول وقت میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ ہر جماعتی تحریک میں حصہ لینے کی کوشش کرتے۔ رشتہ داروں سے اپنائیت کا تعلق رکھا۔ ضرورتمندوں کی خاموشی سے مدد کرتے خلافت سے ان کو خاص عشق اور تعلق تھا۔ خلافت ثانیہ سے لے کر خلافت خامسہ تک سارے دوروں میں انہوں نے مختلف خدمات کی توفیق پائی اور بڑی وفا سے خدمت سرانجام دی۔ بڑی خاموشی سے کام کرنے والے اور بڑے بے لوث خدمت گزار تھے۔ 1974ء اور 1984ء کے پُرآشوب دور میں بھرپور طور پر مخالفانہ حالات کا سامنا کرنے کی بھی ان کو توفیق ملی۔ 74ء کے مخالفانہ حالات میں پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا اور گرفتار کر کے پولیس بس پہ فیصل آباد لے جا رہی تھی کہ چنیوٹ میں مخالفین کے ہجوم نے بس پہ حملہ کر دیا جس میں ان کو پولیس لے جا رہی تھی۔ پولیس اور بس کے دیگر مسافر بھاگ گئے پولیس والے بھی ان کو چھوڑ کے دوڑ گئے۔ پولیس نے ان کو ہتھکڑی لگائی ہوئی تھی۔ جلوس کے شرکاء نے ہتھکڑی لگے ہونے کی حالت میں انہیں چاقوؤں کے وار سے شدید زخمی کر دیا۔ معجزانہ رنگ میں جان بچی۔ کئی ماہ ہسپتال رہے۔ اس کے بعد دوبارہ جیل منتقل کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے ان کی انگلیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر بھی زخم تھے اور کافی دیر تک بولنا بھی ان کے لیے مشکل تھا لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کی جان بچائی۔

ستمبر 1979ء میں ربوہ میں بے بنیاد الزام کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف اور دیگر عہدیداران کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ اس میں رشید احمد صاحب کا نام بھی تھا اور ایک لمبا عرصہ اس مقدمے کی پیروی ہوتی رہی۔ رشید صاحب کے خلاف دیگر تین جماعتی عہدیداران کے ہمراہ 1987ء میں ایک اَور مقدمہ پولیس سٹیشن ربوہ میں قائم ہوا اور کئی سال تک ان کو عدالتوں کے چکر لگانے پڑے۔

ان کی بیٹی امۃ الصبور کہتی ہیں کہ باجماعت نماز کے پابند، حقوق العباد کا خیال رکھنے والے، دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنے والے اور کئی بار ایسا ہوا کہ محض معاملے کو ختم کرنے کے لیے اپنا حق بھی چھوڑ دیتے تھے۔ ان کی بیٹی نے مزید بتایا کہ والدہ کی وفات کے بعد مَیں نے فیصلہ کیا کہ ان کے پاس چلی جاؤں اور اپنے بچوں کے ساتھ ان کے پاس آ گئی تو آتے ہی انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ اگر میرے پاس رہنا ہے تو بچوں کو سمجھا دو کہ نماز باجماعت کی ادائیگی کی پابندی کریں گے۔ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیں گے۔ شام کے بعد گھر سے باہر نہیں جائیں گے اور عہدیداران جماعت کی طرف سے بلائے جانے پر انکار نہیں کریں گے۔ کہتی ہیں اس تربیت کا مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں اور نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم چودھری مطیع الرحمٰن صاحب نائب ناظر امور عامہ ابن چودھری علی اکبر صاحب جو گذشتہ دنوں انانوے 89 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد چودھری علی اکبر صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے فروری 1916ء میں خلافت ثانیہ میں بیعت کی سعادت پائی۔ قیام پاکستان کے بعد ان کے والد چودھری علی اکبر صاحب کو بطور نائب ناظر تعلیم خدمت سلسلہ کی توفیق بھی ملی۔ چودھری مطیع الرحمن صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد تعلیم مکمل کر کے محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد خود کو جماعتی خدمت کے لیے پیش کیا اور بطور نائب ناظر امور عامہ پچیس سال سے زائد عرصہ تادم آخر خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ بڑے خاموش طبع اور کام کرنے والے انسان تھے۔

چودھری مطیع الرحمٰن صاحب بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ ابتدائی عمر میں نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔ وصیت کا حساب بڑی باقاعدگی سے صاف رکھتے تھے۔ وقت کے پابند تھے۔ باجماعت نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدہ، جماعتی چندہ جات اول وقت میں ادا کرنے والے تھے۔ علمی ذوق نمایاں تھا۔ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ ہر کسی سے دوستانہ اور محبت کا تعلق تھا۔ کبھی کسی ساتھی کارکن سے اگر کوئی بات ہو جاتی یعنی کوئی ناراضگی والی بات ہوتی تو پہلے صلح کا ہاتھ بڑھاتے۔ دفتری طور پر جو بھی فریضہ ان کے سپرد کیا جاتا اس کو جلد از جلد مکمل کرتے۔ کام pending کرنے کو سخت ناپسند کرتے اور آخر تک انہوں نے اپنے اس وصف کو جاری رکھا۔ کبھی دفتر کا کام pending نہیں ہونے دیا۔ مرحوم خلافت سے وابستہ رہنے اور نظام جماعت کی اطاعت کی ہمیشہ تلقین کیا کرتے تھے اور اپنے قریبیوں کو اور ایک ان کی بیٹی تھی اس کو بھی، بچوں کو بھی ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ خلافت کی اطاعت میں ہی برکتیں ہیں۔

ان کی اہلیہ بھی چند سال قبل وفات پا گئی تھیں۔ ایک ہی بیٹی ہے ان کی جس کے خاوند بھی وفات پا گئے ہیں اور یہ سارے صدمے انہوں نے بڑے صبر سے برداشت کیے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ مرحوم چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب سابق صدر انصار اللہ یوکے کے چچا تھے۔

اگلا ذکر ہے منظور بیگم صاحبہ جو محمود احمد بھٹی صاحب مرحوم سرگودھا کی اہلیہ تھیں، گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ یہ حضرت چودھری غلام حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو تھیں۔

ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے تایا چودھری غلام نبی علوی صاحب اور چچا مکرم چودھری عطا

ارشاد باری تعالیٰ

وَاۡمُرۡ اَہۡلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَیۡہَا ؕ لَا نَسۡـَٔلُکَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُکَ ؕ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلتَّقۡوٰی

ترجمہ:: اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور اس پر ہمیشہ قائم رہ ہم تجھ سے کسی قسم کا رزق طلب نہیں کرتے ہم ہی تو تجھے رزق عطا کرتے ہیں اور نیک انجام تقویٰ ہی کا ہوتا ہے۔ (طٰہٰ: 133)

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جو خدا کی عظمت اور جلال اور تقدیس کے واسطے جوش نہیں رکھتے اُنکی نمازیں جھوٹی ہیں اور انکے سجدے بیکار ہیں، جب تک خدا کیلئے جوش نہ ہو یہ سجدے صرف منتر جنتر ٹھہرینگے جنکے ذریعہ سے یہ بہشت کو لینا چاہتا ہے۔

(ملفوظات، جلد 1 صفحہ 357، مطبوعہ 2018 قادیان)

طالب دعا : سید جہانگیر علی صاحب مرحوم اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ احمدیہ فلک نما، حیدر آباد، صوبہ تلنگانہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یاد رکھو کوئی جسمانی بات جسکے ساتھ کیفیت نہ ہو، فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ خدا کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے، ایسے تمہارے رکوع اور سجود بھی نہیں پہنچتے، جب تک اُنکے ساتھ کیفیت نہ ہو۔ خدا کیفیت کو چاہتا ہے خدا اُن سے محبت کرتا ہے جو اُسکی عزت اور عظمت کیلئے جوش رکھتے ہیں۔ (ملفوظات، جلد 1 صفحہ 357، مطبوعہ 2018 قادیان)

طالب دعا : میر موسیٰ حسین ولد مکرم جے میر عطاء الرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ شموگہ (کرناٹک)

محمد علوی صاحب کے ذریعہ ہوا۔ان دونوں بزرگوں نے چیچہ وطنی میں ایک مناظرہ سننے کے بعد بیعت کی تھی۔ مرحومہ کے والد چودھری محمد عبداللہ علوی صاحب نے بعد میں تین برس تحقیق کرنے کے بعد 1935ء میں احمدیت قبول کی۔ ان کے خاوند محمود احمد بھٹی مرحوم اور بیٹے طاہر محمود بھٹی صاحب کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی ملی۔مرحومہ کے ایک بھائی نصیر احمد علوی صاحب کو 1991ء میں احمدیت کے نام پر سندھ کے علاقہ دوڑ میں شہید بھی کردیا گیا تھا۔مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور سات بیٹے شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے عابد محمود بھٹی صاحب واقف زندگی ہیں۔مربی ہیں۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ اور جماعت تنزانیہ کے نائب امیر ہیں۔اور جو میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے والدہ کے جنازے میں شامل نہیں ہوسکے۔

اس چک کی سابق صدر لجنہ قیوم صاحبہ ہیں کہتی ہیں کہ پندرہ برس بطور صدر لجنہ مجھے خدمت کا موقع ملا اس عرصے میں مَیں نے مرحومہ کی بیشمار خصوصیات دیکھی ہیں۔صوم وصلوٰۃ کی پابند، پنجوقتہ نماز بہت اہتمام سے ادا کرتیں۔ جب تک لجنہ کو مسجد آنے کی اجازت تھی باقاعدگی سے جمعہ پر آتیں اور ہمیشہ پہلی صف میں بیٹھتیں۔اب تو وہاں پابندیاں ہیں عورتیں مسجد میں جا نہیں سکتیں جمعہ پڑھنے کے لیے بھی نہ عید پڑھنے کے لیے۔گھروں میں بیٹھی ہیں اور بے چین رہتی ہیں کہ کب ہمارے حالات ٹھیک ہوں اور کب ہم مسجدوں میں جاسکیں۔ان کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ پاکستان کے لوگوں پر رحم فرمائے۔ ہر اجلاس میں یہ شامل ہوتی تھیں۔ رمضان میں باقاعدگی سے لجنہ کے ساتھ تراویح مسجد میں ادا کرتیں۔ ہمیشہ اپنے بچوں اور ان کے بچوں کو بھی مسجد سے جوڑے رکھا۔ بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ ہمیشہ بچوں کو جماعتی خدمت کی طرف راغب رکھا۔

قیصر محمود بھٹی صاحب ان کے بیٹے چندہ جات کی ادائیگی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے جیب خرچ سے خود ادا کرتیں۔ وصیت کی رقم بھی اپنی جمع پونجی سے ادا کی۔ہم نے ان کو اصرار کیا کہ چندہ حصہ جائیداد جو ہے ہم ادا کردیتے ہیں لیکن انہوں نے صاف انکار کردیا کہ میں نے اپنے خدا کی راہ میں وصیت کی ہے یہ میرا حق ہے۔دین کے لیے خاص غیرت اور حمیت رکھتی تھیں۔ 1989ء میں گاؤں میں جماعت کے حالات کشیدہ ہوئے اور معاندین نے گاؤں میں احمدی گھروں کو آگ لگانا اور مسجد پر قبضہ کرنا چاہا تو انہوں نے اپنے خاوند کو کہا اور اپنے بیٹوں کو کہا کہ آپ لوگ مسجد کی طرف جائیں۔ میں اکیلی گھر کی حفاظت کرلوں گی۔اُن دنوں ان کے خاوند اور ان کے بیٹوں کو پولیس نے گرفتار بھی کرلیا لیکن اس طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ ان کے یہ بیٹے کہتے ہیں کہ یہ ساری ساری رات رو رو کے دعا کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ میرے خاوند اور بچوں کو جماعت کے ساتھ استقامت سے کھڑا رہنے کی توفیق دے۔اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرم ماسٹر سعادت احمد اشرف صاحب کا ہے جو مکرم خوشی محمد صاحب باڈی گارڈ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بیٹے تھے۔گذشتہ دنوں تراسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ایک بیٹے عثمان احمد طالع صاحب مربی سلسلہ سیرالیون ہیں جو میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے ان کے جنازے میں شامل نہیں ہوسکے۔

عثمان صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ والد صاحب پیشے کے لحاظ سے استاد تھے۔ 1963ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے بشیر آباد سندھ میں ہجرت کر آئے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں عربی پڑھانے پر مامور ہوگئے۔ بشیر آباد سندھ ہجرت سے قبل دارالرحمت غربی میں رہا کرتے تھے۔ان کا حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ سے بہت پیار کا تعلق تھا۔ کہتے ہیں مولانا راجیکی صاحبؓ میرے والد کو اپنا منہ بولا بیٹا کہتے تھے اور ان کی نیک طبیعت کی وجہ سے ان سے بڑا پیار کا سلوک کرتے تھے۔ یہ لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب ان سے ذاتی کام بھی کروالیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی مولانا راجیکی صاحبؓ کو دعا کی غرض سے نذرانہ کی رقم دے کر جاتا تو میرے والد کو بلا کے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ رقم دارالضیافت میں جمع کروادو اور اس کی رسید لے آنا۔ چندے میں دے دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن گرمی کے موسم میں حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ گھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ والد صاحب باہر نکلے۔مولانا صاحب سے عرض کی کہ اتنی گرمی میں آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ مجھے کہلا بھیجا ہوتا میں حاضر ہوجاتا۔اس پر مولوی صاحب نے جواباً والد صاحب کو کہا کہ اگر تمہیں پیسوں کی ضرورت تھی تو مجھے خود بتادیتے۔حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکماً فرمایا ہے کہ سعادت کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ جاؤ اور اسے پیسے دے کے آؤ اور حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ نے جیب سے روپے نکالے اور ان کو دیے اور چلے گئے۔اس طرح ان کا بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا کہ خود ہی اپنے ایک دوسرے نیک بندے کے دل میں ڈالا کہ جاؤ اور اس کی مدد کرو۔

اطاعتِ خلافت کا معیار ان کا قابل رشک تھا۔مربی صاحب کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل خاکسار رخصت لے کر ان سے ملنے پاکستان گیا۔ان کی طبیعت دیکھ کر میں نے کہا کہ مناسب سمجھیں تو مزید رخصت لے لوں تو اس پر بڑی سختی سے آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسی بات نہ سوچنا۔نہ اپنی زبان پہ لانا۔ خلیفہ وقت نے تمہیں ایک مورچے پر بٹھایا ہے وہیں بیٹھے رہو اور جماعت کی خدمت اور حفاظت آخری سانس تک کرتے رہو۔ ہمیشہ بہن بھائیوں کو تلقین کیا کرتے تھے کہ سفر میں جب بھی جاؤ درود شریف پڑھتے رہنا۔لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ورد کرتے رہنا۔

انہوں نے ان کا ایک واقعہ مبشر گوندل صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب بی ایڈ کا امتحان دے رہے تھے تو عربی کا پرچہ کافی مشکل تھا اور نصاب سے ہٹ کے بعض باتیں تھیں تو کہتے ہیں والد صاحب نے کچھ دیر کے بعد ایک زائد شیٹ لی اور لکھتے رہے۔اس کے بعد پھر دوبارہ شیٹیں لیتے رہے۔ کاغذ مزید لیتے رہے۔ساتھیوں نے استفسار کیا کہ ہمارے سے تو جو کاغذ دیے گئے تھے پرچہ حل کرنے کے لیے وہ بھی پورے نہیں ہوئے، تم کیا لکھ رہے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے جو آتا تھا وہ تو مَیں نے لکھ دیا۔اس کے بعد میں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یَاعَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ کے جو ستّر اشعار تھے وہ بھی لکھ آیا ہوں تاکہ جو بھی ان کو پڑھے گا اس کو کم از کم تبلیغ تو ہوجائے گی۔ پاس تو پتہ نہیں میں نے ہونا ہے کہ نہیں ہونا۔ examiner پاس کرتا ہے کہ نہیں، کم از کم شعر پڑھ کے اس کو ایک احساس تو پیدا ہوگا کہ کسی احمدی نے لکھا ہے یا کس کے یہ شعر ہیں اور پھر تحقیق کرے گا اور اس لحاظ سے تبلیغ کا رستہ کھلے گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے بھی فضل کیا کہ اس امتحان میں صرف تین لوگ پاس ہوئے اور والد صاحب ان میں سے ایک تھے۔ کہتے ہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور قصیدے کی برکت تھی۔

نوافل، عبادات اور روزوں کا اکثر اہتمام کرتے۔قرآن مجید کی محبت اور تلاوت کا بہت شغف تھا۔ ہمیشہ قرآن کریم کی بعض سورتوں کو گنگناتے ہوئے سنا۔قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ پڑھتے ہوئے سنا۔اکثر قصیدہ پڑھتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ کرتے اور صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات سناتے۔ خاص طور پر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے واقعات اپنے شاگردوں کو ضرور سنایا کرتے تھے۔ پُرجوش داعی الی اللہ تھے یہ اور مستعد شخصیت کے حامل تھے۔ جماعتی پروگراموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی یہ نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔☆......☆......☆ (الفضل انٹرنیشنل ۲/اگست ۲۰۲۴ء صفحہ ۲ تا ۶)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○ (سورۃ البقرۃ :209) ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

طالب دعا : محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم و افراد خاندان (صدر جماعت احمدیہ کامارِیڈی)

ارشاد نبوی ﷺ

جو لوگ بُرے لوگوں میں رہتے ہیں اور باوجود قدرت کے ان کو برائی سے نہیں روکتے اللہ تعالیٰ اُن کو ان کے مرنے سے پہلے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی)

طالب دُعا : خورشید احمد گنائی صاحب واہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر توکّل کرتا ہوں، تیری طرف جھکتا ہوں، تیری مدد سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں، اَے میرے اللہ! میں تیری عزّت کی پناہ چاہتا ہوں، تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، تُو مجھے گمراہی سے بچا، تُو زندہ ہے تیرے سوا کسی کو بقا نہیں، جِنّ و انس سب کیلئے فنا مقدّر ہے۔ (مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ما عمل)

طالب دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آ جانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 118)

دُنیا کو توحید کے نُور سے منور کرنیوالا اور شرک اور مخلوق پرستی کا قلع قمع کرنیوالا نبیؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے کہ جب تمام دنیا میں شرک اور گمراہی اور مخلوق پرستی پھیل چکی تھی اور تمام لوگوں نے اصول حقہ کو چھوڑ دیا تھا اور صراط مستقیم کو بھول بھلا کر ہر یک فرقہ نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی کے اور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی اور انہیں دنوں میں کئی پوران اور پستک کہ جن کے رو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے اور اوتار پرستی کی بنیاد ڈالی گئی، تصنیف ہو چکی تھی اور بقول پادری بورٹ☆ صاحب اور کئی فاضل انگریزوں کے ان دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا اور پادری لوگوں کی بدچلنی اور بداعتقادی سے مذہب عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ چکا تھا اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا۔ پس آنحضرتؐ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربانی کی کمال ضرورت تھی اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو اُمُّ الشُّرُود ہے قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرتؐ خدا کے سچے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 112، حاشیہ نمبر 10)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی کہ دنیا کی تمام قوموں نے سیدھا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا اور نیز یہ بات بھی ہر یک کو معلوم ہے کہ اس فساد موجودہ کے اصلاح کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ تو ان سب مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرتؐ خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 114، حاشیہ نمبر 10)

ہزار دو ہزار نبیوں کا کام اکیلے کرنے والا نبیؐ

آنحضرت کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا اور جو کام حضرت ممدوح کو سپرد ہوا وہ حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا۔ لیکن چونکہ خدا کو منظور تھا جو بنی آدم ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلہ کی طرح ہو جائیں اور غیریت اور بیگانگی جاتی رہے اور جیسے یہ سلسلہ وحدت سے شروع ہوا ہے وحدت پر ہی ختم ہو اس لئے اس نے آخری ہدایت کو تمام دنیا کے لئے مشترک بھیجا۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 116، حاشیہ نمبر 10)

تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم و مکمل نبیؐ کہ اس پر زیادت متصور نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقعہ تھا نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام غضب مرغوب خاطر تھا بلکہ حکیمانہ طور پر رعایت محل اور موقعہ کی ملحوظ طبیعت مبارک تھی، سو قرآن شریف بھی اسی طرز موزون و معتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدت و رحمت و ہیبت و شفقت و نرمی و درشتی ہے.....یعنی طینت معتدلہ محمدؐیہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح درشتی ہے نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہے.....ان کی نسبت ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی تو اے نبی ایک خلق عظیم پر مخلوق و مفطور ہے یعنی اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم و مکمل ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں۔ (براہین احمدیہ سوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 193، حاشیہ نمبر 11)

اعلیٰ فہم و ادراک و اعلیٰ عقل سلیم اور اعلیٰ جمیع اخلاق فاضلہ والا نبی

خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دل کو شیشۂ مصفّٰی سے تشبیہ دی جس میں کسی نوع کی کدورت نہیں۔ یہ **نورِ قلب** ہے۔ پھر آنحضرت کے فہم و ادراک و عقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ جبلی و فطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے اور جو ذریعہ روشنی چراغ ہے یہ **نور عقل** ہے کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائفِ اندرونی کا قوت عقلیہ ہے۔ پھر ان تمام نوروں پر ایک نور آسمانی کا جو وحی ہے نازل ہونا بیان فرمایا۔ یہ **نور وحی** ہے۔ اور انوار ثلاثہ مل کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے۔ یہی حقانی اصول ہے جو وحی کے بارہ میں قدوس قدیم کی طرف سے قانون قدیم ہے اور اس کی ذات پاک کے مناسب ہے۔

(براہین احمدیہ سوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 197، حاشیہ نمبر 11)

جود و سخاوت، زہد و قناعت، مردی و شجاعت اور محبت الٰہیہ میں بینظیر اور بیمثال نبیؐ

جو اخلاق، کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اِعراض عن الدنیا کے متعلق تھے، وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرتؐ سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہو گئے ہوں کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی، نہ کوئی بارگاہ طیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی، اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا، اور کھانے کے لئے نانِ جو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا اور اس دن سے جو ظہور فرمایا تا اس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا، خالصاً خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جود اور سخاوت اور زہد اور قناعت اور مردی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاق فاضلہ ہیں، وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی۔ (براہین احمدیہ سوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 289، حاشیہ نمبر 11)

کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک مساوی نہیں

ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں

حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالبِ حق ارشدك الله تم مُتوجّہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں، اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں، خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجاب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجعِ تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اُتم ہوتا ہے۔

(براہین احمدیہ سوم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 268، حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

عشق الٰہی کے تمام لوازم میں

سب انبیاء سے بڑھ کر، سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا نبیؐ

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لئے خدائے جل شانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ 71، حاشیہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں آپؐ سے حقیقی عشق و محبت کرنیوالا اور آپؐ کی تعلیمات پر دل کیساتھ اور محبت کیساتھ عمل کرنے والا بنائے۔ آمین۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

آسماں پر غافلو اِک جوش ہے ۞ کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے

ہو گیا دِیں کفر کے حملوں سے چُور ۞ چُپ رہے کب تک خداوند غیور

طالبِ دُعا : زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2023ء

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں (مساواتِ انسانی)

(مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً۔ (النساء:2) ترجمہ:۔ اَے لوگو! تم سب اپنے اُس ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اُس ایک جان سے اُس نے اُس کا جوڑا بنایا اور پھر اُس جوڑے سے کثیر التعداد مرد اور عورت پھیلا دیئے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ط اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ۔ (الحجرات :14) ترجمہ:۔ اَے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزّز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُکُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (کہف:111) ترجمہ:۔ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تُو یہ اعلان کردے کہ مَیں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں سوائے اس کے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک (یعنی اللہ) ہی معبود ہے۔

اسلامی مساوات کے فلسفہ کا خلاصہ ان چند قرآنی آیات میں آجاتا ہے جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے اور اس کا ترجمہ سُنایا ہے۔

سورۂ نساء کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُس ابدی اور دائمی حقیقت کی طرف توجّہ دلا کر کہ وہ سب ایک ہی باپ کی اولاد اور ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں، دُنیا میں صحیح مساوات کی بنیاد قائم کردی ہے اور اِس اُصول کی نشاندہی کردی ہے کہ خواہ بعد کے حالات کے نتیجے میں مختلف انسانوں اور مختلف قوموں اور مختلف طبقات میں کتنا ہی فرق پیدا ہوجائے اُنہیں آپس کے معاملات میں اس امر کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ بہرحال اپنی اصل کے لحاظ سے وہ ایک ہی جوڑے کی نسل ہیں۔

اور سورۂ حجرات کی آیت میں مزید وضاحت فرمادی کہ یہ جو انسانی معاشرہ میں مختلف قوموں اور مختلف قبائل کی تقسیم نظر آتی ہے یہ محض تعارف اور شناخت کا ایک ذریعہ ہے۔ اس تقسیم کو ایک دوسرے کے مقابل پر تفاخر اور بڑائی کا ذریعہ نہ بنالو۔ اور یاد رکھو کہ خُدا کے نزدیک بلکہ ایک صالح معاشرہ میں بھی بڑا اور معزّز انسان وہی ہے جو ذاتی طور پر زیادہ اوصافِ حمیدہ کا مالک اور زیادہ متقی اور زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور محسنِ انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** فرما کر کہ یاد رکھو! مَیں بھی تمہارے جیسا ایک بشر ہوں، انسانیت کے شرف کو اُس کی معراج تک پہنچا دیا ہے۔

سامعین کرام! آج دُنیا بدامنی اور بے چینی کا شکار ہے۔ اس کا بڑا سبب ایک تو مذہبی منافرت ہے دوسرے ذات پات کی تفریق اور رنگ و نسل کا امتیاز ہے۔ کہیں سفید فام اور سیاہ فام کا جھگڑا ہے تو کہیں سرمایہ دار اور مزدور کا جھگڑا ہے۔ کہیں قومی برتری کا زعم ہے تو کہیں اعلیٰ ذات کا بھرم ہے، جو اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو کم تَر اور حقیر کرکے دکھاتا ہے اور یُوں انسان، انسان کے درمیان نفرت کی آہنی دیوار کھڑی ہے۔

اس پس منظر میں آج ہر طرف مساوات اور برابری کا چرچا ہے۔ عملی طور پر اِس سبز باغ کا قیام کس حد تک ممکن ہے اور کس حد تک ہو چکا ہے اور زمینی حقائق کیا تصویر پیش کررہے ہیں اس کی تفصیل اس مختصر وقت میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن اعلانات اور پراپیگنڈہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ترقی یافتہ ممالک میں بھی اور ترقی پذیر ممالک میں بھی، مساوات اور برابری قائم کرنے کے خوش آئیند اعلانات موجود ہیں خواہ وہ جمہوری نظام ہو یا سوشلزم یا اشتراکی نظام ہو، سب کا دعویٰ مساوات قائم کرنے کا ہے۔ مثلاً یہ کہ امیر وغریب کا فرق مٹا دیا جائے۔ مَردوں اور عورتوں میں مساوات اور برابری قائم کی جائے۔ حاکم ومحکوم، مالک ومزدور کو ایک صف میں کھڑا کر دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

جبکہ عملی طور پر مساوات قائم کرنے کے لئے سب سے پہلے اس امر کا فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ کن امور میں بنی نوع انسان کے درمیان مساوات اور برابری قائم کی جاسکتی ہے۔ اگر کی جاسکتی ہے تو کس حد تک کی جاسکتی ہے۔

اس کے لئے ہمیں اللہ جو خالقِ حقیقی ہے اُس کی بنیادی صفات ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ صرف پہلی صفت ہی کو لے لیں تو قرآن کریم نے اللہ کو ربّ العالمین قرار دیا ہے۔ یعنی وہ تمام جہانوں، تمام مخلوقات کا ربّ ہے، پروردگار ہے۔ وہ صرف ربّ المسلمین یا ربّ المسیحیین یا ربّ الیہود یا ربّ الہنود نہیں ہے۔ اُس کا آسمانی نظام اور زمینی نظام اُسکی صفتِ ربوبیت ورحمانیت کے تحت ہر انسان کو برابر فیض پہنچا رہا ہے خواہ کوئی انسان اُس خدا کو مانتا ہے یا نہیں اُس کی عبادت کرتا ہے یا نہیں کرتا، اُس کا سورج چاند سب کو روشنی پہنچا رہا ہے اُس کی زمین اُس کے دریا اُس کی ہوا ہر چیز بلا استثناء سب کو فیض پہنچا رہی ہے۔

یہ تو جسمانی پرورش اور نشوونما کے اسباب ہیں۔ اسی طرح روحانی نشوونما اور ترقیات کیلئے بھی خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ ہر قوم میں اپنے رسول اور ہادی بھیجے چنانچہ آیات قرآنی وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلٌ (سورہ یونس:48) اور وَّلِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ۔ (سورہ رعد:8) وغیرہ اس پر شاہد ہیں کہ اللہ نے جو ربّ العالمین ہے ہر قوم اور ہر اُمت میں اپنے ہادی اور رسول بھیجے ہیں۔

اور ان پیغمبروں کے درمیان بھی مساوات رکھ دی چنانچہ فرمایا لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ۔ (سورہ بقرہ:286) کہ ہم مسلمان خدا کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے یعنی منصبِ رسالت کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ ہاں اُن کی ذمہ داریوں اور فرائض اور دائرۂ کار کے لحاظ سے بے شک ان کے مراتب میں تفاوت موجود ہے۔

سامعین کرام! اب خاکسار بنی نوع انسان کی خِلقت یعنی پیدائش اور اُن کی ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کے مدنظر ان کے حقوق وفرائض کے لحاظ سے مساوات کے ضمن میں زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجّۃ الوداع کی روشنی میں چند امور کا اختصار کے ساتھ ذکر پیش کرتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن 9 ہجری میں بیت اللہ شریف کا حج فرمایا روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد صحابہ شامل تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ایک پہلا اور آخری حج تھا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات اور منیٰ کے میدانوں میں طویل خطبہ ارشاد فرمایا جو مختلف روایات کے ذریعے بُخاری شریف اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ احادیث کی کتب میں درج ہے۔ یہ خطبہ بنیادی نوعیت کے انسانی فلاح وبہبود اور قیامت تک آنے والی نسلوں کی تعلیم وتربیت کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے خاکسار اپنے موضوع کے لحاظ سے صرف مساواتِ انسانی کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بصیرت افروز خطبے کے چند اقتباسات کا ترجمہ پیش کرکے کچھ عرض کروں گا۔

گیارہویں ذوالحجہ کو منیٰ کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا:۔

”اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سُنو کیونکہ مَیں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد کبھی بھی مَیں تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہوکر کوئی تقریر کروں گا۔

اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ پس ہوشیار ہوکر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے اسی طرح سرخ وسفید رنگ والے لوگوں کو کالے رنگ کے لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کالے لوگوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں جو بھی ان میں سے اپنی ذاتی نیکی سے آگے نکل جائے وہی افضل ہے۔“

نیز فرمایا:۔

اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے ایمان کے ذریعے تم میں سے زمانہ جاہلیت کے بیجا کبر وغرور اور آباء واجداد کی وجہ سے بے جا تفاخر کرنے کی مرض کو دور کردیا ہے .... یاد رکھو سب لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا۔

نیز فرمایا:۔

”دنیا میں لوگ معدنیات کی طرح ہیں جو ایک ہی قسم کے عناصر ہوتے ہوئے اور ایک ہی قسم کی مٹی کے نیچے دبے ہوئے آہستہ آہستہ مختلف رنگ اور مختلف اوصاف اختیار کرلیتے ہیں مگر سُن لو کہ ترقی اور بڑائی کی جو معروف علامتیں اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں سمجھی جاتی تھیں (یعنی عقل ودانش، سخاوت وشجاعت، طاقت واثر وغیرہ) وہی اب بھی قائم ہیں۔ اور جو لوگ ان اوصاف کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں بڑے سمجھے جاتے تھے وہ اب اسلام میں بھی بڑے سمجھے جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ وہ علمِ دین اور ذاتی نیکی اختیار کرلیں۔“

نیز فرمایا:۔

اے لوگو! تمہارے کچھ حق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حق تم پر ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ عفّت اور پاکیزگی کی زندگی بسر کریں ---۔ اور تمہارا یہ کام ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خوراک اور لباس وغیرہ کا انتظام کرو۔ اور یاد رکھو ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔ تم نے جب انکے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو ان کے حقوق کا ضامن بنایا تھا اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت تم ان کو اپنے گھروں میں لائے تھے۔ (پس خدا تعالیٰ کی ضمانت کی تحقیر نہ کرنا اور عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا)

نیز فرمایا:۔

”اے لوگو! تمہارے ہاتھوں میں ابھی کچھ جنگی

قیدی باقی ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاتے ہو اور ان کو وہی پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی ایسا قصور ہو جائے جو تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو کسی اَور کے پاس فروخت کر دو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور ان کو تکلیف دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔"

نیز فرمایا:۔

"اے لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔ تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو، انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملادیں اور فرمایا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔ تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔"

نیز فرمایا:۔

کیا تمہیں معلوم ہے یہ کونسا مہینہ ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ علاقہ کونسا ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ دن کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! یہ مقدس مہینہ ہے یہ مقدس علاقہ ہے اور یہ حج کا دن ہے۔ ہر جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس طرح یہ مہینہ مقدس ہے، جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے، جس طرح یہ دن مقدس ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اُس کے مال کو مقدس اور حرام قرار دیا ہے۔ یہ حکم آج کے لئے نہیں۔ کل کے لئے نہیں بلکہ اُس دن تک کے لئے ہے کہ تم خدا سے جا ملو۔

پھر فرمایا:۔

یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ آج مجھ سے سُن رہے ہیں اُن کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سُن رہے۔" (بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع)

مختلف روایتوں کے ساتھ مختلف عبارتوں میں یہ خطبات ہم تک پہنچے ہیں۔ ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کونسا مہینہ ہے تو صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول بہتر جانتے ہیں اور یہ کہ ہم نے سمجھا کہ شاید آپ اس مہینہ کا کوئی اَور نام رکھیں۔ پھر آپؐ نے خود ہی جواب دیا کہ کیا یہ حُرمت والا مہینہ نہیں ہے۔

بہر حال قطع نظر روایتوں کے اختلاف کے اس تاریخی اور تاریخ ساز خطبہ میں محسنِ انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اہم اور بنیادی امور کے متعلق ہدایات کو آگے سے آگے پہنچاتے رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ ہدایات صرف وقتی اور کسی ایک علاقہ سے مختص نہیں تھیں بلکہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے رہنما اُصول ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ

(۱)۔ سب سے پہلے تمام بنی نوع انسان اس اُصول کو مدنظر رکھیں کہ سب انسان ایک ہی جنس کی مخلوق اور ایک ہی باپ کی نسل اور ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں لہٰذا سب انسان، انسانیت کے لحاظ سے برابر ہیں۔

(۲)۔ اس نسلی وحدت کے باوجود یہ ممکن ہے کہ جس طرح زمین سے مختلف معدنیات نکلتی ہیں کوئلہ بھی نکلتا ہے، لوہا بھی نکلتا ہے، تانبا بھی نکلتا ہے، سونا بھی نکلتا ہے اسی طرح انسانوں میں بھی مختلف ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں اور استعدادوں اور محنت اور کوشش کے نتیجہ میں مختلف اوصاف اور امتیاز پیدا ہو سکتے ہیں مگر اس امتیاز اور فرق کی وجہ سے کسی قوم یا کسی قبیلہ یا کسی فرد کو دوسرے قوم یا قبیلہ یا افراد پر بے جا فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہئیے۔

(۳)۔ مسلمان اس لحاظ سے کہ وہ ایک نبی کی امّت ہیں اور ایک ہی دامنِ رسالت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی روحانی باپ کے بچے ہیں پس انہیں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئیے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات: 11) تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۴)۔ معاشرہ میں بعض کمزور و نادار لوگ بھی ہوتے ہیں جو صاحبِ حیثیت اور امراء کے خدمت گاروں کے طور پر خدمت کرتے ہیں۔ یا جنگوں میں مفتوح اقوام کے کئی افراد فاتح اقوام کے قبضہ میں آجاتے ہیں اُن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے احکامات صادر فرمائے ہیں جو آج کی مہذب دُنیا میں عمل کرنا تو در کنار تعجب سے دیکھے اور سُنے جاتے ہیں کہ غلاموں اور قیدیوں کو بھی مالکوں کے برابر قرار دیا گیا ہے حالانکہ غلام اور قیدی بھی آخر انسان ہی ہیں لہٰذا ان کے کھانے اور لباس کا خیال رکھنے اور ان کی طاقت سے بڑھ کر خدمت نہ لینے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

(۵)۔ مَردوں اور عورتوں میں مساوات کا آجکل بڑا چرچا ہے اور آئے دن اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو مَردوں سے کمتر خیال کر کے ان کی آزادی کو سلب کر رکھا ہے اور حجاب میں اور گھروں میں قید کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خطبہ میں عورتوں کی نگہداشت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق خاص طور پر تاکید فرمائی ہے اور قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کی خلقت کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس قدر عورت کو اعزاز بخشا گیا ہے اور اُس کے حقوق اور جذبات و احساسات کی حفاظت فرمائی ہے دُنیا کا کوئی سماج اور کوئی مذہب اسکی مثال پیش نہیں کر سکتا یہ ایک الگ مستقل مضمون ہے جسکی تفصیل کا یہاں نہ وقت ہے اور نہ موقع ہے۔

سامعین کرام! اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسانی مساوات قائم کرنے کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن یہ دیکھا ہی نہیں جاتا کہ کن امور میں مساوات قائم کی جانی ہے۔ جہاں تک انسانیت اور بشریت کا تعلق ہے اس لحاظ سے سب انسان برابر ہیں، ہر انسان کی دو آنکھیں، دو کان، دو ہاتھ، دو ٹانگیں، زبان، ناک، دل، دماغ وغیرہ سب انسانوں کو خالقِ حقیقی نے عطا فرمائے ہیں الّا ماشاء اللہ سوائے اس کے کہ بعض معذور انسان بھی ہوتے ہیں۔

لیکن ان انسانوں کے حقوق کی ادائیگی میں مساوات قائم کرنا یہ بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئیے کہ انسانی حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں:۔

(i)۔ ایک وہ حقوق ہیں جو حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں اسکے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۔ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۔ (سورۂ طٰہٰ:119-120)

یعنی پُر امن معاشرہ کی یہ علامت ہے کہ اے انسان تُو اس میں بھوکا نہ رہے اور نہ ضروری لباس سے محروم ہو اور نہ ہی سردی سے ٹھٹھرے اور نہ ہی پیاس کی تکلیف اُٹھائے اور نہ ہی دھوپ کی شدّت میں بغیر چھت کے پڑا جلتا رہے۔

پس ہر حکومت کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ اس بات کا انتظام کرے کہ ملک و قوم کا کوئی فرد ان کم از کم ضرورتوں کی وجہ سے تکلیف نہ اُٹھائے۔

اسی طرح عدل و انصاف قائم کرنا اور قومی عہدوں پر باصلاحیت افراد کو مقرر کرنا اور واجبی ٹیکسوں وغیرہ کے ذریعے دولت کی صحیح تقسیم کا انتظام کرنا وغیرہ یہ سب حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔

(ii)۔ دوسرے حقوق وہ ہیں جو یا تو فطری اور قدرتی رنگ میں حاصل ہوتے ہیں جیسے جسمانی طاقتیں اور دماغی قویٰ وغیرہ یا وہ انفرادی کوشش اور انفرادی محنت اور جدوجہد کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔

اسلام نے ایسے انفرادی حقوق میں بھی مناسب رنگ میں دخل دے کر مختلف افراد اور مختلف طبقات کے فرق کو متوازن کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اشتراکی نظام کیونزم کی طرح جبری رنگ میں سارے فرقوں کو یکسر مٹانے کا طریق اختیار نہیں کیا کہ جس کے نتیجہ میں انفرادی استعدادوں اور صلاحیتوں کو ناکارہ بنا کر رکھ دیا جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے فرقوں کو مٹانا ممکن بھی نہیں ہے۔ مثلاً۔ جسمانی طاقتوں کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟ دماغی قوتوں کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔ ہاں البتہ ہر انسان کی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے اپنے ہم جنس بھائیوں کے لئے ایثار اور قربانی کے جذبہ کو اُبھارا جا سکتا ہے اسکے لئے اسلام نے مختلف پُر حکمت ذرائع بیان فرمائے ہیں۔ جن پر عمل کر کے انفرادی صلاحیتوں کو ضائع کئے بغیر معاشرہ میں مجموعی خوشحالی کی مساوات قائم کی جا سکتی ہے۔

اب خاکسار پیش کردہ اسلامی مساوات کے نکات کے لحاظ سے وقت کی رعایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے چند مثالیں بھی پیش کرتا ہوں۔

انسانی معاشرہ میں مساوات اور برابری کا دم بھرنے والے بھی جانتے ہیں کہ آج کے مہذب معاشرہ میں بھی عام غرباء و مساکین ایسے کمزور اور بے حیثیت سمجھے جاتے ہیں کہ کوئی اُنہیں پاس بٹھانا یا اُن کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ ان کے ساتھ چلنا بھی گویا اپنی ہتک سمجھتا ہے۔ مگر ہمارے محسنِ انسانیت کی تو شان ہی نرالی تھی۔ آپؐ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ

"اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھیو اور اسی حالت میں مسکینوں کی جماعت میں اُٹھانا۔" (ترمذی)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں ایک دیہاتی جس کا نام زاہر تھا شکل و صورت میں بہت سادا اور بھدا تھا ایک دفعہ وہ بازار میں اپنا سودا بیچ رہا تھا اور پسینے میں شرابور تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے جا کر اُسکی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے اُس نے ہاتھوں کے لمس سے اندازہ لگالیا کہ یہ میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر تو وہ خوشی اور محبت سے اپنی پشت حضورؐ کے جسم مبارک سے رگڑنے لگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے میرا یہ غلام کون خریدے گا۔ وہ بولا، اے اللہ کے رسول پھر تو آپ مجھے بہت ہی بے کار سودا پائیں گے مجھے بھلا کون خریدے گا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کے نزدیک تو تم گھاٹے کا سودا نہیں ہو خُدا کے نزدیک تمہاری بڑی قدر و قیمت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد3 صفحہ 11)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غرباء و مساکین کو کھانے وغیرہ کی دعوتوں میں بُلانے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ دعوت بہت بُری ہے جس میں صرف امراء کو بلایا جائے اور غرباء کو شامل نہ کیا جائے۔ (بخاری کتاب النکاح)

● حضرت خدیجہؓ سے جب آپ کی شادی ہوئی تو اُس مالدار خاتون نے اپنا سب مال اور غلام آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے وہ تمام غلام آزاد کر دیئے اور انہی میں سے ایک ہونہار غلام کو آزاد کر کے اپنا متبنّٰی بنالیا اور یہ زید بن محمد کہلانے لگے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ رسم ختم کرنے اور لے پالک بچوں کو اُن کے باپوں کی طرف ہی منسوب کرنے کا ارشاد فرمایا (سورۃ احزاب آیت 5-6) تو وہ پھر زید بن حارثہ کہلانے لگے مگر انہوں نے اپنے والدین کے گھر واپس جانے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہی رہنے کو ترجیح دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس آزاد کردہ غلام سے زندگی بھر بے حد محبت و شفقت کا سلوک فرمایا۔

صرف یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی استعدادوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئی فوجی دستوں کا امیر مقرر فرماتے رہے اور پھر حضرت زیدؓ کی وفات کے بعد ان کے نوجوان بیٹے اُسامہ کو بھی اس قدر عزت بخشی کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جو لشکر تیار فرمایا اُس کی کمان انہی کے سپرد فرمائی جس میں بڑے بڑے صحابہ بھی شامل تھے۔

پس انسانیت کا احترام اور اہلیت کی بناء پر خدمات سپرد کرنے کا عملی اظہار تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم قوم کے اور سماج کے کمزور اور پچھڑے طبقے کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اُسوہ ترقی کرنے والی قوموں کے لئے مشعل راہ ہے۔

سامعین کرام! انسانیت، مانوتا، Humanity محض گوشت پوست سے بنے مجسّمہ کا نام نہیں کہ جس کو کسی بلند جگہ پر رکھ کر اُس کی عزت افزائی یا پرستش کی جائے بلکہ انسانیت نام ہے اُس کے دل ودماغ کی سوچوں اور اُس کے جذبات واحساسات کا۔اُس کی روح اور اُسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا۔اگر ان اقدار کی پاسداری کی جائے تو پھر کہا جاسکتا ہے کہ ہاں اُس نے انسانیت کا احترام قائم کیا ہے۔اس لحاظ سے جب ہم اپنے آقا ومطاع حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسے عجیب حیرت انگیز نمونے نظر آتے ہیں جن کی مثال کہیں اَور ملنا محال ہے۔

ایک انسان اپنے دوستوں ،عزیزوں اور ہم عقیدہ وہم مذہب لوگوں کے ساتھ تو رواداری سے پیش آتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اُس کا غیروں بلکہ مخالفوں اور دُشمنوں کے ساتھ سلوک کیسا ہے۔

ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی کا جنازہ آرہا تھا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس جنازہ کے احترام کے لئے کھڑے ہوگئے۔کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔آپؐ نے فرمایا ’’کیا اس میں جان نہیں تھی۔کیا وہ انسان نہیں تھا؟‘‘(بخاری کتاب الجنائز)

حضرت یعلیٰؓ بن مُرّہ بیان کرتے ہیں مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی سفر کئے۔کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے کسی انسان کی نعش پڑی دیکھی ہو اور اُسے دفن نہ کروایا ہو۔آپ نے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ یہ مسلمان تھا یا کافر۔

چنانچہ جنگِ بدر میں ہلاک ہونے والے (24) مشرک دُشمن سرداروں کو میدانِ بدر کے ایک گڑھے میں دفن کروادیا تھا جسے قلیب بدر کہتے ہیں۔(بخاری کتاب المغازی)

مشرکین مکہ جنگِ اُحد میں رسول اللہؐ کے چچا حضرت حمزہ کے ناک کان کاٹ کر اُن کی نعش کا مُثلہ کر چکے تھے اور یہی اُن کا طریق تھا۔جب غزوۂ احزاب میں ان کا ایک سردار نوفل بن عبد اللہ مخزومی ہلاک ہوا تو وہ سمجھے تھے کہ مسلمان اب ہمارے سردار کا بھی مثلہ کریں گے چنانچہ انہوں نے رسول اللہؐ کو پیغام بھیجا کہ دس ہزار درہم ہم سے لے لیں اور نوفل کی نعش واپس کردیں۔رسول کریمؐ نے فرمایا ہم مُردوں کی قیمت نہیں لیا کرتے۔تم اپنی نعش واپس لے جاؤ۔(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 3)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُشمن قوم کے مقتولوں کا مُثلہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

● جہاں تک مَردوں اور عورتوں میں مساوات کا تعلق ہے ،بدقسمتی سے آج کے ترقی یافتہ دَور میں مساوات اور آزادی کے نام پر عورتوں کا جو استحصال کیا جارہا ہے وہ معاشرہ کے توازن کو بگاڑنے کا موجب ہورہا ہے۔ورنہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں بلکہ بعض احتیاطیں وضع کرکے ان کے حقوق کے تحفظ کی پوری ضمانت بھی دی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ مرد اور عورت میں قدرتی لحاظ سے پیدائش اور جسمانی ساخت کے لحاظ سے جو فرق ہیں اسلام نے ان کو نظر انداز نہیں کیا ہے اور نہ نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔اُن کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام نے مرد اور عورت کی ذمہ داریاں طے کی ہیں۔گھر کا انتظام اور بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا عورتوں کا کام ہے جبکہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ بیوی اور بچوں کی تمام جائز ضروریات کے لئے محنت ومشقت کرکے اخراجات مہیا کرے۔

عورتوں کی آزادی اور مساوات کے نام نہاد علمبرداروں کا عملی کردار دیکھ لیں وہ عورتوں سے ملازمتیں بھی کرواتے ہیں اور کچن کی ذمہ داریاں اور بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی اُنہی پر ڈالتے ہیں یہ تو آزادی اور مساوات کے نام پر عورتوں پر ظلم ہے۔اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام نے عورتوں کے جو حقوق قائم کئے ہیں اور جس حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے اور اُن کو معاشرہ میں جو اعزاز بخشا ہے اُس کا شاندار نمونہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی میں نظر آتا ہے۔

چنانچہ مدنی دَور میں جبکہ آپؐ کی عمر پچاس سال سے تجاوز کرچکی تھی محض تربیتی اور قومی ضروریات کے مدنظر آپ کو متعدد شادیاں کرنی پڑیں اور بیک وقت نَو بیویاں بھی آپ کی تربیت اور کفالت میں رہیں مگر نہایت احسن انتظام اور کمال اعتدال اور انصاف کے ساتھ سب کے حقوق ادا کئے اور سب کا خیال رکھا۔ہر چند کہ اُن کے لئے سامان تعیّش تو درکنار دو وقت کی روٹی بھی پورے طور پر فراہم کرنا مشکل تھا اسکے باوجود ہر بیوی کو آپ کی رفاقت پر ناز تھا اور جب فتوحات اور اموال غنیمت کی کثرت کے دَور میں اللہ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو یہ پیشکش فرمائی کہ اگر تم دُنیوی زندگی اور اسکی زینت کی خواہاں ہو۔تو آؤ میں تمہیں دنیوی مال ومتاع دیکر اپنے سے جُدا کردوں تو بلا استثناء ہر ایک بیوی نے ہر حال میں رسولِ خداؐ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اہل وعیال کے ساتھ کمال شفقت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آپ عام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے۔بکری خود دوہ لیتے۔جوتوں اور گھر کے ڈول کی مرمّت کرلیتے تھے۔رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو زحمت دیئے یا جگائے بغیر کھانا یا دودھ خود نکال کر استعمال فرمالیتے۔

پس ان نیک اور وفا شعار بیویوں کا اخلاص اور وفا دُنیاوی آرام وآسائش کے مدنظر نہ تھا وہ تو آپ کے مُنہ کی بھوکی تھیں آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی گرویدہ تھیں۔آپ کے حُسنِ سلوک اور رافت ورحمت کی مرہون تھیں۔

سامعین کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ازواج مطہرات سے حسن سلوک اور دلداریوں اور نازبرداریوں کو اُس زمانے کے پس منظر میں دیکھیں جب عربوں میں عورت کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی بلکہ مرد انہیں جوتیوں کی طرح استعمال کرتے تھے کہ ایک ناپسند ہوئی تو دوسری بدل لی۔حتّٰی کہ بچی کی پیدائش کو بھی منحوس سمجھا جاتا تھا اور بعض شقی القلب بیٹیوں کو زندہ دَرگور کردیتے تھے۔عورتوں کو ادنیٰ اور بے وقوف سمجھ کر ان کی بات کو توجہ سے سُننا یا ان سے مشورہ کرنا مردوں کے نزدیک ہتک کا موجب خیال کیا جاتا تھا۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صنفِ نازک،اس طبقۂ نسواں کو عزت وشرف کے جس مقام پر بٹھایا آج اس ترقی یافتہ دَور میں بھی جبکہ ہر طرف عورتوں کی آزادی اور مساوات کے نعرے لگائے جارہے ہیں اسکی مثال ملنی مشکل ہے۔

پس محسنِ انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری حج حجۃ الوداع میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ انسانیت کا سر اونچا کرنے والا اور وہ بلند وبالا جھنڈا ہے جو قیامت تک نمایاں طور پر لہراتا رہے گا اور بنی نوع انسان کو درسِ انسانیت دیتا رہے گا۔

عاشقِ رسولؐ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔اسی طرح چاہیئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کی ہنسی نہ کریں۔اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔اگر تم کوئی بُرا کام کروگی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔‘‘(ملفوظات جلد سوم صفحہ 370)

نیز فرمایا:۔

’’مَیں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایکدوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایکدوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں ---خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے---بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سُنے۔اُس کی دلجوئی کرے۔اس کی بات کی عزت کرے۔کوئی چِڑ کی بات مُنہ پر نہ لاوے کہ جس سے دُکھ پہنچے ---اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔مکرم ومعظّم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہوسکتا۔خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 22 تا 23)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 17/دسمبر 2004ء میں سیرت کے موضوع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے آخر پر فرمایا:۔

’’یہ نمونے کبھی پُرانے ہونے والے نہیں۔بلکہ آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنا ہے اور اس کی رضا حاصل کرنی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے دعوے کو سچا ثابت کرکے دکھانا ہے تو ان نمونوں پر چلنا ہوگا۔

آج ہر احمدی کا دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اردگرد کے ماحول میں اُن کمزوروں اور بے سہاروں کو تلاش کریں اور ان سے حُسنِ سلوک کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کے دعوے کو سچا کرکے دکھائیں۔اللہ تعالیٰ اسکی توفیق دے۔آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

......☆......☆......☆......

دُعائے مغفرت

مکرمہ راجہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم راجہ خورشید احمد خان صاحب آف ضلع اسلام آباد صوبہ جموں کشمیر مورخہ 19 جولائی 2024ء کو اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ ایک غیر احمدی گھرانے سے تھیں۔شادی کے بعد بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئی تھیں اور پھر جان ودل سے عہد بیعت نبھایا۔صوم وصلوٰۃ کی پابند،خلافت کی شیدائی تھیں۔موصوفہ کو قادیان سے گہری محبت تھی۔یہی وجہ تھی کہ ہر سال جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کرتیں۔مرحومہ نے اپنے پیچھے 6 لڑکیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ایک لڑکی کی شادی جماعت احمدیہ رشی نگر اور ایک کی شادی جماعت احمدیہ آسنور میں ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے قریبیوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔ (راجہ جمیل احمد انسپکٹر ہفت روزہ بدر)

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2023ء

سیرت صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ

(مکرم مولانا زین الدین حامد صاحب، ناظم دار القضاء قادیان)

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِینَ مَعَہُ أَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ تَرَاہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔(الفتح 30)

اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے:۔محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

خاکسار اس مبارک موقع پر صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں عرض کرے گا۔ان شاء اللہ

سامعین کرام۔آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی اور حسن تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرام کے اندر جو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی انقلاب رونما ہوا اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

احیت اموات القرون بجلوة
ماذا یماثلك بهذا الشان

یعنی تو نے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کیا۔کون ہے جو اس شان میں تیرا مثیل ہو سکے۔

حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ حضور ﷺ ان کو آسمان روحانیت کے چمکتے دمکتے ستاروں سے تشبیہ دی فرمایا

أصحابی کالنجوم
بأیهم اقتدیتم اهتدیتم

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

صحابہ کی شان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں::۔

أن الصحابة کلهم کذکاء
قد نوروا وجه الوریٰ بضیاء

یعنی صحابہ سب کے سب سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے مخلوقات کا چہرہ اپنی روشی سے منور کر دیا۔

حضرات ان درخشندہ ستاروں میں سے ایک عظیم الشان ستارہ سیدنا حضرت عثمانؓ کا وجود ہے جو خلافت راشدہ کا تیسرا مظہر بن کر اسلام کی سربلندی کے لئے عظیم شان کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی خاطر جام شہادت نوش فرما گیا۔رضی اللہ عنہٗ ورضو عنہٗ

حضرت عثمانؓ قریش کے قبیلہ بنو امیہ میں اصحاب الفیل کے واقعہ سے پانچ سال بعد سن 575 عیسوی میں مکہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کپڑے کے تاجر تھے اور کافی امیر آدمی تھے۔بچپن سے ہی آپ کی طبیعت نیکی کی طرف مائل تھی۔آپ کی عمر اس وقت 34، 35 سال تھی جب نبی کریم ﷺ نے خدا کے حکم سے دعوی نبوت فرمایا۔آپ حضرت محمد ﷺ کو ان کے بلند اخلاق کی وجہ سے بہت اچھا سمجھتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے بھی دوستانہ تعلقات تھے۔حضرت ابو بکر صدیق آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے میں سب پر سبقت لے گئے۔ ان دنوں حضرت عثمانؓ تجارت کے سلسلہ میں شام گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دیگر دوستوں کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان کو بھی با اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔چنانچہ باری باری سب نے بیعت کی۔ان میں حضرت عثمانؓ سب سے پہلے بیعت کرنے والے بنے۔

نبوت کے چوتھے سال کے آغاز میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کھلم کھلا تبلیغ کرنے کا حکم دیا اور جلد ہی مکہ کے گلی کوچوں میں اسلام کا چرچا ہونے لگا جس کے نتیجہ میں قریش مکہ نے مخالفت شروع کی اور جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو منحرف کرنے کے لئے ظلم شروع کر دیا۔آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو خوب مارا پیٹا اور آنحضرت ﷺ کے پاس جانے سے روکنے کے لیے آپ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ آپ نے صبر و تحمّل سے کام لیا اور ان مصائب کی کچھ پرواہ نہ کی۔ چند دن بعد آپ کے چچا نے غصہ میں آکر آپ کو گھر سے نکال دیا۔

حضرت عثمانؓ بہت نیک، باعزت، خوبصورت اور شریف نوجوان تھے اور اپنے خاندان سے الگ کر دیئے گئے تھے۔اس لیے آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی رقیہ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔

مکہ میں دن بدن قریش کے سرداروں کے منصوبوں کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے تکالیف کا سلسلہ بڑھ رہا تھا اور حضرت عثمانؓ کو بھی سخت خطرہ تھا۔ ان حالات میں بعض مسلمان مردوں اور عورتوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت مل گئی ان میں حضرت عثمانؓ اور ان کی بیوی حضرت رقیہ بھی شامل تھیں۔ جب آپؓ حبشہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ ہی امیر قافلہ تھے۔حبشہ میں اپنے مختصر قیام کے دوران آپ کو تبلیغ کی بھی توفیق ملتی رہی۔اس طرح آپ بھی ان چند خوش نصیبوں میں سے تھے جنہیں اسلام کے آغاز میں ہی بیرونِ ملک تبلیغ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جب آنحضرت ﷺ نے ایک ایک دو دو کر کے مکہ کے مسلمانوں کو یثرب (مدینہ) ہجرت کرنے کی اجازت دیدی تب حضرت عثمانؓ بھی اپنی اہلیہ حضرت رقیہ کو ساتھ لے کر مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے۔مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت رقیہ انتقال کر گئیں۔حضرت رقیہ کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا۔اس طرح آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کے نتیجہ میں آپ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

حضرات! عرب میں قدیم سے غلامی کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی اور غلام آزاد کرنے کو ایک بہت بڑی نیکی قرار دیا۔روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ہزاروں غلاموں کو آزاد کیا اور مدینہ کی کوئی گلی ایسی نہ تھی جہاں آپ کا خرید کردہ آزاد غلام نظر نہ آئے۔ بعد میں اس نیک کام کو جاری رکھنے کے لیے آپ نے یہ معمول بنا لیا کہ ہر جمعہ کے روز ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کو بعض غیر معمولی مالی خدمات کی سعادت ملی۔ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں پر نہایت تنگی کا زمانہ تھا چنانچہ بنیادی ضرورتوں میں سے ایک پینے کا پانی تھا آنحضرت ﷺ نے ایک دن مسلمانوں میں تحریک فرمائی کہ میٹھے پانی کا کنواں جو ایک یہودی کی ملکیت تھا اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جائے چنانچہ آپ نے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت محمد ﷺ حضرت عثمانؓ اور باقی صحابہ کو مدینہ آئے ہوئے چھ سال گذر چکے تھے۔مشرکین مکہ کی طرف سے حج ان کا بند کر دیا گیا تھا۔ان حالات میں آپ ﷺ نے ایک مبارک خواب دیکھا کہ آپؐ چودہ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اس خواب کے مطابق چودہ پندرہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر آپؐ طواف کے لیے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے قریش کے ساتھ بات چیت کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ اسلام میں جانا جاتا ہے اور اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اسلام کا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیجا۔اسلام کے سفیر کے طور پر حضرت عثمانؓ کا حدیبیہ میں خدمت سرانجام دینا آپ کی زندگی کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے اور اپنے دُور رس نتائج کے پیش نظر ایک بہت بڑی خدمت ہے۔

صلح حدیبیہ کے دو سال بعد اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ رنگ دکھایا کہ 8 ہجری میں آنحضرت ﷺ وسلم دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔حضرت عثمانؓ بھی ان میں شامل تھے۔

جوں جوں اسلام پھیل رہا تھا مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی اور مسجد نبوی ناکافی ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی توسیع کا منصوبہ بنایا اور صحابہ کو تحریک فرمائی کہ مسجد کے اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لیے جائیں۔ حضرت عثمانؓ کو مالی وسعت حاصل تھی اور آپ کے اندر مالی قربانی کا جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا۔آپ نے فوراً 25-30 ہزار درہم کا انتظام کیا اور مسجد نبوی کے اردگرد کے مکانات اور زمین وغیرہ خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے۔آپ کی اس قربانی اور دینی خدمت کو قیامت تک آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی۔

آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک کے لئے مالی قربانی کی تحریک فرمائی حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر ایک ہزار اونٹ جن میں سے سو اناج سے لدے ہوئے تھے، سو یا پچاس گھوڑے اور دس ہزار دینار نقد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کئے اور فوج کے ایک تہائی کے لیے ہر قسم کی ضروریات پیش فرمائیں۔آنحضرت ﷺ حضرت عثمانؓ کی اس غیر معمولی قربانی سے بہت خوش ہوئے۔حضرت عثمانؓ خود بھی اس غزوہ میں شامل ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کو جو خدمات اسلام کے لیے سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے ایک نمایاں خدمت قرآن کریم کی کتابت ہے۔آپ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کاتب وحی کا کام کیا کرتے تھے۔حضرت عثمانؓ کو کتابت وحی اور آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق آیات اور سورتوں کی ترتیب کا کام کرنے کی خدمت بھی نصیب ہوئی اور یہ سلسلہ سارے قرآن کریم کے نزول اور آخری ترتیب تک جاری رہا۔

حضرت عثمانؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں آپ کا دست و بازو بن کر خدمات کی توفیق ملتی رہی۔حضرت ابو بکرؓ کے امور خلافت میں آپ نہایت قیمتی مشورے دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی بنے اور آپؓ نے جب استحکام سلطنت کے لیے مختلف محکمے بنائے تو حضرت عثمانؓ کو صدقات کے حساب کتاب پر مامور فرمایا۔آپؓ امین خلافت کہلاتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ پر 23 ذی الحجہ 23 ہجری کو قاتلانہ حملہ ہوا۔حضرت عمرؓ نے خلافت کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی۔اس میں سر فہرست حضرت عثمان بن عفانؓ کا نام بھی تھا۔

حملہ کے چار دن بعد حضرت عمرؓ کی وفات 27 ذی الحجہ 23 ہجری کو ہوئی اور اس کے تین دن بعد حضرت عثمانؓ کو کثرت رائے سے خلیفہ ثالث منتخب کیا گیا۔

حضرت عمرؓ جو نظام حکومت چھوڑ گئے تھے اسی کو

آپؓ نے جاری رکھا اور کوئی خاص تبدیلی نہ فرمائی۔

البتہ بعد میں ضرورت کے مطابق آپؓ نے بعض گورنر تبدیل فرمائے۔ آپؓ نے سارے عالم اسلام میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ دلائی اور نماز جمعہ سے پہلے دوسری اذان کی ابتداء آپؓ ہی نے فرمائی۔

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں کئی نئی تعمیرات ہوئیں۔ وسیع تعمیرات کے منصوبے بنے اور رفاہ عامہ کے کام ہوئے، کئی پبلک عمارات، سڑکیں، پل، مسافر خانے اور سرائیں تعمیر ہوئیں۔ آپؓ کے عہد میں جو علاقے فتح ہوئے تھے ان میں فوجی چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں۔ اسی طرح قومی چراگاہوں میں بھی اضافہ کیا گیا اور لوگوں کو پہلے کی نسبت زیادہ سہولتیں میسر آنے لگیں۔

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں جہاں ملک پر ملک فتح ہوتے گئے اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے وہیں مملکت اسلامیہ میں خلافت اور مرکزیت دونوں ختم کرنے کے مذموم منصوبہ کے تحت یمن کے رہنے والے ایک نہایت بد باطن یہودی عبداللہ بن سبا کی سرکردگی میں خطرناک فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا اور انہی فتنوں کا نتیجہ تھا جو آپؓ کی شہادت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔

شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر 82 سال تھی۔ آپؓ نہایت متقی، پرہیزگار اور متوکل انسان تھے۔ آپؓ کی ساری عمر خدمت اسلام اور عبادات بجالانے میں گزری۔ آپؓ ان خاص صحابہ میں سے تھے جن کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بطور خاص محبت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کئی مرتبہ اپنی زندگی میں آپ سے راضی ہونے کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں جس کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کا خطاب ملا۔

جس طرح آپ نے اسلام کی سربلندی، اشاعت قرآن اور خلافت کے قیام کے لیے اپنا مال، جان، وقت اور عزت سب کچھ قربان کر دیا۔ بڑی وفا کے ساتھ اللہ کے کاموں میں لگے رہے اور فتنوں کے وقت باوجود طاقت اور قدرت کے امن کا شہزادہ بن کر صبر کا ایسا نمونہ دکھایا کہ آنے والی نسلیں قیامت تک آپ کے پاک نمونہ سے سبق حاصل کرتی رہیں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا تذکرہ

تقریر کے دوسرے حصہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کی مقدس سیرت کے حوالے سے کچھ بیان کرتا ہوں۔ جب ہم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بلا شبہ یہ بات سامنے آتی ہے کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے تمام عادات اور اوصاف حمیدہ سب کے سب علی قدر مراتب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے صحابہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بزرگ صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی مقدس سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات پیش کرتا ہوں۔

حضرات! حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ایک معزز خاندان غوری سے ہے، آپ ریاست مالیر کوٹلہ کے رئیس تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ شیخ صدر جہاں صاحب ایک باخدا بزرگ اور جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نواب غلام محمد خان صاحب تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم جنوری 1870 عیسوی کو نواب بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ اپنی والدہ کے پہلے اور بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔ بچپن سے ہی آپ میں مذہبی ذوق وشوق پیدا ہو چکا تھا۔ براہ راست حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق کا آغاز ہونے سے قبل حضرت نواب صاحب کے خاندان کے ایک معزز فرد کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اچھے تعلقات پیدا ہو چکے تھے جو بالآخر حضور علیہ السلام کے مالیر کوٹلہ تشریف لے جانے کا موجب ہوئے اور 1884 میں حضور علیہ السلام نے یہ سفر اس لیے فرمایا تھا کہ نواب ابراہیم علی خان صاحب نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں حصہ لیا تھا اور ان کی بیماری کی خبر پا کر دعا کے لیے بھی تشریف لے گئے تاکہ عیادت اور شکریہ کی عملی روح نمایاں ہو۔

حضرت نواب صاحب کی پرورش ابتداء سے ہی مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ ابتدائی عمر میں آپ نے اپنے استاد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر سنا۔ آپ پر مذہب کا بہت اثر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان دنوں کوئی دعویٰ نہ تھا رفتہ رفتہ حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر آپ تک پہنچتا رہا۔

حضرت نواب صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام سے خط وکتابت 1899 میں شروع کی۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے 1890 عیسوی میں 20 سال کی عمر میں قادیان کا تاریخی سفر کیا۔ آپ کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سعادت ودیعت ہوئی تھی یہ سفر آپ نے تحقیق حق کی خاطر کیا کیونکہ ابھی تک آپ حلقہ بگوش احمدیت نہ ہوئے تھے بعد ازاں بعض سوالات کا اطمینان بخش جواب پانے کے بعد آپ نے بلا تامل بیعت کا خط لکھا۔ رجسٹر بیعت میں آپ کا بیعت نمبر 210 اور تاریخ بیعت 19 نومبر 1890 درج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں حضرت نواب صاحب اور آپ کے خاندان کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو اپنے ایک مکتوب میں بار بار تحریک فرمائی کہ کچھ عرصہ حضور علیہ السلام کی صحبت میں آکر رہیں۔ حضورؑ نے ایک مکتوب کے آخر پر فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے 27 دسمبر 1892 کے جلسہ میں ضرور تشریف لاویں۔''

چنانچہ حضرت نواب صاحب اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ اور شفقت اور دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نواب صاحب کے لیے تمام مشکلات آسان کر دیں اور انشراح قلب کے ساتھ قادیان ہجرت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہجرت کے بعد آپ اپنے دو کچے کمروں میں آکر ٹھہرے جو ''الدار'' سے ملحق تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت بے پایاں کا گونا گوں رنگ میں اظہار ہوتا رہا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو قادیان میں مکان بنانے کی بھی کئی مرتبہ تحریک فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مکانات کو بہت برکت عطا فرمائی۔ حضرت نواب صاحب کی اہلیہ اول کے بطن سے دو لڑکیاں ایک امۃ السلام جو چند ماہ بعد وفات پا گئی اور دوسری بیٹی حضرت بوزینب بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب جن کی ولادت 19 مئی 1893 میں ہوئی تھی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت 17 فروری 1908 عیسوی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے ہوگیا یہ نکاح حضرت مولوی نور الدین صاحب نے پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 14 مارچ 1909 کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رخصت ہوکر حضرت نواب صاحب کے گھر آئیں۔ حضرت نواب صاحب کی اہلیہ اول سے اکلوتی بیٹی حضرت نواب بوزینب بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر حضرت مرزا شریف احمد صاحب سے 9 مئی 1909 کو ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مبارک زندگی میں یہ رشتہ طے فرمایا تھا۔ حضرت بوزینب صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح خامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دادی محترمہ ہیں۔

اگرچہ نواب صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عمر میں 27 سال کا فرق تھا اس کے باوجود حضرت نواب صاحب حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عقل، سمجھ، محبت، وفا اور سیرت کے قدردان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ مقدس باپ کی مبارک بیٹی ہیں۔ حضرت نواب صاحب چھوٹی چھوٹی بات میں بھی حضرت بیگم صاحبہ سے برکت لینے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ نئے سال کے کیلنڈر آپ نے حضرت بیگم صاحبہ کو دیا کہ اس پر کچھ شعر لکھ دیجئے۔

حضرت بیگم صاحبہ نے کیلنڈر کے سرورق پر لکھا:

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

آپ فرماتی ہیں کہ یہ شعر حضرت نواب صاحب ہمیشہ نئے سال کے کیلنڈر کے سرورق پر لکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت نواب صاحب اکثر آپ سے اشعار کی فرمائش کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نواب صاحب کو بارہا قادیان آنے اور قادیان میں مکان بنانے کی تحریک فرما چکے تھے چنانچہ حضرت نواب صاحب نے ہجرت سے پہلے ایک دو کچے کمرے دار المسیح سے ملحق جانب مشرق تعمیر کروائے اور چند سال بعد انہیں گرا کر ایک پختہ چوبارہ تعمیر کروایا یہ چوبارہ ''الدار'' کا ہی حصہ ہے۔ خلافت اولیٰ میں آپ نے قادیان کی اس وقت کی آبادی سے باہر ایک کھلی جگہ پر دارالسلام کوٹھی تعمیر کروائی جس میں باغ بھی لگوایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو خط بھجوایا کہ قادیان آتے ہوئے اپنا فونوگراف ساتھ لیتے آئیں تاکہ غیر ممالک میں دعوت الی اللہ کی غرض سے کچھ پیغام بھرے جائیں۔ چنانچہ حضرت نواب صاحب فونوگراف قادیان لائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم آواز آرہی ہے یہ فون وگراف سے اور کچھ دیگر نظمیں اور تقریریں بھری گئیں۔ حضرت نواب صاحب کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے فونوگراف میں غیر ممالک میں دعوت الی اللہ کے لیے پیغام ریکارڈ کیا گیا۔

حضرت نواب صاحب ایک مردم شناس قدردان معاملہ فہم اور وفادار بزرگ تھے خدا تعالیٰ نے آپ کو قلب سلیم اور دماغ فہیم عطا فرمایا تھا اس لیے آپ ہر مسئلہ کی تحقیق خود کرتے تھے۔ تعصب اور غصہ ہرگز نہ تھا سچ کے قبول کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے ابتدائی مذہبی تعلیم کے بعد لاہور کے Aitchison College میں داخل ہوئے جو حکومت نے رؤسائے پنجاب کے بچوں کے لیے قائم کیا تھا۔ خواتین کی اصلاح کے لیے آپ نے ایک انجمن مصلح الاخوان قائم کی اور ایک اسکول قائم کیا جس کے کل اخراجات آپ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ آپ کو تعلیم کی عام ترویج کا بہت شوق تھا۔ مدرسہ احمدیہ کے لیے کئی مرتبہ مالی تعاون کیا اور آپ ہی کی عالی ہمتی سے قادیان میں کالج کا قیام ہوا۔

آپ کی فطرت میں سخاوت کا طبعی جوش تھا اور جماعت کے غرباء آپ کی فیاضیوں سے آسودگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کبھی غم زدہ اور فکر مند نہ ہوتے تھے۔ ہمیشہ چہرے پر خوشی اور مسرت رہتی تھی اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور بھروسہ تھا۔ انکساری کا یہ عالم تھا کہ مسجد مبارک میں سب سے آخری صف میں جوتیوں کے قریب بیٹھ جاتے تھے۔ سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

حضرت نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ سے حد درجہ اخلاص اور اطاعت کا تعلق رکھتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آخری دو ہفتے نواب صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ کی عیادت وخدمت کا بہترین موقع میسر آیا۔ ڈاکٹروں نے قصبہ سے باہر کسی کھلی جگہ رہنے کا مشورہ دیا جس پر حضرت نواب صاحب نے اپنی کوٹھی دارالسلام کا ایک حصہ حضورؓ کے لیے خالی کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے 27 فروری 1914 کو یہاں نقل مکانی فرمائی اور اس جگہ کو بہت پسند فرمایا۔ دو ہفتے بعد 13 مارچ 1914 کو حضرت خلیفہ اولؓ نے دارالسلام میں ہی وفات پائی۔

باقی صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2023ء

صحابیات رسول ﷺ کی عدیم المثال قربانیاں

(مکرمہ امۃ الوسیع شائلہ صاحبہ نائب صدر اوّل لجنہ اماء اللہ بھارت)

قابل احترام صدر صاحبہ اور معزز سامعات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کی اس بابرکت مجلس میں خاکسار کی تقریر کا عنوان ہے:

’’صحابیاتِ رسول ﷺ کی عدیم المثال قربانیاں‘‘

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَھُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَلَنَجۡزِیَنَّھُمۡ اَجۡرَھُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴿۹۷﴾ (النحل:98)

یعنی مرد یا عورت میں سے جو بھی نیکیاں بجالائے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اسے ہم یقیناً ایک حیات طیبہ کی صورت میں زندہ کر دیں گے اور انہیں ضرور ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے جو وہ کرتے رہے۔

اسی طرح حدیث شریف ہے:۔

حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

میں نے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالی نے میری طرف وحی کی۔ اے محمد! تیرے صحابہ کا میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے آسمان میں ستارے ہیں۔ بعض بعض سے روشن تر ہیں لیکن نور ہر ایک میں موجود ہے۔ پس جس نے تیرے کسی صحابی کی پیروی کی میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ کتاب المناقب مناقب الصحابہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مذہب کی تاریخ میں عورت کا بڑا مقام ہے اور عورت کے قابل تعریف کاموں کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے اور بیان فرمایا ہے اور انہی قابل تعریف اور اہم کاموں کی وجہ سے عورت کو ان انعامات میں حصہ دار بنایا گیا ہے جن کاموں کی وجہ سے مرد اس کے اجر کے حقدار ٹھہرائے گئے ہیں یا نوازے گئے ہیں۔‘‘

(خطاب مستورات برموقع جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء)

سامعات! ان احکامات کی پابندی کرنے کے لئے ہم عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ صحابیاتؓ کی سیرت اور ان کی پاکیزہ زندگی کی عظیم قربانیوں کے واقعات کو دوہراتے رہیں تا کہ ہمارے سامنے ہر وقت ان روشن نمونوں کی یاد تازہ رہے اور ہمارے ایمانوں کو جلاء ملتی رہے اور ہمارے اور ہماری اولادوں کے اندر وہ جوش و جذبہ اور دین سے محبت پیدا ہو کہ ہم اسلام کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

آنحضرت ﷺ کی صحابیاتؓ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے انکی دین اسلام کی خاطر ایسی ایسی قربانیوں کی مثالیں نظر آتی ہیں جن کی نظیر کسی مذہب میں نظر نہیں آتی۔ کہیں مالی قربانی کی درخشاں مثال ہے کہیں جذبات کی قربانی ہے کہیں جانیں پیش ہو رہی ہیں کہیں اولاد کو نصیحت کی ہے کہ اگر پیٹھ دکھائی تو قیامت کے دن دودھ نہ بخشونگی۔

اس طرح کے بے شمار ایمان افروز نظارے ہیں آسمانِ اسلام پر یہ صحابیاتؓ سروشن ستاروں کی مانند جگمگاتی نظر آتی ہیں۔ صحابیاتِ رسول ﷺ کی عدیم المثال قربانیاں ایک طویل سلسلہ ہے۔ چند منٹ کی ایک تقریر میں ان تمام کا تذکرہ بہت مشکل امر ہے۔ آج چند صحابیات کی قربانیوں کا ذکر کروں گی۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ وفاداری، عقیدت اور محبت کی حیرت انگیز مثالیں قائم کیں۔ دین کیلئے قربانیاں پیش کیں، تکالیف برداشت کیں اور محاذِ جنگ پر مختلف خدمات سرانجام دیں۔

سامعات! سب سے پہلے اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کروں گی جن کو ہر قسم کی قربانی میں اوّلیت کا مقام حاصل ہے۔

چالیس سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ سے شادی ہوئی۔ اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پایا ہوا سارا سرمایہ جسے خود محنت کر کے بڑھایا تھا نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کیونکہ آپؓ کے دل نے حق الیقین کے ساتھ یہ گواہی دی تھی کہ میرا ساتھی قابلِ اعتماد اور مخلص ہے۔ یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ اس سرمائے نے اسلام کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کیا۔ دنیا نے آنحضرت ﷺ کے حسین کردار کا یہ رخ دیکھا کہ آپؐ کو دولت کی کوئی لالچ نہیں اور وہ غرباء ومساکین کے ہمدرد ہیں۔ غلاموں کو آزاد کرنے سے آپؐ کے انسانی حقوق کی پاسداری کا جذبہ عیاں ہوا۔ ایک خاتون کی قربانی بہت رنگ لائی جس کی تصدیق خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی آپؐ کا ایک قول شاہد ہے فرمایا:

خدیجہؓ نے اُس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب باقی لوگوں کو اس کی توفیق نہیں ملی۔

(مسند احمد جلد 6 صفحہ 118)

اپنے شوہر کا عبادت میں شغف دیکھا تو حارج نہیں ہوئیں بلکہ معاون ہو کر دل و جان سے خدمت میں لگ گئیں۔ غار حرا کی تنہائی میں عبادت کے زمانے میں آپؓ کم و بیش پچپن سال کی ہوں گی۔ خود آپؐ کے لئے کھانا تیار کر کے دیتیں اور کبھی زیادہ دن بھی ہو جاتے تو خود کھانا لے کر غار حرا میں جاتیں، غار حرا کے سنگلاخ رستے اور بلندی کو ذہن میں رکھ کر اس عظیم خاتون کی قربانی کا اندازہ لگایئے۔ یہ اتنا بڑا کام تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بھی تحسین کا پیغام آیا۔ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا:

’’یا رسول اللہ! یہ حضرت خدیجہؓ ایک برتن لئے آرہی ہیں جس میں سالن کھانا یا پینے کی کوئی چیز ہے جب یہ آپ کے پاس آجائیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہئے اور جنت میں موتیوں کے محل کی بشارت دیجئے جس میں کوئی شور وشغب یا تھکان نہ ہوگی۔‘‘

(صحیح مسلم کتاب الفضائل الصحابہ باب فضل خدیجہؓ)

جب آنحضرت ﷺ کو منصب نبوت عطا ہوا اس وقت دونوں کی رفاقت کو پندرہ سال ہو گئے تھے۔ فکری ہم آہنگی دیکھئے کہ اس اولوالعزم خاتون نے آپؐ کی تائید میں ایسا جملہ کہا جو آپؓ کے اسوۂ حسنہ کا آئینہ دار بنا۔ آپؓ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کبھی آپؐ کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور سچی بات کہتے ہیں۔ آپؐ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایسے اخلاقِ فاضلہ رکھنے والے انسان کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔‘‘

(بخاری کتاب بدء الوحی)

اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت کا زور وشور آپؓ نے دیکھا۔ 7 نبوی میں قریش نے اسلام کی تباہی کے لئے جب یہ تدبیر سوچی کہ محمد (ﷺ) اور آپؐ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کیا جائے۔ ان محصورین میں حضرت محمدؐ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ بھی شامل تھیں۔ تین سال کا یہ عرصہ مسلسل قربانیوں میں گزرا۔ کھلے آسمان تلے بھوک، پیاس، موسم کی شدتیں، عزیزوں سے جدائی اور بہت کچھ سہا۔ پر رسولِ خدا کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مگر فاقوں نے اپنا اثر دکھایا اور ان ایام کرب و بلا کی تاب نہ لا کر آپؓ کی یہ وفا شعار بیوی انتقال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آنحضرتؐ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی جدائی کا غم عمر بھر نہیں بھلا سکے۔ آپؓ کس قدر خوش قسمت خاتون تھیں جن کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

’’خدیجہؓ سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائی تھی جب ساری دنیا میرا انکار کر رہی تھی اور اُس نے اس وقت میری تصدیق کی جب ساری دنیا مجھے جھٹلا رہی تھی اور اُس وقت اس نے اپنے مال کے ساتھ میری ہمدردی اور خیر خواہی کی جب تمام لوگ مجھے چھوڑ چکے تھے۔ اے عائشہ! میں کیا کروں خدیجہؓ کی محبت تو مجھے پلا دی گئی ہے اور میرے دل میں بٹھا دی گئی ہے۔‘‘

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل خدیجہؓ)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کے الفاظ میں آپؓ کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ فرماتے ہیں:

اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ! آج اس دنیا میں موجود نہیں اور آپ کی قبر کے آثار بھی معدوم ہو چکے ہیں۔ مگر آپکا کام اور نام دونوں زندۂ جاوید ہیں اسی طرح آنحضرتؐ کے مبارک ہونٹوں سے نکلے ہوئے تعریفی کلمات بھی فضائے بسیط سے مٹ نہیں سکتے۔ وہ یقیناً ہر عاشقِ رسولؐ کے دل و دماغ میں محفوظ ہیں اور حشر تک گونجتے رہینگے۔ حضرت خدیجہؓ جلال اور تقدس کے ابدی تخت پر بیٹھنے والے زندہ رسول اور نبیوں کے شہنشاہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی اوّلین رفیقۂ حیات ہونیکی حیثیت سے یقیناً ملکہ دوجہاں ہیں۔

ربّ محمدؐ کی قسم! دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہ تو آپ کا یہ روحانی تاج چھین سکتی ہے اور نہ آپؓ کی آسمانی بادشاہت پر کبھی زوال آسکتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزۡوَاجِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ۔

دوسرا ذکر آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہؓ کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی تصویر ریشمی رومال میں لپٹی ہوئی دکھائی۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی زندگی کے کم و بیش صرف نو سال آنحضرت ﷺ کے ساتھ گزارے۔ ان چند سالوں کا لمحہ لمحہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے دین سیکھنے اور آپؐ کی حرکات وسکنات کو بغور مشاہدہ کرنے میں گزارا اور اس قدر دین سیکھ لیا کہ آپؓ کا شمار مُجۡتَھِدِیۡن صحابہ میں ہوتا ہے۔

جامعہ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں۔ حضرت عائشہؓ باوجود اس کے کہ کم عمری میں آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ آنحضرت ﷺ کا پوری طرح ساتھ دیا۔ آنحضرتؐ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کئی کئی دن گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ مٹی کا بنا ہوا گھر تھا۔ حضرت عائشہؓ گھر کا سارا کام کرتیں چکی پیستیں۔ آٹا گوندھتیں۔ کھانا تیار کرتیں۔ آنحضرت ﷺ کا بستر ہمیشہ اپنے ہاتھ سے بچھاتیں۔ سرہانے پانی اور مسواک رکھتیں۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے ہر زوجہ کے پاس ایک جوڑا کپڑے کے علاوہ اور کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ آپ غزوات میں بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوا کرتیں اور زخمیوں کو پانی پلانے کا کام کرتیں۔

جب فتوحات کا دور شروع ہو گیا اور مالِ غنیمت کافی آنے لگا تو ازواجؓ نے بھی نفقہ میں اضافے کا تقاضا کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو نا گوار ہوا اور آپؐ نے ایک ماہ کے لئے تمام بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جب ایلاء کی مدت ختم ہوئی تو آنحضرت

ﷺ سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور اللہ کا حکم سورۃ الاحزاب کی آیات 28-29 سنائیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ اگر تم دنیا اور اسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے کر رخصت کر دیتا ہوں۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کی زندگی کے گھر چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کے لئے بہت بڑا انعام تجویز کر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

’’اس کا جواب چاہتا ہوں۔‘‘

سامعات! بیشک وقتی طور پر مالِ غنیمت کافی مقدار میں آتا دیکھ ازواجؓ نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کر بیٹھی تھیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی ناراضگی بھلا کس کو گوارا تھی؟ حضرت عائشہؓ نے فوراً جواب دیا میرے آقا! میں خدا اور رسول اور آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ اور دنیا کی تمام مسلمان عورتوں کے لئے مثال قائم فرمادی۔

جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر صرف بیس سال تھی۔ آپ نے نہایت صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا۔ آپؓ کا حجرہ آنحضرتؐ کی آخری آرام گاہ بنا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی تدفین بھی اسی حجرہ میں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی ذات کے ساتھ جزبات کی ایک بہت بڑی قربانی وابستہ ہے۔ آپؓ نے اپنے حجرے میں باقی جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی مگر جب حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور اس حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت مانگی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج میں اپنی ذات پر عمر کو ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کی یہ عظیم قربانی ہے کہ محبوب ترین شوہر اور عظیم باپ کے ساتھ دفن ہونے کی اپنی خواہش کو خلیفہ کی خواہش پوری کرنے کے لئے قربان کر دیا۔

سامعات! حضرت امّ سلمہؓ کا حال ملاحظ فرمائیں آپ نے نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انکے خاوند ابوسلمہؓ آنحضورؐ کے رضائی بھائی تھے۔ یہ ہجرت کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ حبشہ سے واپس آکر مدینہ ہجرت کرنا چاہتی تھیں۔ کیونکہ مکہ کی سرزمین پہلے سے زیادہ خونخوار ہو چکی تھی۔ ہجرت کے وقت ان کے قبیلہ والوں نے مزاحمت کی۔ اور ان کو نہ جانے دیا۔ آخر ابوسلمہؓ اکیلے مدینہ چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد سسرال والے آئے اور انکا معصوم بچہ سلمہ چھین کر لے گئے کہ یہ ہمارا ہے۔ ام سلمہؓ کو سخت تکلیف تھی۔ روزانہ گھبرا گھبرا کر باہر میدانوں میں نکل جاتیں۔ اور سارا سارا دن رویا کرتیں۔ ایک سال تک یہ حال رہا۔ آخر انکے چچازاد بھائی کو رحم آیا اور اس نے کہا کہ خدا کے بندو! تم کیوں اس عاجز مسکین عورت کو آزاد نہیں کرتے۔ تب انہیں کچھ رحم آیا۔ اور انہیں خاوند کے پاس جانے کی اجازت دی۔ اسپر سسرال والوں کو بھی کچھ خیال آیا اور بچہ ان کو دے دیا۔ تب یہ مدینہ پہنچیں۔ ان کے خاوند ابوسلمہؓ بڑے شہ سوار تھے۔ جنگِ اُحد میں ایسے زخم کھائے کہ جانبر نہ ہو سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد انکا زخم پھٹا اور وفات ہوگئی۔ وفات کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ کہرام مچا تھا۔ ام سلمہؓ کہتی تھیں۔ ہائے غربت میں یہ کیسی موت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا دعا کرو اللہ ان سے بہتر جانشین عطا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسلمہؓ کی نماز جنازہ میں 9 تکبیریں کہیں اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا یہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔ اس وقت امّ سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد عدت گزر گئی تو آنحضرت ﷺ نے پیغام بھجوایا۔ امِّ سلمہؓ نے عذر پیش کئے کہ میں بڑی غیور ہوں، بچوں والی ہوں، اور عمر بھی زیادہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تمام عذروں کے متعلق تسلی کرادی چنانچہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ انکی شادی ہوگئی۔

پہلی شہید مسلمان عورت حضرت سمیہؓ کا اسلام قبول کرنے میں ساتواں نمبر تھا۔ ان کو شرک پر مجبور کرنے کے لئے مشرکین نے ہر کوشش کر لی۔ مکہ کی تپتی ریت پر لوہے کی ذرہ پہنا کر دھوپ میں بھوکا پیاسا سارا سارا دن کھڑا رکھتے لیکن اس پیکرِ استقلال کے سامنے انکی ہر کوشش بیکار جاتی۔ ایک رات ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اور پھر اسکا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھ کر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہؓ شہید ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

حضرت ام عمارہؓ کا تعلق بنونجار سے تھا۔ مدینہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ ہجرت کے تیسرے سال لشکر کفار کی آمد کی خبر کے ساتھ جنگی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت امّ عمارہؓ نے جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کے لئے ساتھ جانے کی درخواست کی جو منظور ہوگئی۔ آپؓ اپنے شوہر اور دو بیٹوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتے ہوئے جب آپؓ نے آنحضرت ﷺ کو خطرے میں پایا تو مشکیزہ پھینک کر تلوار اٹھائی اور حضور ﷺ کے قریب پہنچ کر دفاع شروع کیا۔

کفار آپؐ کو گزند پہنچانے کے لیے نہایت بے جگری کے ساتھ حملہ پر حملہ کر رہے تھے۔ آپ کے گرد بہت تھوڑے لوگ رہ گئے تھے۔ جو آپ کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں پر کھیل رہے تھے۔ ایسے نازک اور خطرناک موقع پر یہ جری خاتون آپؐ کے لیے سینہ سپر تھیں۔ کفار جب آنحضرت ﷺ پر حملہ کرتے تو آپؓ تیر اور تلوار کے ساتھ ان کو روکتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ میں غزوہ احد میں امّ عمارہ کو برابر اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قمیہ جب آنحضرت ﷺ کے عین قریب پہنچ گیا تو اسی بہادر خاتون نے اسے روکا۔ اس کمبخت نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس جانباز خاتون کا کندھا زخمی ہو گیا اور اس قدر گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا۔ مگر کیا مجال کہ قدم پیچھے ہٹا ہو بلکہ آگے بڑھ کر اس پر خود تلوار سے حملہ آور ہوئیں اور ایسے جوش کے ساتھ اس پر وار کیا کہ اگر وہ دوہری زرہ نہ پہنے ہوئے ہوتا تو قتل ہو جاتا۔

سامعات! اب اسماء بنت ابی بکرؓ کا حال سنیں۔ آپ کا ایمان لانے والوں میں 18 واں نمبر تھا۔ انکی داستان یہ ہے کہ ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ جب شہید ہوئے تو حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکا دی۔ 3 دن گزرنے پر حضرت اسماءؓ کنیز کے ساتھ بیٹے کی لاش پر آئیں۔ لاش الٹی لٹکی تھی۔ دل تھام کر اس منظر کو دیکھا۔ اور نہایت استقلال سے کہا:۔

’’کیا اس سوار کے گھوڑے پر سے اترنے کا وقت نہیں آیا‘‘ چند دنوں کے بعد عبدالملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھنکوادی حضرت اسماءؓ نے لاش اٹھوا کر گھر منگوائی اور غسل دلوا کر جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت ابنِ زبیرؓ کا جوڑ جوڑ الگ تھا۔ نہلانے کے لئے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا تھا۔ لیکن حضرت اسماءؓ نے یہ کیفیت دیکھ کر صبر کیا کہ خدائی رحمت انہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوئی ہے۔ حضرت اسماءؓ دعا کرتی تھیں کہ جب تک عبداللہ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ چنانچہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماءؓ فوت ہو گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپؓ کی عمر اسوقت 100 سال تھی۔

حضرت امّ ابانؓ اپنے شوہر کے ہتھیار لگا کر میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر رومیوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ حاکم دمشق تو کسی طرح پیچھے ہٹنے پر تیار نہ تھا۔ آپ ماہر تیرانداز تھیں آپ نے تاک کر تیر اسکی آنکھ میں مارا۔ جس پر چیخ کر وہ پیچھے کی طرف بھاگا۔ چنانچہ پھر رومی بھی بھاگ نکلے۔

حضرت خنساءؓ نے اپنے زمانہ پیری میں اسلام قبول کیا۔ آپؓ اشعار میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ جنگ قادسیہ میں اپنے چاروں بیٹوں کو لے کر میدان جنگ میں آئیں۔ اور ان کو مخاطب کر کے نصیحت کی کہ پیارے بیٹو! تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے۔ اور نہ تمھارے ہاں قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا۔ خدا کی قسم! تم ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا۔ اس بناء پر صبح اٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو۔ اور آخر وقت تک لڑو۔ چنانچہ چاروں بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اُٹھائیں اور نہایت جوش میں رجز پڑھتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت خنساءؓ بیٹوں کو بھیج کر جنگل میں نکل گئیں اور دعائیں کرنے لگیں۔ خدا نے فضل فرمایا اور مسلمان فتح یاب بھی ہوئے اور اس صحابیہ کے چاروں بیٹے بھی زندہ واپس آگئے۔

سامعات! حضرت ام شریک دوسیہؓ جب ایمان لائیں تو آپ کے اقارب نے ان کو ایذاء دینی شروع کی اور اس کے لیے یہ طریق ایجاد کیا کہ انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور اس سخت گرمی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی بالکل نہ دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ کے حواس باختہ ہو جاتے۔ ایسی حالت میں ان سے کہتے کہ اسلام چھوڑ دو۔ مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ سمجھانے کے لیے وہ آسمان کی طرف اشارہ کرتے تو وہ سمجھ جاتیں کہ توحید کا انکار کروانا چاہتے ہیں۔ مگر آپؓ جواب دیتیں کہ یہ ہر گز نہ ہوگا۔

حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور قریباً آپؐ کی ہم عمر تھیں۔ بہت بہادر اور دلیر خاتون تھیں۔ اکثر جنگوں میں شریک ہوئیں زخمیوں کی مرہم پٹی، پانی پلانا تو دستور تھا ضرورت پڑی تو تلوار بھی اٹھالی۔ غزوۂ احد میں جنگ کا رخ بدل گیا۔ مسلمان منتشر ہونے لگے۔ آپؓ نیزہ لے کر باہر کھڑی ہوگئیں اور مسلمانوں کو غیرت دلا کر واپس جانے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان واپس آگئے اور آپؐ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

حضور ﷺ کو ان کی بے پناہ بہادری پر سخت تعجب ہوا اور آپ ﷺ نے ان کے فرزند زبیرؓ سے فرمایا کہ اے زبیر! اپنی ماں اور میری پھوپھی کی بہادری تو دیکھو کہ بڑے بڑے بہادر بھاگ گئے مگر چٹان کی طرح کفار کے نرغے میں ڈٹی ہوئی اکیلی لڑ رہی ہیں۔

اسی طرح جب جنگِ احد میں حضور ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے اور کافروں نے ان کے کان ناک کاٹ کر اور آنکھیں نکال کر شکم چاک کر دیا تو حضور ﷺ نے زبیر کو منع کر دیا کہ میری پھوپھی صفیہؓ کو میرے چچا کی لاش پر مت آنے دینا ورنہ وہ اپنے بھائی کی لاش کا یہ حال دیکھ کر رنج و غم میں ڈوب جائیں گی۔ مگر صفیہؓ پھر بھی لاش کے پاس پہنچ گئیں اور حضور ﷺ سے اجازت لے کر لاش کو دیکھا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا اور کہا کہ میں خدا کی راہ میں اس کو کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی پھر مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے وہاں سے چلی آئیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 452)

غزوۂ احزاب کے وقت آپؓ کی عمر قریباً 58 برس تھی مگر حوصلے جوان تھے۔ بہادری کے جوہر دکھائے جنگ کے موقع پر خواتین اور بچوں کو حفاظت کی غرض سے ایک قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ آپؓ بھی قلعہ بند تھیں۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک یہودی جاسوس قلعہ کی معلومات لے رہا ہے۔ خطرہ محسوس کر کے یہ سوچا کہ اس کو یہاں سے واپس نہ جانے دیا جائے چنانچہ آپؓ نے خیمہ کی ایک لکڑی اکھاڑ کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے باہر پھینک دیا۔ یہودی سمجھے کہ قلعہ میں بھی فوج ہے اور وہ دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ اس طرح ایک خاتون کی بہادری سے مسلمان بہت بڑے نقصان سے بچ گئے۔

حضرت سمیہؓ بنت خباط۔ ام عمارؓ: عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سمیّہؓ کو بنی مخزوم اتنی تکالیف دیتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر بدن میں لرزہ

پڑنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ جب ان فدایانِ اسلام کی جماعت کسی جسمانی عذاب میں مبتلا تھی اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرف آ نکلے۔ آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور دردمند لہجے میں فرمایا۔ صَبْرًا اٰلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ۔ یعنی اے آل یاسر! صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ خدا نے تمہاری انہی تکلیفوں کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ آخر یاسر تو اسی عذاب کی حالت میں شہید ہو گئے اور بوڑھی سمیّہ کی ران میں ظالم ابوجہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

آخر میں حضرت فاطمہؓ بنتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتی ہوں۔ حضرت فاطمہؓ کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان چند خواتین میں فرمایا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ قرار پائیں ہیں۔ جیسا کہ ترمذی میں مذکور ہے۔ تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔

حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کے مقام کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

فاطمہ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے...... فاطمہ اس اُمت کی عورتوں، تمام جہانوں کی عورتوں، بہشت میں جانے والی عورتوں اور ایمان لانے والی عورتوں کی سردار ہیں۔

(ازواج مطہرات وصحابیات صفحہ 292-293)

اسی طرح فرمایا'' فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔''

(تذکار صحابیات صفحہ 143)

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں۔ مگر آپؐ نے اپنی اس پیاری بیٹی کو جہیز میں جو چیزیں دیں وہ یہ تھیں۔ بان کی چارپائی۔ چمڑے کا گدّا جس میں روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک، اور دو چکیاں باوجود اس کے کہ اب فراخی کے دن آ گئے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی کو دنیا کی آسائشوں سے دل نہ لگانے کی ایسی تربیت دی تھی کہ آپؓ گھر کے سارے کام خود کرتیں۔ چکّی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ پانی بھرتے بھرتے سینے میں گٹھے پڑ گئے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گھر کے کام کاج کے لئے ایک لونڈی عنایت فرمانے کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے اسکی بجائے ہر نماز کے بعد تسبیح وتحمید پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپؓ اسپر عمل کرتی رہیں۔

ایک مرتبہ کسی بدبخت نے آپؓ کے سر پر خاک ڈال دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ مٹی بھرا سر دھوتیں اور ساتھ ساتھ روتی جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا بیٹی! رونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔

(اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفحہ 277-278)

حضرت فاطمہؓ نے غزوات میں بھی رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہو کر آپؐ کی خدمت کی توفیق پائی۔ حضرت فاطمہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شدید محبت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کبھی تبسم نہیں فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے 6 ماہ بعد آپؓ کا بھی وصال ہو گیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر صرف 29 سال تھی۔

سامعات! دل تو کرتا ہے ان پیاری صحابیاتؓ کا ذکر خیر کرتے ہی چلے جائیں، اور کرتے ہی چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، کہ ہم ان کے ذکر پر صرف وقتی طور پر اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کرنے والی نہ ہوں بلکہ ہماری زندگیاں حقیقت میں ان صحابیاتؓ کے نقش قدم پر چلنے والی ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صحابیات کے نمونے کو اپنانے کے متعلق عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تم اپنے مقام کو سمجھو اور اپنے اندر نئی بیداری اور نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ترقی کے لیے بے انتہا مواقع پیدا کئے ہیں۔ تم بھی حضرت عائشہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت حفصہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت زینبؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی ان صحابیات کی نقل کرنے کی کوشش کرو جنہوں نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔

1997ء کے جرمنی کے خطاب میں ازواج مطہراتؓ کی پاکیزہ سیرت بیان کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

......اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں کو سن کر اپنے دلوں میں جگہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ باتیں آپکے دلوں میں ولولہ پیدا کرنے والی ہوں۔ آپ کے لئے مختلف نمونے ابھریں اور ان نمونوں کو آپ وہ اسوہ بنالیں جس کو قرآن کریم فرماتا ہے وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

(البقرہ:149)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام ومرتبہ اور قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''......یہ وہ معیار ہے جو ہمیں اپنے اور اپنے بچوں کے اندر پیدا کرنا ہے تاکہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ میں ہم اپنا کردار ادا کر سکیں۔ یہ صرف سننے والی کہانیاں نہیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لیے ان مثالوں کو زندگی کا حصہ بنانا ہے۔ عبادات، عشق رسول، مالی و جانی قربانیوں کے معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ بے شک احمدی عورتیں قربانیوں کے معیار دکھا رہی ہیں لیکن خاص طور پر مالی لحاظ سے کشائش رکھنے والی خواتین اپنی حالتوں کو دیکھیں جن کے خاوند روک بنتے ہیں انہیں کہہ دیں کہ دین کے معاملے میں ہم تمہیں نہیں سنیں گی۔ پھر جہاں تک جانی قربانی کا تعلق ہے تو جماعت احمدیہ کو ہی دین کی خاطر جان قربان کرنے کا امتیاز حاصل ہے۔ اور یہ ماؤں کی تربیت کا اثر ہے۔ مردوں کی قربانیوں کا ثواب ان کی ماؤں کو بھی ملتا ہے...... ہمیشہ یاد رکھیں دجال نے شیطانی حربوں کے جال پھیلائے ہوئے ہیں۔ آج سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ عبادت، عشق رسول میں بڑھنے کی کوشش کی جائے۔ تربیت اولاد کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ ان کی گڑھتی میں ڈال دیں کہ وہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اپنی دعاؤں میں اس قدر زور اور درد پیدا کریں کہ خدا کی رحمت جوش میں آئے اور ہمارے بچے دنیا کے ہوا و ہوس میں پڑنے کے بجائے خدا کے دین کو سیکھنے، تعلق پیدا کرنے اور عشقِ رسول کی تڑپ پیدا کرنے والے بن جائیں۔

اللہ ہر احمدی عورت کو یہ معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج عورتوں کی اس طرف توجہ ہی مردوں کی اصلاح کرنے کا باعث بھی بن جائے گی۔ اللہ کرے سب عورتیں مرد اور بچے بوڑھے مل کر حقیقی معاشرہ قائم کرنے والے بن جائیں جس کے قیام کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ یوکے 29 جولائی 2023)

اللہ تعالیٰ ہم تمام احمدی مستورات کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان نفوسِ قدسیہ صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ یہ نمونے ہم احمدی عورتوں میں بھی نظر آئیں اور ہم قرونِ اولیٰ کی عورتوں کی طرح ہر قربانی کیلئے ہر آن تیار ہوں۔

اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءِ
قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰى بِضِيَاءِ
يَا رَبِّ فَارْحَمْنَا بِصَحْبِ نَبِيِّنَا
وَاغْفِرْ وَاَنْتَ اللّٰهُ ذُوْالْاٰلَاءِ

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید۔ اللھم بارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید

آمین۔ الھم آمین۔ ثم آمین

......☆......☆......☆......

مہر عورت کا حق ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حق مہر کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ عورت کا حق ہے اسے دینا چاہئے۔ اوّل تو نکاح کے وقت ہی ادا کرے۔ ورنہ بعد ازاں ادا کرنا چاہئے۔ پنجاب اور ہندوستان میں یہ شرافت ہے کہ موت کے وقت یا اس سے پیشتر اپنا مہر خاوند کو بخش دیتی ہیں یہ صرف رواج ہے۔'' (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 606)

ایک صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی منکوحہ سے مہر بخشوانا چاہتا تھا اب وہ عورت مر گئی ہے خاوند کیا کرے؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

''اسے چاہئے کہ اس کا مہر اسکے وارثوں کو دے دے۔ اگر اسکی اولاد ہے تو وہ بھی وارثوں سے ہے۔ شرعی حصہ لے سکتی ہے اور علیٰ ھذا القیاس خاوند بھی لے سکتا ہے۔ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 335)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مہر شرعی حکم ہے عورتوں کو دینا چاہئے ......درست بات یہی ہے پہلے عورت کو مہر ادا کیا جائے اور اگر وہ معاف کرنا چاہے تو کر دے۔

(الازھار لذوات الخمار، جلد اوّل، صفحہ 152)

(شعبہ رشتہ ناطہ، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہم جو احمدی کہلاتے ہیں حقیقی احمدی اُسی وقت بن سکتے ہیں جب ہم عارضی اور دنیاوی خواہشات اور لذّات کو اپنا مقصد نہ بنائیں۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 05 مئی 2017ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

طالب دعا:
اقبال احمد ضمیر
فلک نما، حیدرآباد
(تلنگانہ)

عدل وانصاف کے قیام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم اور آپ کا مقدس اُسوہ حسنہ

محکمۂ قضاء کا قیام

اسلامی نظامِ حکومت کے مختلف شعبوں میں سے ایک اہم ترین شعبہ محکمۂ قضا ہے جس کی داغ بیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بے مثال رنگ میں ڈالی اور ایسے اُصول اور قوانین وضع فرمائے جو قیامت تک قائم رہنے والے ہیں اور جن پر عمل پیرا ہو کر ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکتا اور مظلوم اپنا حق حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں اس شعبہ سے تعلق رکھنے والے ضروری امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اُسوہ سے بتادیا ہے کہ مسلمانوں کو قیامِ عدل میں کیسا نمونہ دکھانا چاہئے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ مقدمات میں مدعی اور اس کے گواہ اپنے مطالبہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قاضی یہ دیکھتا ہے کہ ان کا مطالبہ کہاں تک ثابت ہوتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک ثبوت موجود ہو تو مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ کردیا جاتا اور دادخواہ کو اس کا حق دِلوایا جاتا ہے۔ گویا مدعی اور گواہ دونوں کا یہ کام ہے کہ وہ اپنا دعویٰ ثابت کریں اور قاضی کا یہ فرض ہے کہ وہ عدل وانصاف کی میزان میں اس کو جانچے اور جو بات قرینِ انصاف ہو اس کو عمل میں لائے۔ پس چُونکہ مدعی، گواہ اور قاضی الگ الگ فرائض انجام دیتے ہیں اس لئے اسلام نے اُصولی طور پر مدعی اور گواہ دونوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ سچائی اختیار کریں اور قاضی سے یہ کہا ہے کہ وہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے اور جانبدارانہ رنگ اختیار نہ کرے۔

قاضیوں کو ہدایت

چنانچہ قرآن کریم قاضیوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ۔ یعنی جب تم لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کیا کرو اور قوم و مذہب کے امتیاز کے بغیر سب کو ایک نظر سے دیکھو۔

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿المائدۃ: ۴۳﴾ جب تو لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کر کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ‌ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا‌ ؕ اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى‌ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿المائدہ رکوع 2﴾ یعنی اے ایمان والو! تم خدا کی رضا کے لئے عدل اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور یاد رکھو کہ تمہیں کسی دُوسری قوم کی دُشمنی خلافِ عدل طریق پر آمادہ نہ کردے کیونکہ عدل ہی انسان کو تقویٰ کے مقام کی طرف لے جاتا ہے اور تقویٰ اللہ ایسی چیز ہے جس کا ہر مومن کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔

قاضیوں کے متعلق اسلام کی اُصولی ہدایت جیسا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا سے ظاہر ہے کہ قاضی نہایت لائق اور کام کے قابل ہونے چاہئیں۔ اس بارہ میں فقہاء نے اور بھی کئی شرائط بیان کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قاضی ایسا شخص ہونا چاہئے جس کی پرہیزگاری، عقل وسمجھ، قرآن فہمی اور حدیث دانی وغیرہ پر لوگوں کو اعتماد ہو اور وہ شریعت کے غوامض کو سمجھنے والا ہو۔

گواہ کیسے ہوں

دُوسری طرف گواہوں کو اسلام سچائی کے ساتھ گواہی دینے کی ہدایت دیتا ہے اور یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ گواہ ایسے ہونے چاہئیں جو معتبر ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ کہ اپنے میں سے دو عادل لوگوں کو گواہ بنالو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں میں عدالت اور ثقاہت کا وصف نہ پایا جاتا ہو انہیں حق شہادت حاصل نہیں۔ اس کی تصریح قرآن کریم کی ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگا کر اسے ثابت نہ کرسکیں ان کی شہادت کسی مقدمہ میں قبول نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ فرماتا ہے لا تقبلوا لهم شهادةً ابدًا۔ ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی فرماتے ہیں لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا زانٍ ولا زانيةٍ۔ خائن مرد او رخائنہ عورت۔ زانی مرد اور زانیہ عورت کی شہادت جائز نہیں۔ اس طرح آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کی شہادت بھی جائز نہیں جو دوسرے سے دُشمنی رکھتا ہو۔ نیز آپ نے نوکر کی شہادت اُس خاندان کے حق میں جس سے وہ تعلق رکھتا ہو تسلیم نہیں کی البتہ دُوسرے لوگوں کے متعلق اسے جائز رکھّا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے المسلمون عدولٌ بعضهم على بعض الا محدودًا فى القذف یعنی تمام مسلمان شہادت دینے میں عادل ہیں سوائے اس کے جسے بہتان طرازی کی وجہ سے سزا دی گئی ہو اور اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ قاضی کو صرف گواہوں کی ظاہری ثقاہت پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اُن کے چال چلن کے متعلق مزید تحقیق نہیں کرنی چاہئے۔ مگر صحابہؓ کے دَور کے بعد جب اسلام میں ہر قسم کے لوگ داخل ہو گئے تو اس وقت قضاۃ اسلام گواہوں کے چال چلن کے بارہ میں بھی تحقیق کرلیا کرتے تھے جو ان کی احتیاط اور دُور اندیشی کا ثبوت تھا۔

شہادت کے بعض اُصول

شہادت کا عام اصل اسلام نے یہ مقرر کیا ہے کہ شاہد عاقل و بالغ ہو، ثقہ ہو، مسلمان ہو، قوتِ حافظہ اچھی رکھنے والا ہو اور پھر غیر مہتم ہو۔ شہادت اور ثبوت مدعی سے طلب کیا جائے۔ ورنہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔ بچوں اور کافروں کی شہادت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثریت اسی طرف گئی ہے کہ بچوں کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے بشرطیکہ ان میں واقعہ کے سمجھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو اور ان کی شہادت میں اتفاق ہو۔ اسی طرح فقہاء نے اور بھی بعض شرائط ضروری قرار دی ہیں۔ کفار کی گواہی بھی بعض حالتوں میں درست سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے کہ اگر کوئی مُسلمان حالتِ سفر میں ہو اور غریب الوطنی میں اسے موت آجائے اور اس جگہ کوئی مسلمان موجود نہ ہو تو وہ اپنی وصیت پر غیر مسلم لوگوں کو گواہ بنا سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ حِيۡنَ الۡوَصِيَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ اَوۡ اٰخَرٰنِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ اِنۡ اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةُ الۡمَوۡتِ یعنی جب کوئی مسلمان وفات کے قریب وصیت کرنے لگے تو عام قاعدہ یہی ہے کہ اُس وقت دو معتبر مسلمان گواہ ہونے چاہئیں۔ لیکن اگر تم سفر میں ہو اور وہیں یہ حادثہ پیش آجائے تو غیروں کو بھی گواہ بنا سکتے ہو۔

قیافہ شناسوں کی شہادت

اسلام میں قیافہ شناسوں کی شہادت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے اور خود رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے قبول فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ کے باپ زید گورے رنگ کے تھے۔ مگر وہ خود سیاہ تھے۔ اس لئے لوگوں کو ان کے نسب میں شُبہ تھا۔ ایک دن وہ دونوں ایک چادر سے سر ڈھانپ کر سوئے ہوئے تھے اور دونوں کے پاؤں کھلے تھے کہ اسی حالت میں ایک قیافہ شناس نے دونوں کے پاؤں دیکھ کر کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں چونکہ اس سے لوگوں کا عام اشتباہ دفع ہو جاتا تھا اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس شہادت پر بہت خوش ہوئے۔

اسلام میں عام طور پر اگر کسی معاملہ کے متعلق کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں جیسا کہ وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ‌ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ سے ظاہر ہے تو شہادت کا نصاب پورا ہو جاتا ہے۔ گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض دفعہ مدعی سے حلف لے کر ایک گواہ کی شہادت پر بھی فیصلہ فرمایا ہے۔ لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں اس تعداد کو بڑھا دیا گیا ہے۔ مثلاً زنا کے اثبات کے لئے شریعت نے چار عینی گواہوں کی تعداد مقرر کی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دولت مند ہونے کے بعد دیوالیہ ہوجانے کا دعویٰ کرے تو جیسا کہ مسلم کی ایک حدیث سے ظاہر ہے اسے اثباتِ دعویٰ کے لئے کم از کم تین گواہ پیش کرنے ہوں گے۔

گواہی چھپانے کی ممانعت

گواہوں کو اسلام یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ لَا يَاۡبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا۔ جب انہیں شہادت کے لئے طلب کیا جائے تو وہ حاضر عدالت ہونے سے انکار نہ کریں۔ اسی طرح فرماتا ہے وَلَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُهٗ‌ؕ تم سچی گواہی نہ چھپاؤ۔ جو شخص سچی گواہی چھپاتا ہے اس کا دِل سیاہ ہوجاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ الا اخبركم بخير الشهداء الذى ياتى بشهادته قبل ان يسئا لها یعنی بہترین گواہ وہ ہے جو شہادت طلب کرنے سے پہلے ہی اصل واقعہ کی حکام کو اطلاع دے دے۔

جرح کا حق

اسلام نے قاضی کو جَرح کا حق بھی دیا ہے او روا قعہ یہ ہے کہ جرح سے سچائی اور جھوٹ میں بہت جلد امتیاز ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کی روپوں کی تھیلی گم ہوگئی جسے کسی دوسرے نے اٹھا لیا۔ اب اسلام یہ کہتا ہے کہ وہ تھیلی اصل مالک کے حوالے کی جائے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کس کو دی جائے۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس تھیلی کے صحیح اوصاف بیان کردے اسی کے حوالے کی جائے۔ یہ ایک اصول ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمادیا

اور جس کی روشنی میں قاضی کئی قسم کے سوالات کر سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ تھیلی کا رنگ کیا تھا۔ وہ کپڑے کی تھی یا چمڑے کی اور اس میں کتنے روپے تھے۔ غرض جرح سے بھی چونکہ حق و باطل میں امتیاز ہوتا ہے اس لئے اسلام نے اسے بھی ضروری قرار دیا ہے۔

قرائنِ قویّہ کی شہادت

پھر کئی دفعہ قرائنِ قویہ سے حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زلیخا نے ورغلانا چاہا اور اُن کی قمیص پھٹ گئی تو زلیخا کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے کہا کہ اگر یوسفؑ کا کُرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچی ہے۔ اور اگر کُرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا جھوٹی اور یوسفؑ سچے ہیں اور آخر اِسی قرینہ کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو بَری سمجھا گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی مقدمات کے تصفیہ میں قرائن پر اعتماد کیا ہے۔ ایک دفعہ خیبر میں شرائطِ صلح کے مطابق یہودیوں کے مال و دولت کا بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا لیکن ایک یہودی سے جب مال مانگا گیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ لڑائی کے مصارف میں کام آ گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اعتبار نہ آیا کیونکہ مال کی مقدار زیادہ تھی اور زمانہ خرچ کم تھا۔ آخر لوگوں نے شہادت دی کہ وہ ایک کھنڈر میں گھومتا ہوا دیکھا گیا ہے تحقیق کی گئی تو تمام مال اسی کھنڈر سے مل گیا۔

گواہوں کو سچ بولنے کی تلقین

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اسلام گواہوں کو سچ بولنے کی بڑی تاکید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى۔ اے لوگو! جب بھی تم کوئی بات کہو بالکل سچ کہو اگرچہ مقابلہ میں تمہارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ پھر مومنوں کی صفت بیان فرمائی کہ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ۔ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اسی طرح فرماتا ہے

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ کہ بتوں کی پلیدی اور جھوٹ سے بچو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے جھوٹی قسم کھا کر اپنے کسی بھائی کا مال لے لیا اُس نے اپنے اوپر دوزخ واجب کر لی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ۔ اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں کبیرہ گناہ نہ بتلاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کِسی کو شریک ٹھہرانا۔ اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ اس وقت آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ کہہ کر اُٹھ بیٹھے اور فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ اور اس آخری فقرہ کو آپ نے بہت دفعہ دوہرایا اور بار بار ڈرایا کہ جھوٹی گواہی دینا بہت بڑا جُرم ہے۔ غرض اسلام صداقت پر بہت زور دیتا اور اسے ملحوظ رکھنا ہر وقت ضروری قرار دیتا ہے۔

رشوت کی حرمت

پھر اسلام نے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے عدل و انصاف میں روکاوٹ ڈالنے والے تمام اُمور کی قطعاً ممانعت کر دی ہے۔ مثلاً انصاف میں سب سے بڑی روک رشوت ہوتی ہے۔ اسلام اس سے کھلے طور پر روکتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَتُدۡلُوۡا بِهَاۤ اِلَى الۡحُكَّامِ لِتَاۡكُلُوۡا فَرِيۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۔ کہ اپنے مال کو ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور اُسے حکّام تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ تاکہ لوگوں کے حقوق تم خورد بُرد کر جاؤ۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ راشی اور مرتشی دونوں پر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لعنت ڈالی ہے۔ فقہاء نے قاضیوں پر اور بھی کئی قسم کی پابندیاں عائد کی ہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک قاضی کِسی فریق کے ہاں مخصوص دعوت نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح اسے اگر کوئی شخص ہدیہ بھیجے تو اسے واپس کر دینا چاہئے۔ اپنے اعزاء و اقارب کا ہدیہ گو وہ قبول کر سکتا ہے لیکن جب ان کا مقدمہ اس کے پاس ہو تو ان کا ہدیہ بھی اسے قبول نہیں کرنا چاہئے۔

غصّہ کی حالت میں فیصلہ نہ کیا جائے

پھر رشوت کے علاوہ بعض لوگ جذبات سے بھی متاثر ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ انصاف تک نہیں پہونچ سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے بھی روکا ہے اور فرمایا ہے کہ

لَا يَحۡكُمُ اَحَدٌ بَيۡنَ اثۡنَيۡنِ وَ هُوَ غَضۡبَانُ کہ قاضی غصّے کی حالت میں فیصلہ نہ لکھّے کیونکہ ایسی حالت میں بالکل ممکن ہے کہ اس کی نگاہ انصاف تک نہ پہنچے۔

اسی طرح کسی فریق کی آہ و زاری سے بھی قاضی کو متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے ثبوت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے عشاء کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تھے حالانکہ وہ خود مجرم تھے۔

عہدۂ قضا کی ذمّہ واری

درحقیقت قاضی بننا کوئی آسان کام نہیں بلکہ بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہوتا ہے اور قاضی کا فرض ہوتا ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں سے یکساں سلوک کرے اور کسی بڑے آدمی کی وجاہت کے پیش نظر دورانِ مقدمہ میں اس کے لئے کوئی امتیاز قائم نہ کرے۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ دو قسم کے قاضی تو جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ جنت میں جانے والا قاضی وہ ہے جس نے حق کو سمجھ کر فیصلہ کیا۔ مگر جس قاضی نے ظالمانہ فیصلہ کیا یا بغیر تحقیق کئے فیصلہ صادر کر دیا وہ دونوں سزا پائیں گے۔

فیصلہ کو بخوشی تسلیم کرنا چاہئے

اسلام شعبۂ قضا کے بارہ میں ایک اور ہدایت یہ دیتا ہے کہ جب کوئی قاضی فیصلہ کر دے تو گو وہ اپنے فیصلوں میں غلطی بھی کر سکتا ہے مگر بہرحال لوگوں کا فرض ہے کہ اس کے فیصلہ کو قبول کریں۔ اگر اپیل کی گنجائش ہو تو حاکم اعلیٰ کے پاس اپیل کی جا سکتی ہے اور بڑی عدالت چھوٹی عدالت کے فیصلہ کو منسوُخ کر سکتی ہے۔ جیسا کہ سنن نسائی كتاب آداب القضاء باب نقض الحاكم ما يحكم به غيره ممن هو مثله سے ظاہر ہے۔ مگر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ قاضی کے فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کرے۔ اور اس طرح قوم میں بے چینی پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا۔ کہ لوگ کبھی کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک اپنے اختلافی معاملات کے بارہ میں نظام کے فیصلہ کو شرح صدر سے قبول نہ کریں اور اس کے متعلق دل میں کسی قسم کا انقباض نہ رکھیں۔

اس آیت میں گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے۔ مگر ایسے احکام جو نظام سے تعلق رکھتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے مخصوص نہیں بلکہ قیامت تک مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہیں۔ پس اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ قضاء کے فیصلوں کو لوگ شرح صدر سے قبول کریں اور نظام کا احترام کریں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ

یہ اسلام کی اس تعلیم کا ایک نہایت ہی مجمل اور نامکمل خاکہ ہے جو اُس نے قضاء کے بارہ میں پیش کی۔ اب اس بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو چونکہ مسلمانوں کے علاوہ وہاں بُت پرست اور یہود بھی تھے علاوہ ازیں منافقین کا بھی ایک عنصر موجود تھا، اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ضروری سمجھا کہ آپس میں مل کر ایک معاہدہ طے کر لیا جائے۔ منافقین چونکہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے تھے، گو اندرونی طور پر مخالف تھے، اس لئے وہ مجبور تھے کہ ظاہری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکومت اپنے اوپر تسلیم کریں۔ بُت پرست چونکہ کم تھے اس لئے سیاسی طور پر وہ بھی اس بات کی ضرورت محسوس کرتے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہیں۔ صرف یہود آزاد اور خود مختار تھے جن کی طرف سے نقضِ امن کا خطرہ ہو سکتا تھا، اس لئے آپؐ نے مناسب سمجھا کہ شہر کے امن اور مختلف اقوام کے باشندوں کی حفاظت کے لئے ایک معاہدہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ معاہدہ طے پا گیا۔ اس کی کئی شرائط تھیں جن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ ہر قسم کے اختلافات اور تنازعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے فیصلہ کے لئے پیش ہوں گے اور ہر فیصلہ خدائی حکم یعنی ہر قوم کی اپنی شریعت کے مطابق کیا جائے گا۔ اس معاہدہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ میں ایک انتظامی حاکم یا بین الاقوام قاضی کی حیثیت حاصل ہو گئی اور اہم مقدمات آپؐ کے سامنے پیش ہونے لگ گئے۔ جن میں آپؐ ہر قوم کے ضابطہ اور قانون کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ۴ ؁ہجری کے آخر میں آپ کے سامنے ایک یہودی مرد و عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس میں ان کے خلاف زنا کا الزام ثابت تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہودی علماء سے پوچھا کہ تمہاری شریعت کا اس بارہ میں کیا فیصلہ ہے۔ انہوں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ جو شخص زنا کرے ہمارے ہاں اس کی یہ سزا ہے کہ اس کا مونہہ کالا کیا جائے اور سواری پر الٹا سوار کر کے شہر میں پھرایا جائے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ غلط کہتے ہیں۔ تورات میں اس جرم کی سزا سنگساری لکھی ہے۔ چنانچہ تورات منگائی گئی۔ یہودیوں نے سنگساری والی آیت پر ہاتھ رکھ کر اسے چھپانا چاہا مگر عبداللہ بن سلام نے دکھا دیا کہ از روئے تورات اس جُرم کی سزا سنگساری ہے اور چونکہ معاہدہ یہی تھا کہ ہر قوم کے مقدمات کا اس کے اپنے قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اس لئے آپ نے فیصلہ فرمایا کہ یہودی شریعت کے مطابق ان دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ دونوں سنگسار کر دیئے گئے۔

بنو نضیر کے متعلق فیصلہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا یہ ایک نہایت ہی درخشاں پہلو ہے کہ آپ قضا میں مسلم اور غیر مسلم کے حقوق کو مساوی سمجھتے تھے اور اگر کسی معاملہ میں مسلمان غلطی پر ہوتے تو ان کے خلاف فیصلہ صادر فرماتے۔ چنانچہ بنو نضیر جب مدینہ سے جلا وطن کئے گئے تو بعض انصار نے ان لوگوں کو ان کے ساتھ جانے سے روکنا چاہا جو تھے تو انصار کی اولاد میں سے مگر ان کی سنت ماننے کے نتیجہ میں وہ یہودی ہو چکے تھے او ربنو نضیر چاہتے تھے کہ اُن کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ چونکہ انصار کا یہ مطالبہ قرآنی ارشاد لا اكراه فى الدين کے خلاف تھا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے مسلمانوں کے خلاف اور یہود کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ جو شخص یہودی ہے اور جانا چاہتا ہے مسلمان اسے نہیں روک سکتے۔

ہم بصیرت تام سے رسول اللہ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں

’’اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 312، مطبوعہ 2018 قادیان)

چوری کا واقعہ

ایک دفعہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسد نے چوری کی اور وہ رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش کی گئی۔ قریش کو خوف پیدا ہوا کہ آپ عام لوگوں کی طرح اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیدیں۔ مگر ان میں یہ جُرأت نہیں تھی کہ رسول کریم ﷺ سے اس بارہ میں کچھ عرض کر سکیں۔ آخر انہوں نے اس غرض کے لئے اسامہ بن زید کو تجویز کیا۔ کیونکہ رسولِ کریم علیہ السلام ان سے بہت محبت رکھتے تھے اور انہوں نے سمجھا کہ اگر اسامہ نے سفارش کی تو رسول کریم ﷺ قبول فرمالیں گے۔ مگر جب اسامہ نے آپؐ سے ذکر کیا تو حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم ﷺ نے ان کی سفارش کو رد کر دیا اور فرمایا بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ جب اُن میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور اگر غریب چوری کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے۔ یہی وجہ ان کی ہلاکت کی ہوئی۔ مگر میں قضا کے معاملہ میں کسی کا لحاظ نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ قضاء کے معاملہ میں بڑے اور چھوٹے میں کوئی امتیاز نہیں فرماتے تھے۔ اس حدیث سے یہ امر بھی مستنبط ہوتا ہے کہ حکام کے پاس ایسے معاملات میں کسی کو سفارش نہیں کرنی چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص غلطی سے سفارش کردے تو قاضی کا فرض ہے کہ سفارش کو رد کردے اور وہی فیصلہ کرے جو اس کے نزدیک درست ہو۔

ابو العاص کی گرفتاری

جنگِ بدر میں جہاں قریش کے اور سردار گرفتار ہوئے وہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد ابو العاص بھی گرفتار ہو کر آئے اور تمام قیدیوں کے ساتھ انہیں بھی رکھا گیا۔ ان کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لئے مال نہیں تھا۔ اس لئے انہیں حکم دیا گیا کہ گھر سے منگا کر دو۔ انہوں نے اپنی بیوی رسول کریم ﷺ کی بیٹی حضرت زینب کو پیغام بھیجا۔ انہوں نے بطور فدیہ ایک ہار بھجوایا جو دراصل حضرت خدیجہ کا تھا اور انہوں نے جہیز میں حضرت زینبؓ کو دیا تھا۔ جب وہ ہار رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ آپ چاہتے تو بغیر فدیہ کے بھی ابو العاص کو رہا کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے یہ معاملہ مسلمانوں کے سامنے رکھا اور فرمایا اگر تم پسند کرو تو زینبؓ کو اس کی ماں کی یہ یادگار واپس کردی جائے۔ سب نے خوشی سے اسے پسند کیا اور اس کے بعد ابو العاص کو رہا کیا گیا۔

ابوجندل کی حمایت کرنے سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار

حدیبیہ کے مقام پر جب مسلمانوں اور کفّار کے درمیان معاہدہ ہوا تو اس کی ایک شرط یہ قرار پائی کہ اگر کوئی شخص مکّہ سے بھاگ کر اور مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس جائے گا تو وہ واپس کر دیا جائے گا۔ مگر مسلمانوں میں سے جو شخص مرتد ہو کر مکّہ آئے گا وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہ معاہدہ ابھی طے ہی ہوا تھا کہ عین اسی وقت ایک مسلمان ابوجندل نامی جنہیں کفّارِ مکّہ نے قید کر رکھا تھا قید سے بھاگ کر مسلمانوں سے آملے۔ اس وقت ان کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں اور بدن پر اتنے زخم تھے کہ تمام جسم چور چور تھا۔ وہ مسلمانوں سے آکر کہنے لگے خدارا مجھے کفّار کی قید سے نکالو اور اپنے ساتھ لے چلو۔ اس وقت رسول کریم ﷺ کے ساتھ 14 سو مسلّح سپاہی تھے اور آپ کے ایک اشارہ پر ابوجندل کو رہائی مل سکتی تھی۔ خود مسلمان اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر بے تاب ہو رہے تھے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے ابوجندل کو اپنی حمایت میں لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کفّار سے یہ شرط ہو چکی ہے کہ مکّہ والوں میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ ابوجندل نے فریاد کرتے ہوئے عرض کیا، کیا آپؐ مجھے ان ظالموں کے حوالے کرتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دِل میں بھی درد تھا مگر آپؐ نے فرمایا ابوجندل صبر کرو اور ضبط سے کام لو۔ ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری رہائی کی کوئی اور صورت پیدا کردے گا۔

ایک مسلمان کو قتل کی سزا

اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کر دیا۔ جب یہ مقدمہ رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے اس مسلمان کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا انا احق من اوفی بذمتہ یعنی اس کے ذمہ کو وفا کرنے کا سب سے زیادہ حقدار میں ہوں۔

(عنایہ شرح ہدایہ جلد ۸ ص ۲۵۶)

عہد کا احترام

ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک غزوہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو دو آدمی ملے۔ اس وقت ایک ایک آدمی کی سخت ضرورت تھی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کس طرح آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہم اسلام قبول کرنے کے لئے مکّہ سے آئے ہیں مگر وہاں ہم یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی مدد کے لئے نہیں جا رہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تم ان سے یہ کہہ آئے ہو تو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہو کیونکہ اس طرح وعدہ خلافی ہوگی۔

حضرت عباسؓ کی قید

جنگ بدر میں رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی قید ہو گئے۔ مسلمانوں نے انہیں دوسرے قیدیوں کے ساتھ ہی رسیوں سے جکڑ لیا۔ اس زمانہ میں چونکہ ایسے سامان نہیں تھے جن سے قیدیوں کے بھاگنے کی روک تھام کی جا سکے۔ اس لئے قیدیوں کو رسیوں سے خوب مضبوطی سے باندھ دیا جاتا تھا۔ حضرت عباسؓ بھی جکڑ لئے گئے۔ مگر چونکہ وہ ناز و نعم میں پلے ہوئے تھے اس لئے تکلیف کی تاب نہ لاکر کراہنے لگ گئے۔ ان کی آواز سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سخت تکلیف ہوئی اور صحابہ نے دیکھا کہ آپ کبھی ایک پہلو بدلتے ہیں اور کبھی دوسرا۔ وہ سمجھ گئے کہ آپ کی اس بے چینی کا باعث حضرت عباس کا کراہنا ہے۔ اس پر انہوں نے حضرت عباس کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو ان کے کراہنے کی آواز نہ آئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ عباس کی آواز کیوں بند ہوگئی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی تکلیف دیکھ کر ہم نے ان کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یا تو سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کردو۔ ورنہ ان کی بھی سخت کردو۔ گویا آپ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ میرے رشتہ دار کی رسیاں تو ڈھیلی کردی جائیں اور باقی لوگوں کی رسیاں اسی طرح مضبوطی سے بندھی رہیں بلکہ آپ نے فرمایا کہ سب سے یکساں سلوک کرو۔

حضرت ابوبکرؓ کی ایک یہودی سے گفتگو

ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک یہودی سے گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فضیلت دی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آگیا اور آپ نے اس سے سختی کی مگر جب یہ بات رسول کریم ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا آپ کا حق نہ تھا کہ اس طرح اس یہودی سے جھگڑتے۔

مرض الموت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد

پھر رسول کریم ﷺ کو عدل و انصاف کے قیام کا اس قدر خیال تھا کہ مرض الموت میں آپ نے صحابہ سے فرمایا دیکھو میں بھی ایک انسان ہوں جس طرح تم انسان ہو۔ مجھے ہمیشہ تم سے معاملات پیش آتے رہے ہیں۔ ممکن ہے کبھی میرے ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف پہونچی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔ پس جس شخص کو میرے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہونچی ہو وہ آج مجھ سے بدلہ لے لے۔ صحابہ پر ان فقرات کا ایسا اثر ہوا کہ وہ رونے لگ گئے۔ ان کے وہم اور خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ آپ کے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہونچی ہو۔ مگر اسی دوران میں ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ایک جنگ کے موقعہ پر صف بندی کر رہے تھے کہ ایک صف سے گزر کر آپ کو آگے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت آپ جب صف کو چیر کر آگے گئے تو آپ کی کہنی میری پیٹھ کو لگی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بہت اچھا لو میں بیٹھا ہوں۔ تم میری پیٹھ پر کہنی مارلو۔ صحابہ کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ان کی تلواریں میانوں سے نکل نکل پڑتی تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ اس شخص کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رعب کی وجہ سے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ یہ سن کر وہ شخص پھر بولا اور کہنے لگا جس وقت مجھے آپ کی کہنی لگی تھی میرا جسم ننگا تھا۔ پس بدلہ پورا نہیں ہو سکتا جب تک آپ کے جسم پر سے بھی کرتہ نہ اتارا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فوراً اپنی پیٹھ پر سے کرتہ اونچا کر دیا اور فرمایا اب کہنی مارلو۔ وہ شخص اس وقت غصہ سے بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ مگر اس شخص کے ثبات میں کچھ فرق نہ آیا۔ وہ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ کی پیٹھ کی طرف جھکا اور اس نے آپ کی ننگی پیٹھ پر محبت سے بوسہ دیا۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ کجا بدلہ اور کجا یہ خادم۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ اب حضور کا آخری وقت قریب ہے تو میں نے چاہا کہ میرے ہونٹ ایک دفعہ آپ کے بابرکت جسم کو مس کریں۔ پس میں نے اس کہنی کے لگنے کو اپنے مقصد کے پُورا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ جس کا لگنا میرے لئے اس وقت بھی باعثِ فخر تھا اور آج بھی میرے لئے باعث فخر ہے۔

یہ ہے وہ پاک وجود جسے خدا نے دُنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا اور جس نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں بھی عدل و انصاف کو ملحوظ رکھا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارك و سلم انك حمید مجید۔

(ماخوذ از الفضل قادیان دارالامان مورخہ 27 مارچ 1942ء)

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک آپؐ کی دعاؤں کے آئینہ میں

(از حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ)

کوئی شخص خواہ کسی مذہب یا کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، آپؐ کی فطرت، آپؐ کے اخلاق، آپؐ کے دلی جذبات، آپؐ کے ارادوں، آپؐ کی خواہشوں اور امنگوں، آپؐ کے طبعی میلان، آپؐ کی روحانیت، آپؐ کے تعلق باللہ اور آپؐ کی صفات کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا چاہتا ہو اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیسے انسان تھے؟ تو اس کے لئے ایک نہایت ہی آسان اور صحیح ذریعہ یہ ہے کہ وہ آپؐ کی شب وروز کی دعاؤں اور آپؐ کی عبادات پر ایک صاف دل کے ساتھ غور کرے۔آپؐ کی دعاؤں پر تدبر کرنے سے اس کو معلوم ہوجائے گا کہ آپؐ کے دل کی گہرائیوں میں کس قسم کے خیالات موجزن تھے۔اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرتوں پر آپ کو کیسے ایمان تھا؟ خدا تعالیٰ کا کیسا نقشہ آپؐ کی آنکھوں کے سامنے تھا یہ دعائیں آپؐ کے اندرونہ کا ایک طبعی اظہار ہیں جن میں کسی قسم کی بناوٹ یا تصنع نہیں پایا جاتا۔یہ ایک صاف اور مصفا آئینہ ہے جن میں ہمیں آپؐ کی صحیح تصویر نظر آتی ہے۔پس آؤ ہم اس آئینہ میں آپؐ کی تصویر کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کریں۔

میں نے اس غرض کے لئے صرف آپؐ کی ان دعاؤں کو لیا ہے جو صحیح بخاری کے ایک ہی باب یعنے کتاب الدعوات میں پائی جاتی ہیں۔ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی اور بہت سی دعائیں ہیں جو حدیث کی دوسری مستند کتابوں میں پائی جاتی ہیں یا خود صحیح بخاری کے دوسرے حصوں میں موجود ہیں۔مگر میں نے صحیح بخاری کے صرف ایک باب یعنے کتاب الدعوات پر اکتفا کیا ہے اور ان کی تعداد چنداں زیادہ نہیں اور ان میں سے بھی میں نے صرف چند نمونہ کے طور پر پیش کی ہیں۔

(1) پہلی دعا جو میں ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں وہ آپؐ کی پچھلی رات کی دعا ہے جو آپؐ بستر سے اٹھ کر ایسے وقت میں جب کہ تمام دنیا آرام کی نیند سوئی ہوتی تھی اپنے خدا کو مخاطب کر کے کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ جو لڑکپن کے زمانہ میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس نیت سے جا کر سوجاتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ رات کے وقت کس طرح عبادت کرتے تھے۔فرماتے ہیں کہ آپؐ جب تہجد کیلئے رات کو کھڑے ہوتے تو یوں دعا کرتے اللهم لك الحمد انت نورالسمٰوات والارض ومن فيهن ولك الحمد ۔ انت قيما لسمٰوات والارض ومن فيهن ولك الحمد۔ انت الحق ووعدك حق وقولك حق ولقاءك حق والجنة حق والنار حق والساعة حق۔والنبيون حق ومحمد حق۔اللهم لك اسلمت و عليك توكلت وبك اٰمنت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت و ما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت۔

یا اللہ ساری تعریف تیرے ہی لئے ہے تو آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے سب کا نور ہے۔تیرے ہی لئے ساری تعریف ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا اور جو انکے بیچ میں ہے اسکا تھامنے والا ہے۔تیرے ہی لئے ساری تعریف ہے،تو سچا، تیرا وعدہ سچا اور تیرا فرمودہ سچا۔ تجھ سے ملنا سچ، بہشت سچ، دوزخ سچ، قیامت سچ، پیغمبر سب سچے، محمد سچے۔ یا اللہ میں نے تیرے حکم پر گردن رکھ دی تجھ ہی پر بھروسہ کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیری ہی طرف رجوع ہوا، تیری ہی مدد پر دشمنوں سے مقابلہ کیا، تیرے ہی سامنے اپنا قضیہ پیش کرتا ہوں۔میری اگلی پچھلی چھپی کھلی سب کمزوریاں ڈھانپ دے۔تو جس کو چاہے آگے کردے جس کو چاہے پیچھے کردے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ چند الفاظ ہیں جو آپ تنہائی کی حالت میں رات کے اندھیرے میں اپنے خدا کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔پہلے خدا تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔پھر خدا تعالیٰ کے متعلق اس کے وعدوں کے متعلق، بہشت، دوزخ، قیامت اور تمام انبیاء کے سچا ہونے کے متعلق اپنے یقین اور ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔اور جو بات سب سے زیادہ ایک انسان کے دل پر اثر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ تیرا نبی محمد (ﷺ) بھی سچا ہے (فداہ ابی وامی) جیسا آپ دوسرے انبیاء پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں ایسا ہی اپنے اوپر بھی اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ پبلک کے سامنے اسکا اظہار نہیں کرتے بلکہ ایسے وقت میں اسکا اظہار کرتے ہیں جبکہ آپؐ کے درمیان اور آپؐ کے خدا کے درمیان اور کوئی تیسرا شخص نہیں۔ کیا آپکے اس رنگ کے اظہار کے بعد کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی شک کرسکتا ہے کہ آپؐ کو اپنے نبی ہونے کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ تھا۔یقیناً وہ اپنے آپکو سچا نبی یقین کرتے تھے اور اسی طرح آپؐ نے اپنی صداقت پر اپنے ایمان کا اظہار کیا جس طرح دوسرے مومن آپکی صداقت پر ایمان کا اظہار کرتے تھے۔آپؐ کے اس فعل سے خدا تعالیٰ کے اس کلام کی تصدیق ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ یعنی یہ رسول بھی اس پر ایمان لایا ہے جو اسکے رب کی طرف سے اسکی طرف اتارا گیا ہے اور دوسرے مومن بھی اس پر ایمان لائے ہیں۔

اسی طرح ناظرین دعا کے بقیہ حصہ پر بھی غور کریں اور دیکھیں کہ آپکے ان الفاظ سے آپکے دلی خیالات پر کیا روشنی پڑتی ہے۔ یہ الفاظ کسی بناوٹ کا نتیجہ نہیں بلکہ آپکے دلی خیالات کی صحیح صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔

(2) پھر آپؐ کی ایک اور دعا ہمیں حضرت ابن عباسؓ کے ذریعہ ہی پہنچی ہے۔یہ دعا بھی آپؐ رات کے پچھلے حصہ میں ہی پڑھا کرتے تھے اللهم اجعل فی قلبی نورًا وفی بصری نورًا وفی مبعی نورًا وعن يمينی نورًا وعن يساری نورًا وفوقی نورًا و اماهی نورًا وخلفی نورًا وفی عصبی نورًا ولحمی نورًا ودمی نورًا وشعری نورًا وبشری نورًا و شمی نورًا و عظمی نورًا واجعل لی نورًا یا اللہ میرے دل میں روشنی دے میری آنکھ میں روشنی دے، میرے کان میں روشنی، میرے داہنے طرف روشنی میری بائیں طرف روشنی، میرے اوپر روشنی، میرے نیچے روشنی، میرے آگے روشنی، میرے پیچھے روشنی، میرے پٹھے، میرے گوشت، میرے خون، میرے بال، میرے پنڈے میں اور میری چربی اور میری ہڈی میں روشنی دے اور خود میرے لئے روشنی دے۔

اس دعا سے جو آپؐ تنہائی کی گھڑیوں میں اپنے خدا سے مانگتے تھے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکو کس چیز کی تڑپ تھی۔آپؐ نے خدا تعالیٰ سے دولت نہیں مانگی، آپؐ نے خدا تعالیٰ سے بادشاہت نہیں مانگی۔آپ نے اولاد اور جائیداد نہیں مانگی۔آپ نے اپنے خدا سے کیا مانگا؟ آپنے نور مانگا ہاں خالص اور پاک نور آپ نے مانگا اور پھر سادہ طور پر نور مانگ کر سیر نہیں ہوئے اور نور کیلئے آپ کی پیاس نہیں بجھی بلکہ آپ نے اپنے سوال کو لمبا کیا اور کہا کہ میرے اندر بھی بدن کے ہر ایک ذرہ میں نور ہو اور باہر بھی سب طرف نور ہو۔نور کیلئے تڑپ ہے اور تڑپ بھی ایسی جو بجھنے میں نہیں آتی۔

پس ایسا شخص جس کے دل میں نور کیلئے اس قدر تڑپ ہو اور جو اپنے وجود کے ذرہ ذرہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے نور مانگے اور مانگتا ہی چلا جائے کس طرح ممکن ہے کہ اس کے وجود کے کسی گوشہ میں کوئی تاریکی اور ظلمت کا شائبہ پایا جاتا ہو۔

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ خواب گاہ پر تشریف لیجاتے تو معوذات (سورہ اخلاص، فلق اور ناس) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور ان کو سارے بدن پر پھراتے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کلام کو جس کو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے، اس کو خدا کا مقدس کلام یقین کرتے تھے اور اس کو نہایت تبرک خیال کرتے تھے۔تب ہی تو وہ قرآن شریف کی تین آخری سورتوں کو پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونکتے تھے اور پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے سارے جسم مبارک پر پھیرتے تھے۔پس جھوٹے ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ آپ قرآن شریف کی آیات کو خود افترا کر کے جھوٹے طور پر دنیا کے سامنے بطور وحی الٰہی کے پیش کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ہر رات بالالتزام معوذات کو اپنے ہاتھوں پر پھونک کر اپنے ہاتھ اپنے بدن پر پھیرتے تھے اور جب آخری بیماری میں بوجہ شدت بیماری کے آپ ایسا نہیں کرسکتے تھے تو میں خود ہاتھوں پر معوذات پڑھ کر آپ کے بدن مبارک پر پھیر دیا کرتی تھی۔

(4) پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ کی توحید سبوحیت، قدوسیت، قدرت عظمت اور ہر حمد کے لائق ہونے پر آپ کا گہرا ایمان ثابت ہوتا ہے۔اور آپ نہ صرف خود ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل میں مصروف رہتے تھے بلکہ اپنے اتباع کو بھی تلقین کرتے تھے کہ وہ ایسا کریں اور آپؐ کا اس بات پر ایمان تھا کہ یہ ایسے اعمال ہیں کہ ان سے بڑھ کر انسان کے روحانی مدارج کو بڑھانے والا کوئی عمل نہیں۔آپؐ نے بہت سے کلمات اپنے متبعین کو ایسے سکھائے جن میں سوائے خدا تعالیٰ کی توحید کے اقرار کے اور خدا تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تمجید کے اور کوئی کلمہ ہی نہیں اور جو دوسری دعائیں آپؐ خود فرماتے تھے یا اپنے پیروؤں کو سکھاتے تھے ان دعاؤں کے ساتھ بھی آپؐ تہلیل، تسبیح، تحمید اور تکبیر کو شامل کردیتے تھے۔

مثال کے طور پر میں آپؐ کے بعض ایسے کلمات نقل کرتا ہوں جن میں آپؐ نے سوائے توحید کے اقرار یا اللہ تعالیٰ کے پاک قابلِ ستائش اور ہر ایک بڑائی کے مالک ہونے کے اقرار کے اور کسی بات کو شامل نہیں کیا اور اپنے کلمات کو خلوص دل اور ایمان کے ساتھ دہرانے کو ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیا ہے جو انسان کے روحانی مدارج کے بڑھانے کا ایک بے نظیر ذریعہ ہے۔مثلاً آپؐ کے

پیارے الفاظ پڑھئے۔آپؐ فرماتے ہیں **کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** دو کلمے ہیں جن کا دہرانا زبان کے لئے بالکل آسان اور ہلکا ہے لیکن یہ ہلکے کلمے انسان کے نیک اعمال کے پلڑے کو نہایت بھاری کر دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو جس کی صفت رحمان ہے نہایت ہی پیارے اور محبوب ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔ دیکھو کس پیارے طریق سے آپؐ نے اپنے اتباع کو ان کلمات کے (صدق دل اور خلوص کے ساتھ) دہرانے کی تحریک فرمائی اور کیسے دلکش الفاظ میں انکی فضیلت کو واضح فرمایا۔ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔(صدق دل سے) سو مرتبہ پڑھتا ہے وہ اپنے تمام گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے۔خواہ اسکے گناہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں۔(ب) پھر ایک مثال اور لیجئے آنحضرت ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ایک درخواست لیکر حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لاتی ہیں اور آپؐ کو گھر میں نہ پاکر حضرت عائشہ کے پاس اپنی درخواست اس غرض سے بیان کرتی ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے پر ان کی درخواست حضور کی خدمت میں پیش کر دیں۔فرماتی ہیں کہ چکّی پیسنے سے میرے ہاتھوں کو تکلیف ہوتی ہے حضور کی خدمت میں عرض کر دیں کہ وہ مجھے ایک غلام دیں تا مجھے گھر کے کام میں سہولت ہو۔جب عشاء کے وقت حضور گھر میں تشریف لاتے ہیں تو حضرت عائشہؓ حضرت فاطمہؓ کا پیغام آپؐ کو دیتی ہیں۔آپ اسی وقت اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔غلام یعنی جنگی قیدی تو بیت المال کا مال ہیں حضور اپنی بیٹی کو نہیں دے سکتے مگر اس کے عوض میں نہیں اسکا نعم البدل حضور اپنی پیاری بیٹی کو کیا دیتے ہیں۔حضرت فاطمہ اپنے بستر ے میں داخل ہو چکی ہیں۔آپؐ اسکی چارپائی پر بیٹھ کر فرماتے ہیں **الا ادلکما علی ما ھو خیر لکما من خادم اذا اویتما الی فراشکما فکبرا ثلاثا و ثلاثین وسبحا ثلاثا و ثلثین و احمدا ثلاثا و ثلثین فھذا خیر لکما من خادم**۔کیا میں تم دونوں (حضرت فاطمہؓ وحضرت علیؓ) کو ایسی بات نہ بتاؤں جو تمہارے لئے ایک خدمتگار سے بڑھ کر ہو۔ جب تم اپنے بچھونے پر جانے لگو تو 33 بار اللہ اکبر کہو، 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدللہ یہ ایک خدمتگار سے تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

کیا آپ نے یہ کہہ کر صرف اپنی بیٹی کے دل کو بہلایا۔ہرگز نہیں بلکہ واقعی آپؐ نے اپنی صاحبزادی اور داماد کو ایک قیمتی چیز دی جو دنیا کی چیزوں اور آراموں سے بدرجہاں بہتر تھی۔اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید اور تکبیر کو ایک بیش بہا کام یقین کرتے تھے۔اور آپ نے اپنی بیٹی کی فی الواقع ایک نہایت ہی قابل قدر امر کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(ج) پھر ایک اور واقعہ کو لیجئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید اور تکبیر کو ایک نہایت ہی عظیم الشان عمل سمجھتے تھے جس سے انسان کے روحانی مدارج میں بہت بڑی ترقی ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ غریب مہاجرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ **یا رسول ذھب اھل الاثور بالدرجات والنعیم المقیم**۔دولت والے بڑے بڑے درجے اور جنت کی نعمتیں لوٹ لے گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔آپ نے پوچھا کیف ذالک کس طرح؟ انہوں نے جواب دیا وہ نماز بھی ہماری طرح پڑھتے ہیں، جہاد وہ ہماری طرح کرتے ہیں لیکن وہ اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی بات بتلاؤں جس کی وجہ سے تم ان لوگوں کے برابر ہو جاؤ جو تم سے پہلے ہیں اور ان لوگوں سے آگے بڑھ جاؤ جو بعد میں آنے والے ہیں۔اور تمہارے جوڑ کا عمل کوئی شخص نہیں لاسکے گا۔ البتہ وہی جو یہ عمل ہو تم نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ اور دس بار الحمدللہ اور دس بار اللہ اکبر کہا کرو۔

دیکھو آنحضرت ﷺ کی نظر میں خدا تعالیٰ کی تسبیح، تحمید اور تکبیر کس شان کا عمل تھا کہ اور کوئی عمل اس پایہ کا نہ تھا اور انسان کی روحانی ترقی کیلئے ایک نہایت تیز سواری کا کام دیتا تھا۔اس حدیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ آپؐ کے صحابہؓ میں نیکی اور پاکیزگی اور روحانی مدارج میں ترقی کرنے کی کس قدر تڑپ تھی۔ یہ تڑپ انہیں کہاں سے پیدا ہوئی۔یہ آپؐ کی صحبت کا پاک اثر تھا۔درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔پس وہ کیسا زبردست پاک نفس تھا جسکے ساتھ چھونے سے لوگوں کے اندر ایک پاکیزگی کی روچل جاتی تھی۔

(د) اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر** (اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں وہی بادشاہ ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر ایک بات پر قادر ہے) دن میں سو بار کہے تو وہ ایک ایسا عمل کرے گا کہ اس سے بڑھ کر کوئی شخص عمل نہیں کر سکے گا سوائے اس شخص کے جو اس کلمہ کو سو بار سے بھی زیادہ پڑھے۔

(ر) آپ کو اگر کوئی کرب ہوتا تو آپ اپنے کرب کا کیا علاج کرتے اور کس چیز کے ساتھ اپنی گھبراہٹ اور اپنی بے چینی کو دور کرتے۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سختی اور مصیبت کے وقت یوں دعا کرتے۔**لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب السموات والارض رب العرش العظیم** اللہ کے سوا جو بڑی عظمت اور بڑے علم والا ہے کوئی سچا معبود نہیں۔اللہ کے سوا جو انسان اور زمین اور بڑے تخت کا مالک ہے کوئی سچا خدا نہیں۔

پس آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار کوئی بے اثر فعل نہ تھا بلکہ اس سے خدا کا فضل اور خدا تعالیٰ کی نصرت جوش میں آتی ہے جو ہر ایک مشکل کو دور کرتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ**۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی یاد ایسی چیز ہے جس سے ہر ایک گھبراہٹ دور ہوتی اور دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔آپ کا خدا تعالیٰ کی باتوں پر ایمان تھا اور خدا کے بیان کئے ہوئے نسخوں سے آپ کام لیتے تھے۔حضرت عائشہ نے سچ فرمایا **کان خلقہ القرآن**۔یعنی اگر کسی نے معلوم کرنا ہو کہ آپؐ کا عملی خانہ کیسا تھا تو قرآن پڑھ لے۔ جو کچھ قرآن شریف میں بیان ہوا ہے وہی آپکا عمل درآمد تھا۔قرآن شریف گویا آپ کی سیرت کی کتاب ہے۔

(5) آنحضرت ﷺ نے اپنے اتباع کو سمجھایا کہ کوئی شخص اپنے آپ کو پاک خیال نہ کرے۔بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نماز روزہ کے متعلق جو احکام ہیں ان کو بجا لانے میں اور شریعت میں جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے اپنے خیال کے مطابق پورے طور پر اجتناب کرتے ہیں۔مگر اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاک خیال کرنے لگ جاتے ہیں اس طرح انکے اندر کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ خود بڑا گناہ ہے۔اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ دیگر تمام گناہوں سے بچتے ہیں مگر ان کے اندر اگر یہ خیال پیدا ہو جائے کہ وہ بڑے نیک ہیں تو یہ خود ایک بڑی بدی ہے کیونکہ ایسا خیال کرنا کبر ہے۔آنحضرت ﷺ نے ایسا خیال کرنے سے روکا۔مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے برابر نیک انسان کوئی دوسرا شخص صحابہؓ میں نظر نہیں آتا اور آنحضرت ﷺ نے انکے بلند درجہ کی شہادت دی ہے۔لیکن حضرت ابوبکرؓ خود فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں نماز میں کروں تو آپ نے فرمایا قل **اللھم انی ظلمت نفسی ظلمًا کثیرًا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم**۔ آپؐ نے فرمایا یوں کہا کر یا اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں تو اپنی خاص مغفرت سے میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ بے شک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔اس حدیث سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہمیں کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہم گناہوں سے پورے طور پر بچتے ہیں بلکہ اپنے خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنا چاہئے اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے ۔ گناہوں کے احساس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نہایت ہی درست ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مومن کو اپنے گناہ کا اتنا ڈر ہوتا ہے جیسے کوئی پہاڑ کے تلے بیٹھا ہو اور وہ پہاڑ اس پر گرنے والا ہو اور بدکار شخص اپنے گناہ کو اتنا ہلکا سمجھتا ہے جیسے ناک پر سے مکھی چلی گئی اس نے ہاتھ کو اس طرح کیا یعنی ناک پر اپنا ہاتھ لگا دیا اور بس۔

(6) لیکن جہاں آنحضرت ﷺ کی یہ تعلیم ہے کہ ہمیں اپنے گناہوں کو خفیف نہیں سمجھنا چاہئے وہاں یہ بھی سکھایا کہ مومن کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔آپؐ نے سکھایا کہ اللہ تعالیٰ انسان سے بہت پیار کرتا ہے اور اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ پر بے حد خوش ہوتا ہے۔انسان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کس طرح خوش ہوتا ہے اس کو سمجھانے کیلئے آپؐ نے ایک مثال دی ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا وہ شخص خوش ہوتا ہے جو سفر میں ایک مقام پر اترے جہاں کھانا پانی کچھ نہ ملتا ہو۔ ہلاکت کا مقام ہو اسکے ساتھ اسکی اونٹنی بھی ہو جس پر اس کا کھانا پانی لدا ہو پھر وہ تکیہ پر سر رکھ کر سو جائے اٹھے تو اونٹنی غائب۔ اس کے ڈھونڈنے کے لئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے ✿ کہ تو نے کام سب میرے سنوارے

تیرے احسان میرے سر پر ہیں بھارے ✿ چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 05 مئی 2017ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

چاروں طرف پھرے پیاس اور گرمی کی شدت ہو۔ آخر تھک کر مجبور زندگی سے مایوس ہو کر اس جگہ چلا جائے جہاں پر وہ لیٹا تھا اور موت کا یقین کر کے پھر سو جائے۔ تھوڑی دیر میں آنکھ جو کھلے تو کیا دیکھتا ہے اسکی اونٹنی کھانا پانی لئے سامنے کھڑی ہے۔

(7) پھر آپ نہ صرف خود ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے آدھی رات کے بعد اپنے بستر سے اٹھے اور وضو کر کے پو پھٹنے تک اپنے محبوب کے آگے کھڑے ہو کر اور رکوع میں اور سجدے میں دعا تسبیح اور تحمید اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپ کے پاؤں بھی سوج جاتے۔ بلکہ آپؐ نے اپنے اتباع کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ترغیب دی کہ وہ بھی رات کو اٹھ کر اپنے خدا کے آگے سربسجود ہوں۔ آپؐ نے فرمایا **یتنزل ربنا تبارك وتعالیٰ كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول من يدعوني فاستجيب له من يسالني فا عطيه ومن يستغفرني فاغفر له** مارا پروردگار تبارک تعالیٰ ہر رات کو جب اخیر تہائی حصہ رات کا رہ جاتا ہے پہلے آسمان پر اترتا ہے جو ہمارے قریب ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے کچھ مانگتا ہے کہ میں اس کو دوں، کون مجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہے کہ میں اس کے گناہ بخش دوں۔ ایسا خدا تھا جو آپؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور اسی خدا کے خود بھی عابد بنے اور اپنے پیروؤں کو بھی پرستار بنایا۔

(8) آپؐ کی ہمدردی مخلوق خدا سے

اوپر جن دعاؤں کا ذکر ہوا ہے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلق باللہ کا کچھ پتہ چلتا ہے۔ اب میں آپ کی بعض ایسی دعائیں لیتا ہوں جن سے آپؐ کی اس ہمدردی کا کچھ پتہ چلتا ہے۔ جو آپ کو مخلوق خدا کے ساتھ تھی۔ **اوّل آپؐ کی ہمدردی اپنے اتباع سے**۔ (الف) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: **لكل نبي دعوة يدعوبها واريد ان اخبئ دعوتي شفاعة لامتي في الآخرة**۔ ہر نبی کے لئے ایک خاص دعا ہوتی ہے جو وہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی اس خاص دعا کو رکھ چھوڑوں اور قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لئے کر دوں۔

یہ آپؐ کی اتباع کے ساتھ آپؐ کی ہمدردی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ ایک خاص دعا جس کے متعلق ہر نبی کو حق دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو مانگے اور خدا تعالیٰ اس کو قبول کرے گا۔ آپ نے اسکا بہترین استعمال یہ سوچا کہ میں اس کو محفوظ رکھوں اور قیامت کے دن جب حساب کتاب کا وقت آئے اس وقت میں اپنے اس حق کو استعمال کروں اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کروں کہ آپؐ کے ماننے والوں میں سے جن کے اعمال میں کمی ہے اور وہ اس کمی کی وجہ سے بہشت میں داخل نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے اور آپ کی سفارش پر ان کو بہشت میں داخل فرمادے۔ کیا اس سے بڑھ کر اپنے نام لیواؤں کے ساتھ کوئی ہمدردی کر سکتے تھے۔ آپؐ نے اپنے مخصوص حق کو گناہوں کے بخشوانے اور انکے لئے جنت حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا۔

آپنے اپنے اس حق کو اپنی ذات کیلئے استعمال نہیں کیا اور نہ اپنی بیویوں اور اولاد کیلئے استعمال کیا۔ اور نہ اپنے دشمنوں کے شر سے بچنے کیلئے استعمال کیا بلکہ ان کروڑہا انسانوں کے بخشوانے کیلئے استعمال کیا جو قیامت تک آپؐ پر ایمان لائیں گے خواہ وہ مشرق میں پیدا ہوں یا مغرب میں۔ خواہ ایشیا کے رہنے والے ہوں یا یورپ کے خواہ وہ امریکہ کے باشندے ہوں یا جزائر کے۔

(ب) آپ کے غلاموں میں جو کسی تکلیف میں ہوتا آپ ایسے لوگوں کا نام لے لے کر دعا کرتے۔ مکہ میں آپ کے بعض اتباع کافروں کی قید میں تھے اور سخت تکلیفیں ان کے ہاتھ سے اٹھا رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عشاء کی اخیر رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھا کر **سمع الله لمن حمده** کہہ چکتے تو اس وقت آپؐ یوں دعا فرماتے **اللهم انج عياش ابن ابي ربيعة اللهم انج الوليد بن الوليد اللهم انج سلمة بن هشام اللهم انج المستضعفين من المؤمنين** یا اللہ عیاش ابن ابی ربیعۃ کو کافروں کے پنجے سے چھڑا دے۔ یا اللہ ولید بن ولید کو چھڑا دے۔ یا اللہ سملہ بن ہشام کو چھڑا دے، یا اللہ کمزور مسلمانوں عورتوں اور بچوں کو دشمن کے پنجہ سے چھڑا دے۔

(ج) آپؐ اپنے بیمار خدام کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ آپؐ کے ساتھ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے آپ کو اس بات کی بڑی تڑپ تھی کہ ان کی ہجرت پوری ہو اور اپنے وطن میں ان کی وفات نہ ہوتا جو درجہ انہوں نے ہجرت کرنے سے حاصل کیا اس میں کوئی کمی واقع نہ ہو اور یہی تڑپ آپ کے اتباع مہاجرین میں تھی کہ انکا خاتمہ مہاجر ہونے کی حالت میں ہی ہو۔ مکہ میں ان کی وفات نہ ہو۔

سعد ابن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے زمانہ میں ایک بیماری کی وجہ سے جس میں مرنے کے قریب ہو گیا تھا میری عیادت کی۔ میں نے عرض کیا **أُخَلَّفُ** بعد اصحابی یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں دوسرے مہاجرین سے پیچھے ہو کر مکہ میں رہ جاؤں گا۔ یعنی کیا میرے ساتھی چلے جائیں گے اور میں اسی جگہ مکہ میں فوت ہو جاؤں گا۔ آپ نے جواب دیا **انك لن تخلف** تو ہرگز پیچھے نہیں رہے گا۔ بلکہ تو اس بیماری سے شفا پا جائے گا۔

پھر اسی لفظ کو دوسرے معنوں میں دہرایا اور فرمایا **ولعلك تخلف حتى ينتفع بك اقوام و يضربك آخرون** اور شاید تو پیچھے رہ جائے گا اور بعض قومیں تجھ سے فائدہ اٹھائیں گی اور بعض نقصان۔ یہاں آپ نے پیچھے رہ جانے کو دوسرے معنوں میں استعمال کیا۔ اور فرمایا کہ ہم گذر جائیں گے اور تو ہمارے بعد زندہ رہے گا۔ اور ایسے کارہائے نمایاں تجھ سے ظاہر ہوں گے کہ بعض قوموں کو تجھ سے فائدہ پہنچے گا اور بعض کو نقصان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ایک عجیب پیشگوئی فرمائی اور ایسے وقت میں فرمائی جبکہ حضرت سعدؓ خود اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا کہ **اشفيت منه على الموت**۔ یعنے موت کے قریب پہنچ گیا تھا اور اس حالت میں انہوں نے اپنی جائیداد کے متعلق بھی مشورہ پوچھا کہ میرے پاس بہت جائیداد ہے اور میری ایک ہی بیٹی ہے۔ کیا میں اپنی جائیداد کا 2/3 حصہ صدقہ کر دوں۔ مگر آپؐ نے ایسا کرنے سے اسکو روکا اور زیادہ سے زیادہ 1/3 حصہ کی اجازت دی۔ غرض ایسے وقت میں جب حضرت سعد ابن ابی وقاص کی حالت قریب المرگ ہو چکی تھی آپؐ نے نہ صرف اسکو یہ خوشخبری سنائی کہ تو شفا پا جائے گا بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ تیرے بعض ساتھی تجھ سے پہلے فوت ہو جائیں گے اور تو انکے بعد بھی ایک مدت تک زندہ رہے گا اور تیرے ہاتھ سے ایسے کارہائے نمایاں ظاہر ہونگے کہ بعض قومیں ان سے فائدہ حاصل کریں گی اور بعض نقصان۔ چنانچہ یہ عجیب پیشگوئی پوری ہوئی۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ اس بیماری سے شفایاب ہو کر مدینہ گئے اور ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد زندہ رہے اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے عراق کی عظیم الشان فتح مسلمانوں کو بخشی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ الفاظ پورے ہوئے **ينتفع بك اقوام ويضربك آخرون** بعض قومیں تجھ سے فائدہ حاصل کریں گی اور بعض نقصان۔

آپؐ کی یہ پیشگوئی آپ کی صداقت کا نشان ہے اور ایک شخص جو حق کا طالب ہو صرف اسی نشان سے دیکھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے صادق نبی تھے۔

پھر اس کے بعد آپؐ نے دعا فرمائی **اللهم امض لاصحابي هجرتهم ولا تردهم على اعقابهم لكن البائس سعد بن خولة**۔ یا اللہ میرے اصحاب کی ہجرت پوری کر دے اور انکو ایڑیوں کے بل الٹا مت پھرا۔ ہاں افسوس ہے تو سعد بن خولہ کا ہے۔ سعد ابن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سعد ابن خولہ پر افسوس اس وجہ کیا کے وہ مکہ میں ہی وفات پا گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ دعا بھی آپؐ کی اس حد درجہ کی محبت کو ظاہر کر رہی ہے جو آپ کو اپنے متبعین کے ساتھ تھی۔ اول تو آپؐ کا اس دعا میں اصحاب کا لفظ استعمال کرنا یعنی یہ کہنا کہ **امض اصحابي هجرتهم**۔ (میرے اصحاب کی ہجرت پوری کر دے)۔ آپؐ کی محبت کو واضح کر رہا ہے گویا دوسرے لفظوں میں آپؐ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا یہ لوگ میرے بہت پیارے ہیں اسلئے تو انکی ہجرت میں کسی قسم کا نقصان نہ آنے دے۔ انہوں نے تیری رضا کیلئے اپنے وطن چھوڑے۔ اب ایسا ہو کہ اس کا خاتمہ بھی مہاجر ہونے کی حالت میں ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے وطن میں وفات پا جائیں اور اس طرح ان کی ہجرت کی حالت قائم نہ رہے۔ اس دعا میں آپؐ کی محبت اپنے صحابہ کے ساتھ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپؐ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے مدارج میں ذرا بھی کمی آجائے ان کا وطن میں وفات پانا آپ کا ایسا نظر آتا ہے کہ جو نیکی کا کام انہوں نے کیا تھا اس سے وہ الٹے پاؤں مڑ جائیں گے اور وہ روحانی منزل جو انہوں نے طے کی تھی وہ گویا منسوخ ہو جائے گی اور وہ اپنی پہلی حالت میں آجائیں گے۔ اس لئے آپؐ فرماتے ہیں **ولا تردهم على اعقابهم** (ان کو ایڑیوں کے بل الٹا مت پھیر) اور یہی وجہ ہے کہ سعد ابن خولہ کے مکہ میں وفات پانے پر آپؐ کو اس قدر رنج پہنچا۔

دوسرا نتیجہ جو اس دعا سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ایک سیاسی چال نہیں تھی۔ یعنی یہ غرض نہ تھی جیسا دشمن خیال کرتا ہے کہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے

اِس بات کو کبھی اپنے دل سے محو نہ کرو کہ خدا تعالیٰ کے حضور اخلاص اور راستبازی کی قدر ہے۔

(ملفوظات، جلد اوّل صفحہ 371، مطبوعہ 2018 قادیان)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس ✡ اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

لعنتی ہوتا ہے مردِ مُفتری ✡ لعنتی کو کب ملے یہ سروَری

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

باہر جا کر اور اپنا جتھا بنا کر مکہ والوں کا مقابلہ کریں گے۔ اگر ہجرت سے یہی غرض تھی تو وہ غرض تو اب پوری ہو چکی تھی، مکہ فتح ہو چکا تھا۔ کیونکہ یہ دعا آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کی۔ اب اگر مہاجر اپنے وطنوں میں آکر آباد ہو جاتے تو کوئی حرج کی بات نہ تھی۔ لیکن آپؐ کی نظر میں تو کسی صحابی کا ہجرت کے بعد مکہ میں آکر وفات پانا بھی ایک مصیبت نظر آتا ہے اور آپ درد دل کے ساتھ دعا فرماتے ہیں کہ اے خدا تو میرے اصحاب کی ہجرت پوری کر دے اور انکو انکی ایڑیوں کے بل الٹا نہ پھرا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کی نظر میں یہ ہجرت ایک سیاسی چال نہ تھی بلکہ ایک روحانی منزل تھی جو آپؐ کے صحابہؓ نے طے کی تھی اور آپ نہیں چاہتے کہ انکا یہ نیکی کا کام عبث چلا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سعد بن خولہ کے مکہ میں وفات پانے سے آپؐ کو اس قدر صدمہ پہنچا۔ اگر ہجرت ایک سیاسی چال تھی تو پھر فتح مکہ کے بعد مہاجرین کے مکہ میں رہائش اختیار کرنے سے یا وہاں وفات پانے سے انکی ہجرت عبث نہیں جاتی تھی کیونکہ ہجرت کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

(د) آپؐ کا رحم مجسم ہونا آپؐ کی ایک اور دعا سے ظاہر ہے آپؐ نے فرمایا: من اذیته فاجعله له زکاۃ ورحمة۔ جسکو میری طرف سے نا دانستہ کوئی تکلیف پہنچے تو اے خدا اس کے عوض میں تو اس کو گناہوں سے پاک کر دے اور اس پر اپنی رحمت اتار۔

آپؐ کی ہمدردی مخالفین سے:

دوس قبیلہ کا سردار طفیل بن عمرو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول الله ان دوسا قد عصت وابت۔ یا رسول اللہ دوس کے لوگوں نے سرکشی کی ہے اور انکار کیا ہے آپؐ ان کے لئے بددعا فرمائیں۔ لوگ سمجھے اب آپؐ ان پر بددعا کریں گے لیکن آپؐ نے دعا کی اور فرمایا: اللھم اھد دوسا وأت بھم۔ یا اللہ دوس والوں کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لے آ۔

سبحان اللہ اس قبیلہ کا سردار تو اپنے لوگوں کی سرکشی اور نافرمانی کو دیکھ کر بددعا کی تحریک کرتا ہے اور لوگ ان حالات کو سن کر اسی بات کے امیدوار ہیں کہ آپ ان لوگوں کے لئے بددعا ہی کریں گے۔ لیکن آپؐ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور بجائے ہلاکت کے ہدایت اور رحم کی دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (انبیاء رکوع 7)

(9) قبولیت دعا کے چند نمونے:

اور پھر وہ دعا جو آپؐ نے دوس قبیلہ کیلئے کی تھی کوئی بناوٹ اور دکھلاوے کی دعا نہیں تھی بلکہ درد دل سے نکلی تھی اور اپنا اثر کر گئی۔ اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوس قبیلہ کے لوگ ہاں وہی لوگ جن کی ہلاکت کی دعا کیلئے ان کے سردار نے سفارش کی تھی آخر اسلام میں داخل ہو گئے اور آپؐ کی دعا کو پورا کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔

(ب) اور یہی موقعہ نہ تھا کہ آپؐ کی دعا اس طرح قبول ہوئی بلکہ بیشمار موقعوں پر آپ کی دعاؤں سے ایسا ہی اثر ظاہر ہوا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کا واقعہ تو ابھی بیان ہو چکا ہے آپ نے دعا فرمائی کہ: امض لا صحابی ھجرتھم۔ ''میرے اصحاب کی ہجرت پوری کر دے''۔ یعنے ایسا نہ ہو کہ ان کی وفات مکہ میں واقع ہو۔ اللہ تعالیٰ سعدؓ کے حق میں جو مرنے کے قریب پہنچ گئے تھے آپ کی دعا کو قبول کیا اور سعدؓ شفایاب ہو کے مدینہ پہنچ گئے۔

(ج) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیمؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ انس آپؐ کا خادم ہے (حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بچپن کے زمانہ میں ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت کیلئے دے دیا گیا) یہ سن کر آپؐ نے حضرت انسؓ کیلئے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

اللھم اکثر ماله وولده وبارك له فیما اعطیته۔ یا اللہ اس کو بہت مال اور دولت اور اولاد دے اور جو تو اسکو عنایت فرمائے اس میں برکت دے۔

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت انسؓ بڑے مالدار اور صاحبِ جائیداد ہو گئے۔ تمام صحابہؓ سے زیادہ آپ کی اولاد ہوئی ایک سو بیس بیٹے بیٹیاں ان کے پیدا ہوئے۔ عمر کے متعلق مختلف روایات ہیں بعض کے نزدیک آپؓ نے 99 سال عمر پائی۔ بعض کے نزدیک 107، بعض کے نزدیک 130 برس اور بعض کے نزدیک 140 برس۔ تمام صحابہؓ میں سب سے آخری انسان جو اس دنیا سے گزرا وہ حضرت انسؓ ہی تھے۔

(د) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا کہنے لگا یا رسول اللہ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ ہم پر پانی برسائے۔ آپؐ نے اسی وقت دعا کی نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً آسمان پر ابر آیا پانی برسنے لگا۔ لوگوں کو گھر پہنچنا مشکل ہو گیا۔ اور دوسرے جمعہ تک یکساں بارش ہوتی رہی۔ پھر دوسرے جمعہ میں وہی شخص یا کوئی اور دوسرا شخص کھڑا ہوا کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے یہ برسات موقوف کر دے۔ ہم لوگ ڈوب گئے اس وقت آپؐ نے یوں دعا کی یا اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ اسی وقت ابر پھٹ کر مدینہ کے گرد گرد ہو گیا۔ اور مدینہ والوں پر بارش موقوف ہو گئی۔

(10) مضمون تو لمبا ہو گیا ہے مگر میں آپ کی ایک چھوٹی سی دعا کے ذکر کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپؐ نے مدینہ کیلئے دعا کی اللھم حبب الینا المدینة کما حببت الینا مکة او اشد۔ ''یا اللہ مدینہ سے ہم کو ایسی محبت دے جیسی تو نے مکہ سے دی ہے یا اس سے بھی زیادہ''۔

آپؐ کی اس دعا سے آپؐ کی اس محبت کا اظہار ہوتا ہے جو آپؐ کو اپنے وطن سے تھی۔ مکہ میں آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو 3 سال تک طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کے لئے اور آپؐ کے صحابہؓ کیلئے زندگی محال ہو گئی اور آخر آپؐ کے قتل کا منصوبہ کیا گیا۔ اور وہاں سے لاچار ہو کر آپ کو بھاگنا پڑا۔ مگر پھر بھی اپنے وطن کی محبت آپ کے دل سے نہیں نکلی اور اسی لئے کہ آپؐ کا اور آپ کے خدام مہاجرین کا دل مدینہ میں لگ جائے جہاں آپ نے آکر پناہ لی تھی۔ آپؐ کو دعا کرنے پڑی کہ مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا ہو جائے جیسا کہ مکہ ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مکہ سے ہجرت کے وقت بھی آپؐ نے مکہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور حسرت کے الفاظ میں فرمایا: اے مکہ کی بستی تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

اس محبت کا جو آنحضرت ﷺ کو اپنے وطن سے تھی میں نے یہاں اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے بھی آپ کی پاکیزہ فطرت کا پتہ لگتا ہے۔

(11) مجموعی نظر:

آپ کی دعاؤں پر نظر ڈالنے سے جو مجموعی اثر ایک انسان کے دل پر پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر آن آپؐ کی توجہ اپنے خدا کی طرف ہی تھی۔ آپؐ رات کو سوتے ہوئے بھی اپنے خدا کو یاد کر کے سوتے تھے اور جب جاگتے تھے تو پہلا لفظ جو آپ کی زبان پر جاری ہوتا وہ خدا کا نام ہی ہوتا۔ آپ ہر ایک کام کے وقت خدا تعالیٰ کو یاد کرتے اور اس سے دعا کرتے۔ سفر پر جاتے ہوئے خدا تعالیٰ کو یاد کرتے۔ سواری پر بیٹھتے ہوئے اپنے خدا کو یاد کرتے۔ سفر میں خدا کو یاد کرتے۔ سفر سے واپسی پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے اپنے شہر میں داخل ہوتے۔ آپ کسی بلندی پر نہ چڑھتے مگر آپ اپنے خدا تعالیٰ کی بڑائی کرتے۔ آپؐ کسی وادی میں نہ اترتے مگر خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے کہ وہ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے اترتے۔ آپؐ کھانا کھانے کے وقت خدا تعالیٰ کا نام لیکر دعا کرتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر دعا کرتے۔ کپڑا پہنتے ہوئے خدا کو یاد کرتے۔ غرض کوئی موقعہ اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا جب کہ آپؐ اپنے خدا کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور موقع کے موافق اس سے دعا نہ کرتے۔ خدا تعالیٰ ہی آپؐ کے دل میں تھا۔ خدا تعالیٰ کا نام ہی آپؐ کی زبان پر تھا اور ہر طرف خدا تعالیٰ کی ہی عظمت اور شان آپ کو نظر آتی تھی۔ خدا تعالیٰ ہی آپؐ کو سب چیزوں سے پیارا تھا اور اسکی عظمت دنیا میں قائم کرنے کے لئے آپؐ نے اپنی ہر ایک کوشش اور ہر ایک طاقت خرچ کر دی۔ خدا کی یاد آپؐ کی جان تھی۔ آپؐ نے فرمایا جو خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو خدا تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔ آپؐ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے رحم کا سلوک کرتے اور دوسروں کو بھی نرمی کی تلقین فرماتے۔ چند یہودی آپؐ کے پاس آتے ہیں وہ اپنی زبان کو بگاڑ کر بجائے السلام علیکم کے السام علیکم کہتے ہیں جس میں آپؐ کے لئے بددعا تھی۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں اور جواب دیا علیکم السام والعنت۔ تم ہی پر سام (موت) اور لعنت پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مھلا یا عائشة۔ ان الله یحب الرفق فی الا مر کله۔ اے عائشہ نرمی کرو اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی اور خوش اخلاقی کو پسند کرتا ہے۔

آپ خدا تعالیٰ کا جلال دنیا میں ظاہر کرنے کیلئے آئے۔ آپؐ جب تک اس دنیا میں رہے اس کام میں مصروف رہے۔ آپؐ دنیا میں رہتے تھے مگر دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ حالت صحت میں فرماتے تھے کہ کوئی نبی اس دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا جب تک کہ اختیار نہیں دیا جاتا کہ اگر چاہے تو اور دنیا میں رہے پھر جب آپ بیمار ہوئے اور موت آن پہنچی اس وقت آپؐ کا مبارک سر میری گود میں تھا۔ آپؐ ایک گھڑی تک بیہوش رہے۔ اس کے بعد ہوشیار ہوئے تو اپنی نگاہ چھت کی طرف لگائی اور فرمایا: اللھم الرفیق الآعلیٰ۔ اے اللہ میں اپنے بلند رفیق کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا اذا لا یختارنا۔ آپ اب ہمارے پاس رہنا پسند نہیں فرمائیں گے اور اللھم الرفیق الآعلیٰ آخری کلمہ تھا جو آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اللھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ و بارك وسلم انك حمید مجید۔

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان 5 اپریل 1941)

......☆......☆......☆......

CHANDIGARH DIAGNOSTIC LABORATORY
Thane wala Chowk, Thikriwal Rd (Darul Salam Kothi Rd)
(Near Canara and Punjab & Sind Bank Qadian)

ہمارے یہاں ہر طرح کے جسمانی ٹیسٹ خون، پیشاب، بلغم، بایوپسی، وغیرہ کمپیوٹرائزڈ دستیاب ہیں
ہمارے ساتھی: SRL-Super Ranbaxy Lab,Thyrocare Mumbai

چوہدری محمد خضر باجوہ صاحب درویش قادیان لقمان احمد باجوہ صاحب
پروپرائٹر: عمران احمد باجوہ، رضوان احمد باجوہ فون نمبر: +91-96465-61639, +91-85579-01648

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for royal weddings & celebrations.

 # 2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

غیر مذاہب کی عبادت گاہوں اور راہبوں کے متعلق رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام

(حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ)

مذہبی رواداری کا زرّیں اُصول

حضرت رسول پاک محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود مبارک دُنیا جہاں کے تمام انسانوں، جانداروں بلکہ حیوانات و اشجار کے واسطے بھی موجبِ رحمت برکت اور راحت تھا۔ آپ ایک ایسا دین لائے جو انسان کو خدا کے ساتھ ملا کر انسان کی پیدائش اور ہستی کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔ آپ کی یہ دلی خواہش اور کوشش تھی کہ سب لوگ اس پاک دین کو قبول کریں مگر اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے نہ کبھی آپ نے جبر کیا اور نہ کبھی جبر کی اجازت دی بلکہ قرآن شریف کا یہ زریں اُصول دُنیا کے سامنے پیش کیا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔ مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں۔ ہدایت اور گمراہی کی باتیں سب کھول کر بیان کردی گئی ہیں۔ جو راہ کسی کو پسند آتی ہے وہ اُس کو اختیار کرے۔

دُوسرا زریں اُصول

قرآن شریف کا یہ تاکیدی حکم ہے کہ تمام قوموں کے ساتھ خواہ وہ ہمارے موافق ہوں، یا ہمارے مخالف ہوں، عدل وانصاف کا معاملہ کیا جائے چنانچہ فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی خاطر دُنیا میں نیکی اور عدل کے قائم کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور چاہئے کہ کسی قوم کی مخالفت تمہیں عدل و انصاف کے راستے سے نہ ہٹائے بلکہ تم سب کے ساتھ عدل کا معاملہ کرو کیونکہ یہی طریق تقویٰ کا تقاضا ہے۔ پس تم متقی بنو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

ہر دو مذکورہ بالا آیات غیر حکومتوں اور غیر قوموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کے مسئلہ کے لئے بطور بنیادی پتھر کے ہیں کیونکہ ان میں وہ اصول بتلائے گئے ہیں جن پر بین الاقوام اور بین الدول تعلقات قائم ہونے چاہئیں اور غور کیا جائے تو یہ اصول ایسے زرّیں ہیں کہ اگر فریقین کی طرف سے ان پر پورا پورا عمل ہو تو نہ صرف یہ کہ بین الاقوام تعلقات کبھی بگڑ نہیں سکتے بلکہ وہ ایسی خوشگوار صورت میں قائم رہ سکتے ہیں کہ جس میں بگڑنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو سکے۔

عبادت خانوں کی حفاظت کا حکم

ان ہر دو زریں اصول کے ماتحت مسلمان صاحبانِ اقتدار غیر مذاہب کی عبادت گاہوں اور ان میں عبادت کرنے والے کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ چنانچہ یہ آیت اس امر کی اور وضاحت کرتی ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۔ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۔ اور اگر اللہ تعالےٰ دفاعی جنگوں کی اجازت دے کر ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف عمل کرنے سے نہ روکے تو یقیناً راہبوں کے صومعے اور عیسائیوں کے گرجے اور یہود کے بیت اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں کثرت کے ساتھ خدا کا نام لیا جاتا ہے ایک دوسرے کے ہاتھ سے تباہ و برباد کر دی جاتیں اور اللہ تعالےٰ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرتا ہے۔

اس آیت شریفہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں کو تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کے خراب کرنے سے نہ صرف روک دیا ہے بلکہ حتے الوسع ان کے آباد رکھنے اور انہیں گرایا جانے سے بچانے کی ترغیب دی ہے اس میں مسلمانوں کے واسطے ایک عام قانون بتا دیا گیا ہے کہ خواہ کوئی مذہب ہو اس کے عبادت خانے کو تباہ نہیں کرنا چاہئے۔

راہبوں کی حفاظت کا حکم

مذکورہ بالا آیت میں نہ صرف عبادت گاہوں کی حفاظت کا حکم ہے بلکہ اُن عبادت گاہوں میں رہنے والوں اور خدا کی یاد میں وقت گزارنے والوں کی بھی حفاظت کی گئی ہے۔

قرآن شریف کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت رسُول پاک محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جنگ کے موقعہ پر جو ہدایات دیتے تھے ان کی وضاحت احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے۔ چنانچہ مسلم ابوداؤد اور موطاء کی احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی فوجی دستہ مدینہ شریف سے روانہ ہونے لگتا تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو یُوں نصیحت فرماتے۔

اغزوا بسم اللہ وقاتلوا فی سبیل اللہ ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدًا ولا امراۃ ولا تقتلوا اصحاب الصوامع۔ ولا تقتلوا شیخًا فانیا ولا طفلًا ولا صغیرًا ولا امراۃً واصلحوا واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔

اے مسلمانو! نکلو اللہ کا نام لے کر اور جہاد کرو حفاظتِ دین کی نیت سے مگر خبردار مالِ غنیمت میں بددیانتی نہ کرنا اور نہ کسی قوم سے دھوکہ کرنا اور نہ دُشمن کے مقتولوں کا مثلہ کرنا اور نہ بچوں اور عورتوں اور مذہبی عبادت گاہوں کے لوگوں کو قتل کرنا اور نہ بہت بوڑھوں کو قتل کرنا اور ملک میں اصلاح کرنا اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا کیونکہ تحقیق خدا تعالےٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

خلفاء کا عملدرآمد

اَیسا ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ اول کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جب کبھی کسی طرف فوج روانہ کرتے تھے تو اس کو نصیحت کرتے تھے کہ الذین زعموا انّھم حبسوا انفسھم للہ فذرھم وما زعموا انھم حبسوا انفسھم لہ....... ولا تقطعن شجرًا مثمرًا ولا تخربن عامرًا۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے خیال میں اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر رکھا ہے ان کو کُچھ نہ کہنا اور اسی طرح جس چیز کو وہ مقدس سمجھتے ہیں اسے بھی کچھ نہ کہنا اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو ویران کرنا۔ اس ہدایت میں بالخصوص یہ امر قابل غور ہے کہ یہ نہیں کہا کہ وہ لوگ فی الواقعہ اپنے طریق عبادت میں حق اور راستی پر ہیں بلکہ جو کُچھ بھی ہیں جبکہ انہوں نے مذہب کے نام پر کوئی عبادت اختیار کی ہے اور کسی جگہ کو اپنا معبد بنایا ہے خواہ وہ مذہب ہمارے نزدیک جھوٹا اور نا قابلِ قبول ہو تب بھی اس کا اتنا اکرام ضروری ہے کہ نہ معبدوں کو گرایا جائے اور نہ عابدوں کو کچھ تکلیف پہنچائی جائے۔ اس طرح مذہبی لوگوں اور مذہبی چیزوں کی حفاظت کے طریق میں اسلام نے ایک نمایاں امتیاز پیدا کیا جس کی نظیر پہلی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اَیسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب شام کا ملک فتح ہوا تو جو معاہدہ وہاں کی عیسائی آبادی کے ساتھ مسلمانوں کا قرار پایا اس میں مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری کی روح سارے امور پر غالب تھی۔ ان اُمور کی تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو، تاریخ طبری ابن جریر وفتوح البلدان وغیرہ۔

یہ اُس ضابطہ اخلاق کا ایک نہایت مختصر سا نقشہ ہے جو غیر قوموں کے ساتھ تعلقات رکھنے کے متعلق حضرت خاتم النّبیین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا اور جس پر آپ کے خلفاء اور آپ کے اصحاب نے عملاً کاربند ہو کر دُنیا کو دکھا دیا کہ اسلامی تعلیم صرف کاغذوں کی زینت یا منبروں کی سجاوٹ نہیں بلکہ سیاستِ اسلامی کا ایک ضروری اور عملی حصہ ہے۔

عیسائیوں سے معاہدہ

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس کی شرائط میں بالوضاحت مسلمانوں کی طرف سے یہ اقرار تھا کہ عیسائیوں کا کوئی گرجا گرایا نہ جائیگا ان کے کسی پادری یا راہب کو وہاں سے نکالا نہ جائیگا اُن کے مذہب میں کِسی قسم کی رخنہ اندازی نہ کی جائے گی۔ اس طرح عیسائیوں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی اور ان کے راہبوں اور پادریوں کے عہدے اور آمدنیاں بدستور قائم رہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی حفاظت میں آ گئے اور ہر قسم کے خوف و خطر سے امن میں آ گئے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو ابوداؤد کتاب الخراج۔ باب اخذ الجزیۃ۔

ایسا ہی خیبر کے موقعہ پر اعلان عام کیا گیا تھا کہ کوئی مسلمان اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔ کوئی مسلمان اہلِ خیبر کی عورتوں کو نہ مارے۔ کوئی مسلمان اہل خیبر کے پھلوں کو نہ کھائے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ابوداؤد)

پس ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیم دین کے معاملہ میں کِسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں دیتی۔ ہر شخص پورے طور پر آزاد ہے کہ وہ دلائل اور براہین کے ساتھ جس مذہب کو پسند کرے اُسے اختیار کرے۔ اسلام آزادئ ضمیر کے حق کو تسلیم کرتا اور اس پر زور دیتا ہے اور اسی کے مطابق اہل اسلام کا ہمیشہ عملدرآمد رہا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دین کے معاملہ میں سوائے خدا کے اور کِسی کا خوف نہ رہے اور ہر شخص آزادی سے جو مذہب چاہے قبول کرے اور جس رنگ میں کوئی چاہے اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالائے۔

قِسیس اور رہبان کا ذکر خیر

قسیسوں اور رہبانوں کی جو تعریف قرآن شریف میں کی گئی ہے اور انہیں دیگر اہل کتاب کی نسبت مسلمانوں کے زیادہ قریب بتلایا گیا ہے، یہ امر بھی مسلمانوں کو ان کی حفاظت کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿المائدة: ۸۲﴾

(سُورۃ مائدہ رکوع 11) البتہ ان لوگوں کو جو نصاری کہلاتے ہیں تُو مسلمانوں کے ساتھ دوستی کرنے میں زیادہ قریب پائے گا کیونکہ اُن میں قسیسین اور رہبان لوگ ہیں اور اس واسطے کہ وہ لوگ تکبّر نہیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے راہبوں اور پادریوں کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اختلافِ مذاہب کی بناء پر دوسروں

باقی صفحہ 26 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ یوکے از صفحہ نمبر 40

حضور کی آمد پر اسٹیج سے پُر جوش نعرے لگائے گئے۔

تلاوت قرآن کریم سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ مکرم فیروز عالم صاحب نے سورہ آل عمران کی آیات 133 تا 137 کی تلاوت کی اور ترجمہ تفسیر صغیر سے پیش کیا۔ نظم مکرم محمد عصمت اللہ صاحب نے پڑھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام:

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے

خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ جلسہ گاہ کے اردگرد کا ماحول چمچماتی دھوپ کی وجہ سے بہت ہی نکھرا نکھرا اور خوشنما نظر آرہا تھا۔ مختلف ممالک میں ایک جگہ جمع ہوکر جلسہ سننے والے احمدیوں کو بھی Live دکھایا جارہا تھا، یہ نظارہ بہت ہی ایمان افروز تھا۔ اس کے بعد سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام مکرم دانش خرم اور مکرم احسان احمد نے پڑھی۔

خلاصہ خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ پھر ہمیں جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی توفیق دے رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور جلسے کے انعقاد کے مقصد کے مطابق ہم ایک مرتبہ پھر اپنے نفس کی اصلاح، پاکیزگی، آپسی محبت اور بھائی چارہ بڑھانے کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ پس! ان تین دنوں میں اس مقصد کو سامنے رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسے کوئی معمولی جلسہ نہ سمجھو۔ پس! یہ مقصد تب ہی پورا ہوسکتا ہے کہ جب ہم اس مقصد کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے کے جو مقاصد بیان فرمائے ہیں ان میں **زہد، تقویٰ، خداترسی، نرم دلی، محبت و مؤاخات، عاجزی اور راست بازی اور دینی مہمات کے لیے سرگرمی دکھانا** شامل ہیں۔ یہ وہ مقاصد ہیں جنہیں ان دنوں میں ہر ایک کو اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

زہد کی تشریح کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا: اس ایک لفظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے لیے اصلاح کے تمام پہلو بیان کردیئے ہیں۔ ہمیں اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم یہ حالت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زہد کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ لغویات کو ردّ کرنا ضروری ہے۔ بداخلاقی سے رکنا اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا یہ زہد ہے۔ رنجشوں کو دُور کرکے صلح کی بنیاد ڈالنا یہ زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت اور بھائی چارے کو فروغ دینا یہ زہد ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک مقصد جلسے کا تقویٰ پیدا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہ تقویٰ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں کافی نہیں، اگر تقویٰ کی شرط پوری نہیں، اگر خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت کے لوازمات پورے نہیں۔ جب یہ ہوگا تو تب ہی حقیقی نمازیں بھی ہوں گی۔ حضور نے تقویٰ اختیار کرنے کے متعلق تفصیلی نصیحت فرمائی پھر فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے کا ایک مقصد آپس میں محبت اور مؤاخات کا پیدا ہونا بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کہ آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے ہیں۔ جب ہر ایک رحم کر رہا ہوگا تو لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ محبت اور پیار بڑھے گا۔ بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عاجزی کے خلق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مقابلے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں''، یہ نمونہ ہے جسے ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پس تم رحمان خدا کے بندے بن کر اپنے عمل اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کو جذب کرنے والا بناؤ۔ یہ معاشرے میں امن کی بنیاد ہے۔ معاشرے جھوٹی اناؤں سے خراب ہوتے ہیں۔ ملکوں کا ٹکراؤ تکبر کی وجہ سے ہے۔ یہی چیز دنیا کو عالمی جنگ کی طرف لے جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

پھر سچائی اور راستی کی تعلیم کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے۔ یہ ایک احمدی کا خاصہ ہونا چاہئے۔ اگر ہم نے بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو عملی تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ کی پہچان کروانے، دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کروانے کے لئے ہر احمدی کو اپنی تمام تر استعدادیں بروئے کار لاتے ہوئے اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کو اسلام کا ایک خوبصورت پیغام پہنچانے کی ضروت ہے۔ جب ہمارے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کی دعائیں عرش تک جائیں گی تب ہی ہم دنیا میں انقلاب لانے والے بن سکیں گے، دشمن سے بچ سکیں گے، فتوحات کے نظارے دیکھیں گے۔ یہ بہت بڑا کام ہے جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے توقع کی ہے۔ اگر ہم میں وہ اعلیٰ اخلاق نہیں اور وہ درد نہیں پیدا ہو رہا جس سے ہم تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ تو ہم اپنے عہد بیعت کو ادا نہیں کر رہے۔ یہ عہد کریں اور اس کے لئے اِن دنوں میں دعائیں بھی کریں کہ ہم اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک دنیا میں خدا تعالیٰ کی حکومت قائم نہ کردیں، شیطان اور شیطان کے چیلوں کا خاتمہ نہ کردیں اور دنیا کو گمراہی سے نہ نکال دیں۔

ان دنوں میں مظلوم فلسطینیوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی جلد آسانیاں پیدا فرمائے۔

پاکستان کے مظلوم احمدیوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں جنہیں جلسوں سے محروم کردیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن کے لئے بھی جلد آزادی اور آسانی کے سامان پیدا فرمائے۔

معائنہ انتظامات: قبل ازیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 25 جولائی کو جلسہ کے انتظامات کا معائنہ فرمایا اور جلسہ کے کارکنان کو نصیحت فرمائی۔

مورخہ 27 جولائی بروز ہفتہ:

حضور انور جلسہ سالانہ کے دوسرے روز قبل دوپہر مستورات کے جلسہ گاہ سے خطاب فرماتے ہیں اور بعد دوپہر مردانہ جلسہ گاہ سے دوران سال جماعت پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

مستورات سے خطاب:

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرمہ روبینہ کاشف صاحبہ نے کی، نظم مکرمہ شوکت زکریا صاحبہ نے پڑھی۔ اس کے بعد تعلیمی اعزازات کا اعلان کیا گیا۔ اسکے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق دی اور ہم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا ہوتے دیکھنے والے بن گئے۔ پس! یہ بات ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بنانے والی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری اس کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے ہوتی ہے اور عبادت کا بہترین طریق نماز کی ادائیگی ہے۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں سب کے لیے ہے۔

صحابیات، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی سند حاصل کی ان کے متعلق تو روایات میں آتا ہے کہ وہ عبادات میں مردوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ساری ساری رات عبادت کرتیں اور دن میں روزے رکھتیں۔ یہ صرف پرانی باتیں نہیں بلکہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو عطا فرمائی ہیں جو اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے والی ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی عبادات اور تربیت کی ایک مثال دینے کے بعد فرمایا: پس! بڑے خوف اور شکرگزاری کے جذبات سے لبریز ہوکر ہر ماں کو بچوں کی پیدائش کے بعد عبادتوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اگر ماں باپ نیک نمونے دکھانے والے، عبادات کا حق ادا کرنے والے، ایمان میں پختہ ہوں تو بچے دین کی طرف مائل ہوتے ہیں ورنہ دُور چلے جاتے ہیں۔ دنیا میں جس تیزی سے لغویات بڑھتی جارہی ہے، اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ماں باپ کو بچوں کی ہر مجلس اور ہر عادت اور ہر حرکت کا علم ہو۔

فرمایا: خدا کرے کہ ہر ماں اپنے ہر بچے کے دل میں خدا کی محبت اور آخرت کی اہمیت گاڑ دے۔ آپ جن کے ہاتھوں میں مستقبل کی نسلوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہے، آپ کا کام ہے کہ نمازوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنے نمونے قائم کرتے ہوئے اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور ان کو عبادت کرنے والا بنائیں۔ اگر ماں یا باپ یا ان میں سے کوئی ایک اپنے نمونے قائم کرکے تربیت نہیں کررہا اور بچوں کے لیے دعا نہیں کر رہا تو بچوں کے بگڑنے کے امکانات زیادہ ہوجاتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے غلط اور ناجائز استعمال سے بچنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: احمدی بچیاں اپنی عصمت، عزت، اپنے خاندان کے وقار اور اپنی جماعت کے تقدس کو مدنظر رکھتے ہوئے، اپنے خدا کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے اِن چیزوں سے بچیں۔

اسلامی پردہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور نے فرمایا: اسلام حیا کا حکم دیتا ہے۔ پس اپنی حیا کا خیال رکھیں اور اس کی حدود میں رہتے ہوئے جو فیشن کرنا ہے کریں۔ اسلامی پردے کی تاریخ قرآن کریم نے بڑی کھول کر بیان کردی ہے اس کو پڑھیں اس پر عمل کریں۔ یہ جماعت احمدیہ کا مؤقف نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اپنے پردے کا خیال رکھیں۔ اپنے سروں، چہروں، جسم کو ڈھانپ کر رکھیں۔ کوئی زینت کی چیز نظر نہ آئے۔ چادر سے بھی اگر کسی کو پردہ کرنا ہے تو سارے بال، گال، ٹھوڑی اور سینہ ڈھکا ہو پھر ہی وہ صحیح پردہ ہے۔ دنیا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر عورت ہر بچی یہ کوشش کرے کہ پوری دنیا کو متاثر کرنا ہے۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قدموں میں لے کر آنا ہے۔ ہم نے دنیا میں انقلاب لانا ہے، دنیا کو سیدھی راہ دکھانی ہے، دنیا کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والا بنانا ہے، دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے والا بنانا ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنی حالتوں کو بھی، اپنی نسلوں کی حالتوں کو بھی تبدیل کرنا ہوگا۔ جب یہ ہوگا تو پھر ایک انقلاب ہوگا جو ہم دنیا میں پیدا کرسکیں گے۔ اس کے لیے احمدی عورتوں، لڑکیوں اور بچیوں کو خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ آپ ہی ہیں جو لڑکوں کی بھی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

مردانہ جلسہ گاہ سے بعد دوپہر خطاب

تلاوت و نظم کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: اس سال ایک نیا ملک 'تائیوان' احمدیت میں شامل ہوا ہے۔ اس طرح اُن ممالک کی کُل تعداد جہاں احمدیت قائم ہے اب 214 ہوگئی ہے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں 384 نئی جماعتوں کا قیام ہوا ہے۔ 908 ایسے نئے مقامات ہیں جہاں جماعت باقاعدہ تو قائم نہیں ہوئی تاہم احمدیت کا پودا وہاں لگا ہے۔ جماعت کو اللہ تعالیٰ کے حضور 148 نئی مساجد پیش کرنے کی توفیق ملی ہے، ان میں سے 106 نئی مساجد تعمیر ہوئی ہیں اور بقیہ بنی بنائی ملی ہیں۔ مشن ہاؤسز میں 117 کا اضافہ ہوا ہے۔ الحمد للہ جماعت کی طرف سے اب 78 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم تیار ہوچکے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں میں جماعتی کتب کے تراجم اور انکی طباعت کے بارے میں بتایا۔ نیز عربی، فارسی، چینی، فرنچ، ٹرکش ڈیسک کی طرف سے ہونے والے کاموں پر روشنی ڈالی۔ نیز پریس اینڈ میڈیا، الاسلام ویب سائٹ اور ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے کاموں کے بارے میں بتایا۔ واقفین نو کے متعلق حضور انور نے فرمایا کہ اس وقت دنیا میں واقفین نَو کی کُل تعداد 83055 ہے جس میں 48582 لڑکے اور 34473 لڑکیاں ہیں۔ رپورٹس کے مطابق اِس وقت کُل 2947 واقفین نَو بشمول مربیان مختلف فیلڈز میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

فرمایا: مجلس نصرت جہاں کے تحت 13 ممالک میں 40 ہسپتال اور کلینکس قائم ہیں جن میں 36 مرکزی 53 لوکل اور 74 وقتی ڈاکٹرز کام کررہے ہیں۔ افریقہ کے 13 ممالک میں 620 پرائمری اور مڈل اسکولز اور دس ممالک میں 81 سیکنڈری اسکولز کام کررہے ہیں۔ دوران سال برونڈی، سیرالیون، بینن، زمبابوے، فن لینڈز، اٹلی، کیمرون، پرتگال اور اسپین کے علاوہ الجزیرہ میں چھ زمینیں اور چار عمارات خریدی گئیں۔ اس کے علاوہ دوران سال مختلف ممالک میں 15 تعمیراتی پراجیکٹس مکمل ہوئے اور مزید 15 کی تعمیر شروع ہوچکی ہے۔

بیعتوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ امسال ہونے والی بیعتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ اڑتیس ہزار پانچ سو اکسٹھ ہے۔ گذشتہ سال کی نسبت اکیس ہزار تین سو ترانوے کا اضافہ ہے۔ 117 ممالک سے 482 سے زائد اقوام احمدیت میں داخل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قبول احمدیت کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔

● آج کے روز دوپہر کے اجلاس میں درج ذیل علمائے کرام کے خطابات ہوئے:

مکرم ایاز محمود خان صاحب مبلغ سلسلہ وکالت

تصنیف لندن بعنوان ’’احمدیت کا سفرنو مبائعین کے واقعات کی روشنی میں‘‘ بزبان اُردو۔

مکرم ڈاکٹر عزیز حفیظ صاحب چیئر مین ہیومنٹی فرسٹ برطانیہ بعنوان ’’قبولیت دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کی بہترین دلیل‘‘ بزبان انگریزی۔

مکرم فرید احمد نوید صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا بعنوان ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بنی نوع انسان سے ہمدردی‘‘ بزبان اُردو۔

● آج کے روز شام کے اجلاس میں جلسہ میں تشریف لانے والے معزز مہمانوں کے مختصر خطابات ہوئے جس میں مہمانان کرام نے اپنے تاثرات اور نیک خیالات کا اظہار فرمایا اور جلسہ کے انتظامات کی تعریف کی۔

مستورات کا جلسہ

آج لندن وقت کے مطابق صبح دس بجے مستورات کا اجلاس ہوا۔ اجلاس کی صدارت نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ یو کے مکرمہ ڈاکٹر قرۃ العین صاحبہ نے کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کہ مکرمہ سجیلہ نعیم صاحبہ نے کی، مکرمہ وجیہہ باجوہ صاحبہ نے نہایت خوش الحانی سے نظم پیش کی۔ اس اجلاس میں تین تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر ’’قرآن کریم ہماری مشعل راہ‘‘ کے عنوان پر مکرمہ ڈاکٹر ملیحہ منصور صاحبہ معاونہ صدر واقفات نو لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے کی، دوسری تقریر ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی طرف میرا سفر کیسے شروع ہوا‘‘ کے عنوان پر مکرمہ عاصمہ رانا صاحبہ نو مبائعہ نے کی۔ تیسری تقریر ’’دورحاضر اور ماؤں کیلئے تربیت اولاد میں درپیش دشواریاں‘‘ کے عنوان پر مکرمہ شرمین بٹ صاحبہ معاونہ صدر پریس اینڈ میڈیا لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے کی۔

مورخہ 28 جولائی بروز اتوار

عالمی بیعت

مورخہ 28 جولائی بروز اتوار ہندوستانی وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے پانچ بجے دوپہر عالمی بیعت کی ایمان افروز تقریب عمل میں آئی۔ بیعت لینے سے قبل حضور انور نے بیعت کرنے والوں کی مجموعی تعداد کا اعلان فرمایا۔ بعدہ حضور انور نے بیعت کے الفاظ پڑھے۔ نئے داخل ہونے والوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے احمدیوں نے بھی ایم ٹی اے کے ذریعہ تجدید بیعت کی سعادت حاصل کی۔

اختتامی خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ

حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہندوستانی وقت کے مطابق تقریباً رات 9 بجے اختتامی خطاب فرمایا۔ خطاب سے قبل شاہ چارلس سوم کا خصوصی پیغام سنایا گیا۔ بعدہ تعلیمی اعزازات کا اعلان کیا گیا۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا، پھر فارسی قصیدہ اور اردو نظم کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنحضرت ﷺ سے عشق و محبت کے حوالے سے کچھ کہوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہی یہی ہے کہ مَیں نے جو کچھ بھی پایا ہے وہ محمد ﷺ کے وسیلے سے پایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی دس روزہ پیروی سے وہ روشنی ملتی ہے جو اس سے پہلے دس ہزار برس کے مجاہدے سے بھی ممکن نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ عجیب ظلم ہے کہ نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے حالانکہ زندہ ہونے کی علامات آنحضرت ﷺ کے وجود میں پاتا ہوں۔ وہ خدا جسے دنیا نہیں جانتی ہم نے اس خدا کو اس نبی کے ذریعے سے دیکھ لیا۔ مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے سوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپؐ کی ختمِ نبوت کو توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس وہی مُہرِ محمدی نہ ہو۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اسی بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔

آنحضرت ﷺ پر غیروں کی طرف سے جو ناپاک حملے کئے جاتے ہیں اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور وہ سارے معاون میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے، اور مَیں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھوبیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کیے جائیں۔

خطاب کے آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آقا ﷺ سے جو عشق و محبت تھا اس محبت کے اظہار کے لیے اپنی زبانوں کو ہمیشہ درود سے تر رکھیں۔ یہاں سے جائیں تو عشق رسول ﷺ پہلے سے بڑھ کر قائم کریں۔ درود شریف کی حقیقت اور اس کے پڑھنے کی ضرورت کے بارے میں پہلے سے زیادہ توجہ دیں۔

آج کے روز مردانہ جلسہ گاہ سے درج ذیل علمائے کرام کے خطابات ہوئے۔

مکرم مبارک احمد تنویر صاحب استاذ جامعہ احمدیہ جرمنی بعنوان ’’خلافت احمدیہ، امت مسلمہ میں وحدت کا ذریعہ‘‘ بزبان اُردو۔

مکرم ڈاکٹر زاہد احمد خان صاحب صدر قضاء بورڈ برطانیہ بعنوان ’’خاندانی تنازعات میں اصلاح احوال‘‘ بزبان انگریزی۔

مکرم عبد السمیع خان صاحب استاذ جامعہ احمدیہ کینیڈا بعنوان ’’آنحضور ﷺ صفات الٰہی کے بہترین مظہر‘‘ بزبان اُردو

مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت برطانیہ بعنوان ’’عصر حاضر کے برے اثرات سے بچاؤ‘‘ بزبان انگریزی۔

● حضور انور کے اختتامی خطاب سے قبل معزز مہمانوں کے مختصر خطابات ہوئے جن میں مہمانان کرام نے اپنے تاثرات اور نیک خیالات کا اظہار فرمایا اور جلسہ کے انتظامات کی تعریف کی۔

نمائشیں

امسال جلسہ سالانہ یوکے میں درج ذیل نمائشیں لگائی گئیں۔

نمائش روزنامہ الفضل، مخزن تصاویر، شعبہ امور خارجہ کی نمائش، ہیومنٹی فرسٹ کی نمائش، ایم ٹی اے نمائش، وقف نو مرکزیہ اور وقف نو جرمنی کی مشترکہ نمائش۔

......☆......☆......☆......

بقیہ از صفحہ نمبر 24

سے عداوت رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ وسعتِ اخلاق سے کام لینے کی تلقین کرتا ہے اور یہ ہدایت دیتا ہے کہ غیر مذہب کے راہبوں میں جو خوبیاں ہوں ہمیں ان کا اعتراف کرنا ضروری ہے اور اس طرح باہمی رواداری کو ترقی دینی چاہیئے۔

جھوٹے معبودوں کو بھی گالی نہ دو

دُنیا میں بہت سے لڑائی جھگڑے اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ لوگ ایک دُوسرے کے قابلِ احترام مذہبی پیشواؤں کی مذمت کرتے ہیں۔ اسلام نے سختی کے ساتھ اس بات سے روکا ہے لَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ﴿الأنعام:۱۰۸﴾

اللہ کو چھوڑ کر اور معبود جو لوگوں نے بنائے ہوئے ہیں اُن کو بھی تم گالی نہ دو تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ چڑ کر جہالت سے اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔

اس حکم سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غیر مذاہب کی عبادت گاہوں اور عابدوں کے متعلق اسلام کا کیا نظریہ ہے۔ اسلام تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ پتھر کے بتوں کو بُرا کہا جائے چہ جائیکہ بُت خانوں اور پجاریوں کے ساتھ کوئی بُرا سلوک ہو۔

نجران کے عیسائیوں سے سلوک

یہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا ہوا تھا۔ اتوار کے دن اُس وفد کے ممبروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ آج ہمارا اعبادت کا دن ہے۔ ہم کہاں گرجا کریں۔ تو حضور نے فرمایا کہ ہماری مسجد میں کرلو۔ چنانچہ مسجد نبوی میں انہوں نے گرجا کیا۔

امریکہ کے پادریوں کو چیلنج

میں نے ایک دفعہ ڈیٹرائٹ میں جو امریکہ کا بڑا شہر ہے حضرت رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مذہبی رواداری اور حسنِ اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے اپنے لیکچر میں اُس شہر کے عیسائی پادریوں کو چیلنج کیا کہ کل جمعہ ہے (یہ لیکچر جمعرات کی مغرب کے بعد رات کو ہوا تھا) اور میں نے چند نومسلموں کے ساتھ جو اس شہر میں ہیں جمعہ کی نماز پڑھنی ہے کیا کوئی عیسائی پادری اس شہر میں ایسا حوصلہ رکھتا ہے کہ کل دو گھنٹہ کے واسطے ہمیں اپنا گرجا دے دے اور ہم اُس میں جمعہ کی نماز پڑھ لیں۔ ڈیٹرائٹ ایک بڑا شہر ہے کئی لاکھ کی آبادی ہے۔ لیکچر ایک بڑے ہال میں ہوا تھا اور اس میں کئی ایک روزانہ اخباروں کے نامہ نگار بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ نامہ نگار اُسی شب شہر کے گرجوں کے پادریوں کے پاس پہونچے اور انہیں میرا چیلنج سُنایا۔ سب کے جواب صبح جمعہ کے اخبار میں شائع ہوئے کہ سب نے نماز جمعہ کے واسطے گرجا دینے سے انکار کردیا۔ بعض نے کہا کہ ڈاکٹر صادق کو گرجا استعمال کرنے کے واسطے دینا ایسا ہے جیسا کہ کوئی دُشمن کو بُلا بھیجے کہ ہمارے قلعہ پر آکر بم پھینکو۔

غرض سب نے انکار کیا اور جس حسنِ اخلاق اور مذہبی رواداری کا نمونہ آج سے تیرہ سَو سال قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم نے دکھایا تھا آج کی مہذب کہلانے والی دُنیا اس کا عشر عشیر بھی نہیں دکھا سکتی۔

خلاصۂ کلام

غرض اسلامی شریعت میں غیر مذاہب کی عبادت گاہوں کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ طبری وغیرہ کتب تاریخ میں بہت سے معاہدات اصل الفاظ میں مذکور ہیں جن میں بالصراحت تحریر ہے کہ کسی کے مذہب سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ حضرت خالدؓ نے جب عیسائیوں پر فتح پائی تو اُن کو یہ تحریر دی کہ ان کے گرجے برباد نہیں کئے جائیں گے۔ ان کو سنکھ بجانے سے روکا نہیں جائے گا۔ ان کی عیدوں کے دن انہیں صلیب کے جلوس نکالنے کی اجازت ہوگی۔ یہ وہ پاک تعلیم ہے جو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو دی اور جس پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں نے ہمیشہ غیر قوموں کے معبدوں، راہبوں، برہمنوں کا احترام کیا۔ اللّٰھم صل وسلّم وبارك علی محمد وعلیٰ اٰل محمد وعلیٰ مسیح الموعود وعلیٰ اٰل مسیح الموعود انّك حمید مجید۔

......☆......☆......☆......

Z.A. Tahir Khan
M.Sc. (Chemistry) B.Ed.
DIRECTOR
طالب دعا
Z.A.TAHIR KHAN
Director oxford N.T.T.College
Jaipur (Rajasthan)
TEACHER TRAINING
OXFORD N.T.T. COLLEGE
(Teacher Training)
(A unit of Oxford Group of Education)
Affialiated by A.I.I.C.C.E. New Delhi 110001
0141-2615111- 7357615111
oxfordnttcollege@gmail.com
Add. Fateh Tiba Adarsh Nagar, Jaipur-04
Reg. No. AIICCE-0289/Raj.

Love for All Hatred for None
99493-56387
Prop:Muhammad Saleem
MASROOR HOTEL
TEA,TIFFIN,MEALS,CHICKEN-BIRYANI,FAST-FOOD AVAILABLE HERE
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا: محمد سلیم (ضلع نائب امیر جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں پر عدیم المثال احسان

(مکرم خلیل احمد صاحب ناصر بی.اے.)

انسان اور جنگ

جب تک دُنیا قائم ہے جنگ وجدال کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ انسان انسان میں اختلاف ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ملکوں کے مفاد آپس میں ٹکرا جاتے ہیں۔ بین الاقوامی الجھنیں پیدا ہوتی رہتی ہیں جس کا نتیجہ بسا اوقات لڑائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ایسی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ کوئی ملک اس سے خالی نہیں۔ کبھی تو یہ جنگیں فطرت انسانی کے صحیح تقاضا کے ماتحت ایسے معقول اسباب کی بنا پر لڑی گئیں جبکہ اس کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ لیکن کبھی ان کا مقصد محض حرص جہانگیری وجہانبانی ہوتا رہا۔ ان جنگوں نے اکثر دفعہ نہایت ہی خوفناک نتائج پیدا کئے ہیں۔ کسی ایک ملک میں جنگ کا شعلہ اٹھا۔ دو قومیں آپس میں الجھیں اور پھر یہ آگ اپنی شدت میں بڑھتی ہوئی جہنّم کا نمونہ بن گئی۔ دوسری قومیں اور دوسرے ملک بھی اس کی لپیٹ میں آگئے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ یہ سلسلہ ایک دو سال سے بڑھ کر بیسیوں سالوں پر پھیلتا چلا گیا اور اس وقت ہی بس ہوا جبکہ ہزاروں لاکھوں انسان اس دوزخ میں بھسم ہوگئے۔ انسانی جذبہ بہیمیت وانتقام نے ہیبت ناک نظارے دکھائے ہیں۔ دُشمن کی ہر چیز قبضہ میں کر لینا یا تباہ کر دینا معمولی بات سمجھا گیا۔ فصلیں، مکان اور آبادیاں جلادی گئیں۔ عورتوں کی عفت وعصمت کو برباد کیا گیا۔ مفتوح قوم کے افراد کو سخت ترین اذیتیں اور نہایت ہی بھیانک عذاب دے کر ہلاک کیا گیا۔ الغرض ہر قسم کا ظلم جائز اور ہر قسم کا ستم روا سمجھ کر اپنے انتقامی جذبات کی سیری کی گئی۔

جنگ کے متعلق مذاہب کا نظریہ

لاتعداد درود وسلام سید المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں کہ حضور کی رحمت کی چادر ہر فرد وبشر پر حاوی ہے۔ کتنا پیارا، کتنا کامل، کتنا حکیمانہ مذہب اسلام ہے جو آپ کے ذریعہ سے الہ العالمین نے دُنیا پر نازل کیا۔ انسانیت کا کونسا حصہ ہے جس کے لئے اسلام شمعِ راہ نہیں بنتا؟ اور حیاتِ انسانی کی کونسی جہت ہے جو اسلامی تعلیم کی محتاج نہیں؟ اس کی حالت میں انسانی جذبات میں سکون ہوتا ہے۔ طبائع ضبط میں ہوتی ہیں۔ ایسے وقت میں تو اکثر مذاہب انسانوں کو ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرتے ہی ہیں لیکن کسی مذہب کے کمال کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں اس تعلیم کا مطالعہ کرنا چاہئے جو وہ مذہب اپنے متبعین کو لڑائی اور جنگ کے وقت میں دیتا ہے۔ ایسے وقت میں اس مذہب کے متبعین کا مفاد غیروں سے متغائر ہوتا ہے۔ اس لئے انصاف اور عدل کے پاکیزہ معیار کو قائم رکھنے میں ہمیں افراط وتفریط کی راہیں نظر آتی ہیں۔ یا تو بعض مذاہب جنگ کو سرے سے ناجائز قرار دے کر مظلوم کو اتنی اجازت بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنی ہستی کو برقرار رکھنے، اپنے مال ومتاع اور اپنی ماؤں اور بیٹیوں کی عزّت کو بچانے اور اپنی آزادی کو محفوظ رکھنے کے لئے ظالم کے ظلم وستم کا مقابلہ کرے۔ یا پھر بعض مذاہب اپنے دُشمن کے خلاف اتنی خطرناک اور اتنی بھیانک تعلیم دیتے ہیں کہ اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اسلامی تعلیم ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اسلام جہاں ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کرنے کو مختلف صورتوں کے لحاظ سے مختلف طریق سے جائز قرار دیتا ہے وہاں ایسے مواقع پر جب جنگ ضروری ہو اس کے متعلق ایسے حکیمانہ قانون پیش کرتا ہے کہ کسی انسان اور کسی قوم پر ناجائز جور وتعدی اور ناروا ظلم نہ ہو سکے۔ اس مضمون میں تمام قوانین کی تفصیل پیش کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاکیزہ تعلیم کا مختصر ذکر مقصود ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں سے سلوک کے بارے میں دی ہے۔

قیدی اور زمانہ جاہلیت

جب دو قومیں انتقام کے جذبہ سے بھری ہوئی آپس میں ٹکرا جاتی ہیں، میدان کارزار بپا ہوتا ہے تو جہاں بہت سے انسان مقتول اور بہت سے مجروح ہوتے ہیں وہاں اکثر ایک دوسرے لشکر کے ہاتھوں اسیر بھی ہوتے ہیں اور چونکہ یہ قیدی پوری طرح ان کے بس میں ہوتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ ہر قسم کا ظلم وجبر جائز سمجھا جاتا ہے۔ عرب کی تاریخ کو ہی دیکھ لو۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا رہا۔ قیدیوں کو غلام بنا کر ان سے انتہائی تحقیر کا سلوک کیا جاتا تھا اور ان کو ذلیل اور پست ترین معیار زندگی پر صرف خدمت کے لئے ہی زندہ رکھا جاتا۔ جنگ ادارہ کا واقعہ عرب کی تاریخوں میں مذکور ہے کہ بنی شیبان کے جتنے اسیر منذر بن امراءالقیس کے ہاتھ آئے اُن سب کو اس نے کوہ ادارہ کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرانا شروع کیا اور کہا کہ جب تک ان کا خون پہاڑ کے نیچے تک نہ پہنچ جائے دم نہ لوں گا۔ حتیٰ کہ مقتول سینکڑوں سے متجاوز ہوگئے اور اُسے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے خون پر پانی ڈلوانا پڑا۔ اسی طرح امراءالقیس کے باپ حجر بن حارث نے جب بنی اسد پر چڑھائی کی تو ان کے تمام قیدیوں کو ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کا عکل اور عرینہ کا واقعہ حدیثوں میں مذکور ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہوں کو پکڑ کر لے گئے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں اور پھر تپتی ہوئی گرم ریت پر ڈال دیا۔ حتیٰ کہ پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر وہ مر گئے۔ ان مثالوں سے زمانہ جاہلیت میں عربوں کا قیدیوں سے سلوک ظاہر ہے۔

قیدی اور بُدھ مذہب

جیسا کہ شروع میں لکھا گیا ہے بعض مذاہب تو اس قدر تفریط کی طرف چلے جاتے ہیں کہ وہ جنگ کے متعلق قوانین بنانا تو کجا زندگی بسر کرنا بھی انسان کے لئے ناممکن بنا دیتے ہیں۔ مثلاً موجودہ بُدھ مذہب انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا اور اُسکے معاملات سے کلیۃً بےتعلقی رکھی جائے۔ اس لئے بُدھ مذہب کی تعلیم میں جنگ اور اس کے متعلقہ قوانین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس بےتعلقی کا تلخ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جہاں کہیں اس مذہب کے خلاف تلوار اٹھی اُسے میدان خالی کر دینا پڑا اور وہاں سے بُدھ ازم اور اس کی تعلیم اور اس کی ہستی ہی مفقود ہوگئی۔ ہندوستان بُدھ ازم کا مولد ہے اور شروع شروع میں نہایت ہی سرعت کے ساتھ یہاں کے بسنے والے اس کے حلقہ بگوش ہوئے تھے۔ لیکن جب برہمنی مذہب اس سے برسرِ پیکار ہوا تو بُدھ مذہب ہندوستان سے ایسا مٹا کہ اب یہاں خال خال ہی اس کے پیرو نظر آتے ہیں۔ اس لئے ایسے مذاہب سے تو اسلامی تعلیم کے مقابلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو دُشمن کے سامنے اپنی ہستی کو ہی معدوم کر دیں۔

جنگی اسیر اور ہندو مذہب

ہندو مذہب کا ایک بنیادی مسئلہ ذات پات کا امتیاز ہے۔ یہ تمیز کس طرح پیدا ہوئی اس کے متعلق تاریخی شہادتیں ہماری یہ راہنمائی کرتی ہیں کہ جب آرین اقوام نے ہندوستان پر حملہ کیا تو یہاں کے قدیم اصلی باشندوں کو زیر اثر لانے کے بعد انہیں غلام بنایا گیا اور انہیں شودر کا خطاب دیا گیا۔ پروفیسر ہاپکنس لکھتا ہے:

”غلام شودر اور نیچے طبقے کے لوگ اجتماعی عمارت کے اجزاء تسلیم کئے گئے ہیں۔ خود یہ نام ہی بتاتا ہے کہ شودر دراصل مفتوح قوم کے لوگ تھے۔“

ڈاکٹر بریڈل کیتھ یوں رقم طراز ہے:

”آریوں اور شودروں میں بڑا اور اہم فرق رنگ کا ہے۔ کالے چمڑے کو مغلوب کرنا دراصل ویدک ہندو کے نزدیک اہم اموال سے ہے۔“

(الجہاد فی الاسلام بحوالہ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا)

اس امر کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ شودر حقیقتاً مفتوح اقوام ہیں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہندو مذہب نے جنگی مفتوحین سے کیسا سلوک کیا۔ تفصیلات کے لئے ہمیں منو کے دھرم شاستر کی طرف جانا چاہئے جو ہمیں بتاتا ہے کہ شودر فطرتاً ذلیل ہے۔ اس کا ازلی اور مستقل پیشہ خدمت گاری اور غلامی ہے۔ وہ نہ صرف بالذات نجس، کمینہ اور ناپاک ہے بلکہ اس کا سایہ بھی ناپاک کر دیتا ہے۔ منوشاستر کی رو سے اُسے وید کے سننے کی بھی اجازت نہیں اور اس کی غلامی اتنی مضبوط ہے کہ اگر اس کا آقا اُسے آزاد کر دے تب بھی وہ آزاد نہیں ہوسکتا۔ اُسے اپنی گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوئی جائیداد اور دولت پر بھی کوئی حق حاصل نہیں۔

الغرض اس کی آزادی، اس کی عزت اور اس کے حقوق کو اس بُری طرح سلب کیا گیا ہے کہ گویا وہ انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

یہودی مذہب اور جنگی قیدی

یہودی مذہب کے جنگی قیدیوں سے سلوک کے لئے ہمیں موجودہ بائیبل کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ کتاب خروج باب 34/12-13 میں ہے:

”ہوشیار رہ تا نہ ہو کہ تو اس سرزمین کے باشندوں کے ساتھ جس میں تو جاتا ہے کچھ عہد باندھ لیوے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ عہد تیرے درمیان پھندا ہو بلکہ تم ان کی قربان گاہوں کو ڈھادو اور اُن کے بتوں کو توڑ دو اور ان کی یسیرتوں کو کاٹ ڈالو۔“

اعداد باب 31/11009 میں یوں مذکور ہے:

”بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچّوں کو اسیر کیا اور ان کے مویشی اور بھیڑ بکری اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔“

مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا اس کے لئے کتاب یشوع باب 8 کو ملاحظہ فرمایئے جس میں یہ ذکر ہے کہ بنی اسرائیل نے اُن سب کو جو عی شہر میں تھے کیا مرد، کیا عورت کیا جوان، کیا بوڑھا، کیا بیل، کیا بھیڑ کیا گدھا۔ سب کو یک لخت تہ تیغ کر کے حرم کیا (یعنی قتل کیا) اور ”پھر انہوں نے اس شہر کو ان سب سمیت جو اس میں تھا پھونک دیا......وہ جو اس دن مارے گئے۔ مرد اور عورت بارہ ہزار تھے۔“

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ یہودی مذہب جنگی قیدیوں اور مفتوحین کو کس طرح تہس نہس کرتا اور ان کی بستیوں، مویشیوں، کھیتوں اور عمارات کو برباد کرتا ہے۔ پس یہودی مذہب بھی جنگی اسیروں کو ذلیل ترین پوزیشن دیتا ہے۔

عیسائیت اور جنگی قیدی

مسیحیت کی تعلیم رہبانیت کی تلقین کی وجہ سے بہت حد تک بُدھ ازم سے مشابہ ہے اور اگرچہ ایک

طرف حضرت مسیحؑ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ قائم کرنے آیا ہوں لیکن دوسری طرف ’’آسمانی بادشاہت‘‘ میں داخلہ کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں کہ کوئی ایماندار مسیحی ’’شریر کا مقابلہ‘‘ نہ کرے بلکہ ایک گال کے ساتھ دوسرا اور کُرتے کے ساتھ چوغہ بھی پیش کردیں۔ یہ تعلیم بظاہر خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ جو اس دُنیا میں بُدھ مذہب کی طرح بالکل ناممکن العمل ہے کیونکہ اس پر عمل کرکے کوئی انسان اور کوئی قوم اپنی ہستی کو موجودہ زمانہ میں برقرار نہیں رکھ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی بادشاہوں اور حکومتوں نے عیسویت کے اقتدار سے لے کر اب تک مسلسل اور پیہم اس انجیلی قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں لڑائیاں لڑیں جن میں مفتوحین سے بسا اوقات نہایت ہی ذلیل سلوک کیا گیا۔ روم پر قبضہ کے بعد رومی مفتوحین کے لئے عبادت کرنا ایسا جرم قرار دیا گیا کہ جس کا مرتکب شدید سزا کا مستوجب تھا۔ ان کو درندوں سے پھڑوایا جاتا۔ سوسائٹی میں سب سے نیچا درجہ انہیں دیا گیا۔ اُن کے کوئی معیّن حقوق نہ تھے اور نہ ہی اُن کی جان کی کوئی قیمت تھی۔ الغرض عیسائیت کی تعلیم جنگ کے بارہ میں نہایت ہی غیر معقول اور ناممکن العمل ہے اور عیسائی حکومتوں کا جنگی قیدیوں سے سلوک نہایت ہی بھیانک ہے۔

جنگی قیدیوں کے متعلق

بین الاقوامی قانون

موجودہ بین الاقوامی قانون میں قیدیوں کی پوزیشن پر غور کرتے ہوئے ہمیں یہ امر ضرور ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی ایسا محکم ضابطہ نہیں کہ حکومتیں اس کی تعمیل پر مجبور ہوں۔ ایک عام اخلاقی دباؤ سے زیادہ اس کی وقعت نہیں۔ یہ قانون آئے دن ٹوٹتے رہتے ہیں اور پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ موجودہ جنگ میں ہی بیسیوں دفعہ جرمنی وغیرہ نے اس کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا ہے۔ لیکن دوسری حکومتیں ٹس سے مس نہیں ہوتیں۔ اس لئے اگر ہمیں اس قانون میں جنگی قیدیوں کے لئے بظاہر خوشنما دفعات نظر آئیں تو پھر بھی اس کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ جنگی قیدیوں سے بہتر سلوک کی اصل بنیاد ہر دو مخالف حکومتوں کے مشترکہ مفاد پر وابستہ ہے۔ اس لئے اگر ایک حکومت جنگی قیدیوں سے ذلت آمیز سلوک کرے تو دوسری حکومت اپنے قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے پر مجبور نہیں ٹھیرتی۔ پس اگرچہ ان کے اس قانون میں بعض دفعات ایسی رکھی گئی ہیں کہ قیدیوں سے اہانت آمیز سلوک نہ ہو لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ نہ حکومتیں اسکو اہمیت دیتی ہیں اور نہ اس کی تعمیل پر مجبور رہتی ہیں، اس کی وقعت بالکل گر جاتی ہے۔

اسلام اور جنگی قیدی

اب ہمیں اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو دیکھنا چاہئے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ۔ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَهَا (سورہ محمدؐ) یعنی جب تم فتح مند ہوجاؤ۔ تو پھر دشمنوں کو قید کرلو۔ اور پھر چاہے احسان مند بنا کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر، حتیٰ کہ لڑائی بند ہوجائے۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا۔ اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا اس آیت میں خدا تعالیٰ ابرار کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو اللہ کی محبت کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔ اور ان کو خطاب کرکے کہتے ہیں کہ ہم تم کو صرف خدا تعالیٰ کی خاطر کھلاتے ہیں۔ ہم نہ اس کا بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ان آیات سے اسلامی شریعت کے قیدیوں کے متعلق مندرجہ ذیل قوانین مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَهَا کہہ کر بتایا کہ یہ جنگی قیدی صرف اس وقت تک ہی رکھے جاسکتے ہیں جب تک جنگ جاری ہو لیکن جب جنگ ختم ہوجائے یا زیادہ سے زیادہ جنگ کی وجہ سے پڑے ہوئے بوجھ دُور ہوجائیں تو اس کے بعد قیدی رکھنے کی اجازت نہیں۔

(۲) فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً میں یہ تعلیم دی کہ قیدیوں کو صرف فدیہ لیکر یا بطور احسان آزاد کردو۔

(۳) وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ میں نیک اور متقی مسلمان کی یہ تعریف کی کہ وہ خدا کی رضاء اور خوشنودی کی خاطر قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اس کے بدلہ میں قیمت یا اجر کے طالب نہیں ہوتے۔

یہاں اس امر پر زور دینے کی ضرورت نہیں کہ جو تعلیم قیدیوں سے سلوک کے متعلق قوانین بیان کرتے ہوئے بنیاد ہی خدا کی رضا اور احسان پر رکھتی ہے، وہ اپنے متبعین سے کتنے رحم و لطف کا مطالبہ کرے گی۔ ترمذی ابواب السیر میں جنگی قیدیوں کے متعلق آتا ہے کہ:

من فرّق بين والدة وولدها فرّق الله بينه و بين احبته يوم القيمة کہ جس نے (قیدیوں میں سے) ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کی اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے اور اُس کے اقرباء کے درمیان تفریق ڈالیگا۔ پس اس حدیث کے ماتحت مسلمانوں کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ قیدیوں میں سے قریبی اور خونی تعلق کے رشتہ داروں کو علیحدہ علیحدہ رکھ سکیں بلکہ جہاں ان کی خوراک اور ان کے لباس کا خیال رکھنا ضروری ہے وہاں ان کے جذبات کا احترام بھی لازمی ہے۔

سبحان اللہ! کتنی بے مثال تعلیم ہے۔ کونسا مذہب ہے جو دشمن کے ساتھ عین اس وقت بھی اتنے کریمانہ سلوک کی تلقین کرے جبکہ وہ اپنے بس میں

اعلان نکاح: از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 06/جولائی 2024ء بعد نماز عصر مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل 5 نکاحوں کا اعلان فرمایا:

(1) مکرمہ امامہ نور احمد صاحبہ بنت مکرم سید مظفر احمد صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم خالد احمد حیات صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم رفیق احمد حیات صاحب (امیر جماعت یوکے)

(2) مکرمہ انعم گھمن صاحبہ (واقفۂ نو) بنت مکرم ناصر احمد گھمن صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم اسد حمید صاحب ابن مکرم عبدالحمید صاحب (یوکے)

(3) مکرمہ انیقہ طارق مجید صاحبہ (واقفۂ نو) بنت مکرم طارق مجید صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم عمر محمود باجوہ ابن مکرم محمود احمد باجوہ صاحب (جرمنی)

(4) مکرمہ جانیتا تنویر صاحبہ بنت مکرم اقبال تنویر صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم علی حمزہ صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم عبدالغفار صاحب (جرمنی)

(5) مکرمہ آیہ الجنیت صاحبہ بنت مکرم عبدالالہ الجنیت صاحب (سیریا) ہمراہ مکرم انصر ظفر صاحب ابن مکرم مبشر احمد شاہد ظفر صاحب (یوکے)

آپکا ہوا اور انتقام کا پورا موقعہ ہو۔

رسول کریم ﷺ کا عدیم النظیر نمونہ

قرآنی احکام کی روشنی میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں تحیّر خیز نظارے نظر آتے ہیں۔ آپ کے پاس وہ قیدی آتے ہیں جنہوں نے آپ پر عرصہ حیات کو تنگ کیا۔ کونسا ظلم تھا جو انہوں نے اٹھا نہ رکھا۔ کونسی تکلیف تھی جو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو نہ دی گئی۔ کونسی اذیت تھی جو مسلمانوں کے لئے جائز نہ سمجھی گئی۔ ایسے وقت میں جب اتنی خطرناک تکلیفیں دینے والے شقی القلب کفار ایک عام انسان کے بس میں آجائیں تو وہ اس سے جو سلوک کرے وہ ظاہر ہے۔ لیکن سید المرسلین کا اسوۂ حسنہ ساری دنیا سے ممتاز ہے۔ باوجود اس کے کہ کفّار عام جنگی قیدی ہی نہیں بلکہ ان کی ذاتی دشمنی بھی اس امر کے خلاف ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ پھر یہ خدشہ بھی ہے کہ وہ واپس جاکر دوسری لڑائی کے لئے دشمن کی طاقت میں یقیناً اضافہ کرنے کا موجب ہونگے لیکن وہ محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام باتوں کے باوجود اُن کو آزاد کردیتا ہے۔ پھر جو قیدی نقدی کی صورت میں اپنا فدیہ نہیں دے سکتے ان پر اصرار بھی نہیں کیا بلکہ اجازت دی کہ اُن میں سے جو خواندہ ہوں وہ مسلمانوں کے بچّوں کو معمولی پڑھنا لکھنا سکھادیں اور ان کو رہا کردیا جائے۔ جو قیدی یکدم فدیہ نہ دے سکتے تھے اُن کے لئے مکاتبت کی اجازت دی۔ اور پھر جتنی دیر وہ قید رہے اس عرصہ میں بھی اتنا بے نظیر سلوک کیا کہ خود ان قیدیوں میں سے بعض جو اس حُسنِ سلوک سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے بیان کرتے ہیں کہ اپنے بچّوں سے بڑھ کر ہماری آسائش کا خیال رکھا گیا۔ ایسے مواقع بھی پیدا ہوئے جب کہ مسلمانوں کے پاس پیٹ بھر کر اپنے لئے کھانا اور تن ڈھانکنے کے لئے معمولی لباس بھی میسّر نہ تھا، لیکن

ایسے وقت بھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک تعلیم کے ماتحت قیدیوں کی ضروریات کو مقدم رکھا۔ لطف و عنایت کا یہ عالم ہے کہ بعض دفعہ رؤساء کو بھی بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ثمامہ بن اسال بنو حنیفہ کا سردار گرفتار ہوتا ہے۔ اس کو مسجد میں قید کیا جاتا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ: ’’اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم مجھے قتل کروگے تو ایک خونی کو قتل کروگے اور اگر احسان کروگے تو ایک شکرگزار پر احسان ہوگا۔ اور اگر زرِ فدیہ چاہتے ہو تو تم مانگو میں دونگا۔‘‘ لیکن باوجود اس کے کہ اس کو اپنے خونی مجرم ہونے کا خود اعتراف ہے اور وہ فدیہ دینے کے قابل بھی ہے، آپ جذبۂ احسان و لطف کے ماتحت اس کو آزاد کردیتے ہیں۔ جنگ بدر میں بہتر ۷۲ قیدی آتے ہیں، آپ اُن میں سے ستّر کو آزاد کردیتے ہیں۔ غزوہ بنو المصطلق میں قریباً ایک سو قیدی آتے ہیں لیکن سب کو بلا معاوضہ آزاد کردیا جاتا ہے۔ غزوہ حنین میں قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ جاتی ہے لیکن محسنِ اعظم رحمۃ للعٰلمین ان کو نہ صرف آزاد ہی کرتا ہے بلکہ ان میں سے مستحقین کو کپڑے بھی دلاتا ہے۔

الغرض حضورؐ کی حیاتِ طیّبہ کے جس پہلو پر بھی غور کرو عقل حیران ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک ورق کائنات پر رحمت و احسان کی مجسّم داستان ہے۔ حضورؐ کی تعلیم کا معمولی سے معمولی جزو بھی دنیا بھر کے قانونوں تعلیموں اور مذاہب و ادیان پر نمایاں اور ممتاز فوقیت رکھتا ہے اور ایک سعید الفطرت انسان کے لئے تو اس کے سوا چارہ ہی نہیں کہ وہ ان امور کا مشاہدہ کرکے بے اختیار پکار اُٹھے۔

اللّٰھم صل علی محمد و علی اٰل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

(ماخوذ از روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ 05/اپریل 1941ء صفحہ 20)

......☆......☆......☆......

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

ریحانہ کا غلط واقعہ

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بنوقریظہ کے قیدیوں میں ایک عورت ریحانہ تھی جسے آنحضرتؐ نے لونڈی کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا تھا اور اسی روایت کی بنا پر سرولیم میور نے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہایت دلآزار طعن کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اول تو صحیح بخاری کی محولہ بالا روایت جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ کے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرمادیا تھا اس روایت کو غلط ثابت کرتی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی قیدی عورت اپنے گھر کے لئے الگ کرلی تھی تو طبعاً اس موقع پر بخاری کی روایت میں اس کا ذکر ہونا چاہئے تھا مگر بخاری میں اس کا اشارہ تک نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دوسری صحیح روایات سے معین طور پر ثابت ہے کہ ریحانہ ان قیدیوں میں سے تھی جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور احسان کے چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد ریحانہ مدینہ سے رخصت ہوکر اپنے میکے کے خاندان (بنونضیر) میں چلی گئی تھی اور پھر وہیں رہی اور علامہ ابن حجر نے جو اسلام کے چوٹی کے محققین میں سے ہیں اسی روایت کو صحیح قرار دیا ہے لیکن اگر یہ تسلیم بھی کیا جاوے کہ ریحانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا تو تب بھی یقیناً وہ آپ کی بیوی تھی نہ کہ لونڈی۔ چنانچہ جن مؤرخین نے ریحانہ کے متعلق یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا ان میں سے اکثر نے ساتھ ہی یہ صراحت کی ہے کہ آپ نے اسے آزاد کرکے اس کے ساتھ شادی کرلی تھی۔ چنانچہ ابن سعد نے ایک روایت خود ریحانہ کی زبانی نقل کی ہے جس میں وہ بیان کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آزاد کردیا تھا اور پھر میرے مسلمان ہوجانے پر میرے ساتھ شادی فرمائی تھی اور میرا مہر بارہ اوقیہ مقرر ہوا تھا اور ابن سعد نے اس روایت کے مقابلہ میں اس دوسری روایت کو جس پر سرولیم میور نے بنیاد رکھی ہے صراحت کے ساتھ غلط اور خلاف واقعہ قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہی اہل علم کی تحقیق ہے۔

الغرض اوّل تو جیسا کہ بخاری کی روایت سے استدلال ہوتا ہے اور اصابہ میں تصریح کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریحانہ کو اپنی سرپرستی میں لیا ہی نہیں بلکہ اسے آزاد کردیا تھا۔ جس کے بعد وہ اپنے خاندان میں جاکر آباد ہوگئی تھی۔ دوسرے اگر اس روایت کو تسلیم بھی کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا تو تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آزاد کرکے اس کے ساتھ شادی فرمائی تھی اور اسے لونڈی کے طور پر نہیں رکھا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ریحانہ کے نام اور حسب نسب اور قبیلہ وغیرہ کے متعلق روایات میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کے وجود ہی کے متعلق شبہ کرنا غالباً غیر معقول نہیں سمجھا جا سکتا۔ خصوصاً جبکہ اس بات کو مدنظر رکھا جاوے کہ اسے ایک ایسے شخص کی بیوی کہا جاتا ہے جو دنیا میں یقیناً سب سے زیادہ تاریخی شخص ہے واللہ اعلم۔

بنوقریظہ کا واقعہ اور غیر مسلم مؤرخین

بنوقریظہ کے واقعہ کے متعلق بعض غیر مسلم مؤرخین نے نہایت ناگوار طریقے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف حملے کئے ہیں اور ان کم وبیش چار سو یہودیوں کی سزائے قتل کی وجہ سے آپ کو ایک نعوذ باللہ ظالم وسفاک فرمانروا کے رنگ میں پیش کیا ہے اس اعتراض کی بنا محض مذہبی تعصب پر واقع ہے جس سے جہاں تک کم از کم اسلام اور بانیٔ اسلام کا تعلق ہے بہت سے مغربی روشنی میں تربیب یافتہ مؤرخ بھی آزاد نہیں ہوسکے۔

اس اعتراض کے جواب میں اوّل تو یہ بات رکھنی چاہئے کہ بنوقریظہ کے متعلق جس فیصلہ کو ظالمانہ کہا جاتا ہے وہ سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہرگز نہیں تھا۔ اور جب وہ آپ کا فیصلہ ہی نہیں تھا تو اس کی وجہ سے آپ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ دوم یہ فیصلہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت ہرگز غلط اور ظالمانہ نہیں تھا جیسا کہ ابھی ثابت کیا جائے گا۔ سوم یہ کہ اس عہد کی وجہ سے جو سعدؓ نے فیصلہ کے اعلان سے قبل آپ سے لیا تھا آپ اس بات کے پابند تھے کہ بہرحال اس کے مطابق عمل کرتے۔ چہارم یہ کہ جب خود مجرموں نے اس فیصلہ کو قبول کیا اور اس پر اعتراض نہیں اٹھایا اور اسے اپنے لئے ایک خدائی تقدیر سمجھا جیسا کہ حُییّ بن اخطب کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے جو اس نے قتل کئے جانے کے وقت کہے تو اس صورت میں آپ کا یہ کام نہیں تھا کہ خواہ نخواہ اس میں دخل دینے کے لئے کھڑے ہوجاتے۔

سعدؓ کے فیصلہ کے بعد اس معاملہ کے ساتھ آپ کا تعلق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی حکومت کے نظام کے ماتحت اس فیصلہ کو بصورت احسن جاری فرماویں اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ آپ نے اسے ایسے رنگ میں جاری فرمایا کہ جو رحمت وشفقت کا بہترین نمونہ سمجھا جاسکتا ہے یعنی جب تک تو یہ لوگ فیصلہ کے اجرا سے قبل قید میں رہے آپ نے ان کی رہائش اور خوراک کا بہتر سے بہتر انتظام فرمایا اور جب ان پر سعدؓ کا فیصلہ جاری کیا جانے لگا تو آپ نے اسے ایسے رنگ میں جاری کیا جو مجرموں کے لئے کم سے کم موجب تکلیف تھا۔ یعنی اول تو ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا کہ ایک مجرم کے قتل کے وقت کوئی دوسرا مجرم سامنے نہ ہو بلکہ تاریخ سے پتا لگتا ہے کہ جن لوگوں کو مقتل میں لایا جاتا تھا ان کو اس وقت تک علم نہیں ہوتا تھا کہ ہم کہاں جارہے ہیں جب تک وہ عین مقتل میں نہ پہنچ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جس شخص کے متعلق بھی آپ کے سامنے رحم کی اپیل پیش ہوئی آپ نے اسے فوراً قبول کرلیا اور نہ صرف ایسے لوگوں کی جان بخشی کی بلکہ ان کے بیوی بچوں اور اموال وغیرہ کے متعلق بھی حکم دے دیا کہ انہیں واپس دیئے جائیں۔ اس سے بڑھ کر ایک مجرم کے ساتھ رحمت وشفقت کا سلوک کیا ہوسکتا ہے؟ پس نہ صرف یہ کہ بنوقریظہ کے واقعہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قطعاً کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا بلکہ حق یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ کے اخلاق فاضلہ اور حسن انتظام اور آپ کے فطری رحم وکرم کا ایک نہایت بین ثبوت ہے۔

اب رہا اصل فیصلہ کا سوال۔ سو اس کے متعلق بھی ہم بلاتامّل کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ہرگز کسی قسم کے ظلم وتعدّی کا دخل نہیں تھا بلکہ وہ عین عدل وانصاف پر مبنی تھا۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بنوقریظہ کا جرم کیا تھا اور وہ جرم کن حالات میں کیا گیا۔ سو تاریخ سے پتا لگتا ہے کہ جب شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے یعنی بنوقینقاع، قبیلہ بنونضیر اور قبیلہ بنوقریظہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد جو پہلا سیاسی کام کیا وہ یہ تھا کہ ان تینوں قبیلوں کے رؤساء کو بلاکر ان کے ساتھ امن وامان کا ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کی شرائط یہ تھیں کہ مسلمان اور یہودی امن وامان کے ساتھ مدینہ میں رہیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور ایک دوسرے کے دشمنوں کو کسی قسم کی مدد نہیں دیں گے اور نہ ایک دوسرے کے دشمنوں کے ساتھ کوئی تعلق رکھیں گے۔ اور اگر کسی بیرونی قبیلہ یا قبائل کی طرف سے مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور اگر معاہدہ کرنے والوں میں سے کوئی شخص یا کوئی گروہ اس معاہدہ کو توڑے گا یا فتنہ وفساد کا باعث بنے گا تو دوسروں کو اس کے خلاف ہاتھ اٹھانے کا حق ہوگا۔ اور تمام اختلافات اور تنازعات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے اور آپ کا فیصلہ سب کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔ مگر یہ ضروری ہوگا کہ ہر شخص یا قوم کے متعلق اسی کے مذہب اور اسی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جاوے۔

اس معاہدہ پر یہود نے کس طرح عمل کیا؟ اس سوال کا جواب گزشتہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ سب سے پہلے قبیلہ بنوقینقاع نے بدعہدی کی اور دوستانہ تعلقات کو قطع کرکے مسلمانوں سے جنگ کی طرح ڈالی اور مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کا کمینہ طریق اختیار کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صدارتی پوزیشن کو جو بین الاقوام معاہدہ کی رو سے آپ کو حاصل تھی نہایت متمردانہ انداز میں ٹھکرادیا۔ مگر جب وہ مسلمانوں کے سامنے مغلوب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں معاف فرمادیا اور صرف اس قدر احتیاطی تدبیر پر اکتفا کی کہ بنوقینقاع مدینہ سے نکل کر کسی دوسری جگہ جاکر آباد ہوجائیں تاکہ شہر کا امن برباد نہ ہو اور مسلمان ایک مارآستین کے شر سے محفوظ ہوجائیں۔ چنانچہ قبیلہ بنوقینقاع کے لوگ بڑے امن وامان کے ساتھ اپنے اموال اور بیوی بچوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ سے نکل کر دوسری جگہ آباد ہوگئے۔

مگر اس واقعہ سے یہود کے باقی دو قبائل نے سبق حاصل نہ کیا بلکہ آپ کے رحم نے ان کو اور بھی ناواجب جرأت دلادی اور ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہود کے دوسرے قبیلہ بنونضیر نے بھی سر اٹھایا اور سب سے پہلے ان کے ایک رئیس کعب بن اشرف نے معاہدہ کو توڑ کر قریش اور دوسرے قبائل عرب کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف سازباز شروع کی اور عرب کے ان وحشی درندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف خطرناک طور پر ابھارا اور مسلمانوں کے خلاف ایسے ایسے اشتعال انگیز شعر کہے کہ جس سے ملک میں مسلمانوں کے لئے ایک نہایت خطرناک صورت حال پیدا ہوگئی اور پھر اس بدبخت نے معزز مسلمان عورتوں کا نام لے لے کر اپنے اشعار میں ان پر پھبتیاں اڑائیں اور بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے یہ شخص اپنے کیفر کردار کو پہنچا تو اس کا قبیلہ یک جان ہوکر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور اس دن سے بنونضیر نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کے خلاف سازباز شروع کردی اور بالآخر سارے قبیلہ نے مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ باندھا اور یہ فیصلہ کرلیا کہ جس طرح بھی ہو آپ کو زندہ نہ چھوڑا جاوے۔ اور جب ان کے ان خونی ارادوں کا علم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تنبیہہ اور سزا کا طریق اختیار کیا تو وہ نہایت مغرورانہ انداز میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہوگئے اور اس جنگ میں بنوقریظہ نے ان کی اعانت کی مگر جب بنونضیر مغلوب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ کو تو بالکل ہی معاف فرمادیا اور بنونضیر کو بھی مدینہ سے امن وامان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دے دی۔ البتہ اس قدر کیا کہ انہیں ان کے اسلحہ ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دی۔ مگر اس احسان کا بدلہ بنونضیر نے یہ دیا کہ مدینہ سے باہر جاکر ان کے رؤساء نے تمام عرب کا چکر لگایا اور مختلف قبائل عرب کو خطرناک طور پر اشتعال دے کر ایک ٹڈی دل لشکر مدینہ پر چڑھا لائے اور سب سے یہ پختہ عہد لیا کہ اب جب تک اسلام کو نیست ونابود نہ کرلیں گے واپس نہیں جائیں گے۔

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 604 تا 608، مطبوعہ قادیان 2006)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آپکو کوشش کرنی چاہئے کہ آپ میرے خطباتِ جمعہ کو توجہ سے سنیں اور ان سے پورا فائدہ اٹھائیں آپ سبکو چاہئے کہ آپ mta باقاعدگی سے دیکھیں کیونکہ اس پر متعدد اعلیٰ پروگرام نشر ہوتے ہیں جو ہماری روحانیت کو ترقی دینیوالے ہیں۔

(جلسہ سالانہ آئرلینڈ 3/اکتوبر 2021ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

{1537} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ خیر النساء صاحبہ بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب مرحوم نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ دو عورتیں حضورؑ کو دبا رہی تھیں، خاکسارہ دبانے کے لئے گئی تو وہ کہنے لگیں کہ ’’اب حضورؑ کی طبیعت خراب ہے۔بس دو ہی آدمی دبائیں گے زیادہ نہیں دبا سکتے۔‘‘ میں واپس چلی گئی۔آپ آنکھیں بند کر کے لیٹے ہوئے تھے۔یوں معلوم ہوتے تھے جیسے سوئے ہوئے ہیں۔ خاکسارہ چلی گئی تو آپؑ نے دریافت فرمایا ’’کون آیا تھا؟‘‘ ایک عورت نے کہا کہ خیر النساء آئی تھی چلی گئی (میں اس وقت ان عورتوں کا نام نہیں لینا چاہتی) آپ نے فرمایا کہ ’’جاؤ ان کو بلا کے لاؤ۔‘‘ وہی عورت جس نے مجھے کہا تھا، مجھے بلانے کے لئے گئی۔ جب میں حاضر ہوئی تو فرمایا ’’آپ چلی کیوں گئی تھیں؟‘‘ میں نے عرض کیا کہ ’’انہوں نے دبانے نہیں دیا تھا اس لئے چلی گئی تھی‘‘۔تو فرمایا کہ ’’آپ کو ثواب ہو گیا ہے، آپ بیٹھ جائیں‘‘ اور مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا کہ ’’ان کے لئے چائے لاؤ‘‘ غرضیکہ حضور علیہ السلام اس قدر شفقت اور محبت سے پیش آیا کرتے تھے کہ میری ناچیز زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔

آپ ہمیشہ مہمانوں کے لئے بادام روغن نکلوا کر رکھا کرتے تھے۔میری آپا زینب زیادہ آپ کی خدمت مبارک میں رہا کرتی تھیں۔‘‘

{1538} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ والدہ عبدالحق صاحب واہلیہ شیخ عطا محمد صاحب پٹواری حال وارد قادیان نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’اب میری عمر ۷۰ سال کی ہوگی۔ میری شادی پندرہ سولہ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔بارہ سال تک میرے گھر کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ جس پر میرے خاوند صاحب نے دو اور بیویاں اولاد نرینہ کی غرض سے کیں مگر اولاد ان کے ہاں بھی کوئی نہ ہوئی۔اس اثناء میں حضرت مرزا جی نے دعویٰ مہدویت کا کیا جس کا شور ملک میں پیدا ہو گیا۔اس زمانہ میں میرے خاوند نے حضرت مرزا صاحب سے عرض کی کہ ’’ولی کی دعا ہمیشہ خدا کی جناب میں منظور ہوتی ہے۔اگر آپ مہدی اور ولی ہو تو خدا کی بارگاہ میں دعا مانگو کہ میری ہر سہ بیویوں سے جس سے میں چاہوں اس کے گھر فرزند ارجمند، نیک بخت، مومن صاحب اقبال پیدا ہو۔ چنانچہ میرے خاوند کو حضور علیہ السلام نے جواب دیا اور کارڈ تحریر کیا کہ ’’مولیٰ کے حضور دعا کی گئی۔تمہارے گھر میں فرزند ارجمند، مومن، صاحب اقبال اس بیوی کو ہوگا جس کو تم چاہتے ہو بشرطیکہ تم زکریا علیہ السلام کی طرح توبہ کرو۔ چنانچہ میرے خاوند نے پوری پوری توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند ۱۹۰۰ء میں عطا فرمایا۔اُس وقت میرا خاوند موضع ونجواں تحصیل بٹالہ کا پٹواری مال تھا۔چنانچہ اِس وقت لختِ جگر عہدہ اوورسیئر پر ملازم ہے۔تب سے ہمارا سب خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پکا ایمان رکھتا ہے۔اس کے بعد میرے خاوند شیخ عطا محمد صاحب کو خواب آیا کہ ’’میں ایک میٹھا خربوزہ کھا رہا ہوں۔جب میں نے اس کی ایک قاش اپنے لڑکے عبدالحق کو دی تو خشک ہو گئی ہے۔‘‘ تعبیر خواب پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ ’’تمہارے گھر میں اسی بیوی کو ایک اور لڑکا ہوگا مگر وہ زندہ نہیں رہے گا۔‘‘ چنانچہ حسب فرمودہ حضرت صاحب لڑکا پیدا ہوا اور گیارہ ماہ کا ہو کر فوت ہو گیا اس کے بعد میرے ہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔‘‘

{1539} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ حسن بی بی صاحبہ اہلیہ ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضورؑ کچھ لکھ رہے تھے۔ میں کھانا لے کر گئی اور حضورؑ کے پاس رکھ کر لوٹ آئی۔کافی دیر کے بعد جب حضور کی نظر کہیں برتنوں پر پڑی اور ان کو خالی پایا تو مجھے آواز دی کہ ’’آکر برتن لے جاؤ‘‘ اور پوچھا کہ ’’کیا میں نے کھانا کھا لیا ہے؟‘‘ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو کھانا چھوڑ گئی تھی مجھے معلوم نہیں کہ حضور نے کھایا ہے یا نہیں؟‘‘ حضورؑ نے فرمایا کہ ’’شاید کھا لیا ہوگا؟‘‘ لیکن معلوم یہ ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام لکھنے میں ایسی محویّت کے عالم میں رہے کہ حضورؑ کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میں کھانا رکھ گئی ہوں اور نہ ہی بھوک محسوس ہوئی کہ اگر نہ کھایا ہوتا تو فرماتے کہ ’’نہیں کھایا۔‘‘

{1540} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ سیدہ زینب بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب مرحومؓ نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’میری موجودگی میں ایک دن کا ذکر ہے کہ باہر گاؤں کی عورتیں جمعہ پڑھنے آئی تھیں تو کسی عورت نے کہہ دیا کہ ’’ان میں سے پسینہ کی بو آتی ہے۔چونکہ گرمی کا موسم تھا، جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ تو اس عورت پر ناراض ہوئے کہ ’’تم نے ان کی دل شکنی کیوں کی؟‘‘ ان کو شربت وغیرہ پلایا اور ان کی بڑی دل جوئی کی۔حضورؑ مہمان نوازی کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔

{1541} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ خیر النساء صاحبہ والدہ سید بشیر شاہ صاحب بنت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب مرحومؓ نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’پہلی دفعہ جب ہم قادیان آئے ہیں تو عزیزم ولی اللہ شاہ صاحب کی ٹانگ میں گھوڑے پر سے گر جانے کی وجہ سے سخت تکلیف تھی اور ٹانگ سیدھی نہیں ہوتی تھی۔سول سرجن نے کہہ دیا تھا کہ ٹانگ ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ والدہ صاحبہ قادیان آنے لگیں تو انہوں نے دعا کے لئے رقعہ لکھ دیا۔ آپؑ نے دریافت فرمایا کہ ’’ولی اللہ شاہ کون ہے؟‘‘ والدہ صاحبہ نے بتایا کہ ’’میرا لڑکا ہے۔‘‘ آپ نے فرمایا۔’’دعا کریں گے، انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔‘‘ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور اسی سول سرجن نے جس نے کہا تھا کہ ’’اب آرام نہیں آسکتا۔‘‘ علاج کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹانگ بالکل ٹھیک ہو گئی۔یہ بھی آپؑ کا معجزہ ہے۔‘‘

{1542} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ عائشہ صاحبہ بنت مستری قطب الدین صاحب بھیروی زوجہ خان صاحب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب پنشنر نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جس مکان میں اب ام طاہر صاحبہ رہتی ہیں یہ مکان بن رہا تھا۔ میرے ابا برآمدہ کو روغن کر رہے تھے۔جب شام کو گھر گئے تو چونکہ وہ اپنا قرآن مجید بھول گئے تھے مجھے کہا کہ ’’جا کر میرا قرآن مجید لے آ۔‘‘ جب میں گئی تو اس وقت بڑی سخت آندھی آ گئی۔اس آندھی میں ایک لفافہ اڑ کر آیا اور جہاں حضور علیہ السلام بیٹھے تھے وہاں آ کر گرا۔ جب آندھی ذرا تھمی تو حضورؑ نے لالٹین منگوائی اور وہ لفافہ کھول کر پڑھا اس میں جو لکھا تھا حضور علیہ السلام نے سنایا کہ ’’چند مہمان آ رہے ہیں ان کے واسطے علیحدہ مکان رکھا جاوے اور ان کے کھانے کا انتظام بھی الگ ہی کیا جاوے۔ چنانچہ جب وہ مہمان آئے تو ان کو اس گھر میں جہاں اب میاں بشیر احمدؐ صاحب رہتے ہیں ٹھہرایا گیا تھا۔وہ مہمان پٹھانوں کی طرح کے معلوم ہوتے تھے۔ چند دن رہے اور بیعت کر کے چلے گئے۔بعض کہتے تھے کہ یہ جنّ ہیں۔

{1543} **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔محترمہ مراد بی بی صاحبہ بنت حاجی عبداللہ صاحب ارائیں ننگل نے بواسطہ مکرمہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ’’جب میں جوان ہوئی تو ہمارے گاؤں میں کھجلی کی بیماری پھیل گئی تو مجھے بھی کھجلی پڑ گئی۔ میں نو مہینے بیمار رہی، میرے والد صاحب نے کہا کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس علاج کے واسطے لے جاؤ۔‘‘ میری والدہ مجھے لے کر آئی۔اس وقت نیچے کے دالان میں حضورؑ ٹہل رہے تھے۔ہم کھرلی کے پاس بیٹھ گئے۔ میری ماں نے عرض کی کہ ’’میں اپنی لڑکی کو علاج کے واسطے لائی ہوں۔حضور دیکھ لیں۔‘‘ حضورؑ نے فرمایا کہ ’’اس وقت فرصت نہیں ہے۔‘‘ میں اس کُھرلی میں لیٹ گئی اور میں نے کہا کہ ’’میرا علاج کریں نہیں تو میں یہیں مر جاؤں گی (حضرت ام المؤمنین اب تک میرا کُھرلی میں لیٹنا یاد کرتی ہیں) تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’اچھا لڑکی کو لے آؤ۔‘‘ آپ نے میری حالت دیکھ کر دوا لکھی۔

آنولے، بہیٹرے، مہندی اور نیم یہ دوا لکھی۔میری ماں نے کہا کہ ’’یہ لڑکی بڑی لاڈلی ہے اس نے کڑوی دوا نہیں پینی۔‘‘ حضور علیہ السلام نے دروازہ میں کھڑے ہو کر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ ’’بی بی تو دوا پی لے گی تو اچھی ہو جاوے گی۔‘‘ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تھا اور فرمایا کہ علی نائی کی دوکان سے یہ دوائیں لا کر مجھے دکھاؤ۔‘‘ میری ماں دوا لائی تو حضور نے دیکھی اور فرمایا کہ ’’اس کا عرق نکال کے اسے پلاؤ۔‘‘ میری والدہ نے تین بوتلیں عرق کی بنائیں۔میں پیتی رہی اور بالکل اچھی ہو گئی۔‘‘

(سیرۃ المہدی، جلد 2، حصہ پنجم، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ متقیوں کی بھی بعض دُعا قبول نہیں ہوتی، نہیں اُنکی تو ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ہاں اگر وہ اپنی کمزوری اور نادانی کیوجہ سے کوئی ایسی دعا کر بیٹھیں جو ان کیلئے عمدہ نتائج پیدا کرنیوالی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلہ میں اُنکو وہ چیز عطا کرتا ہے، جو اُنکی شے مطلوبہ کا نعم البدل ہو۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 378، مطبوعہ 2018 قادیان)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز
Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
’الیس اللہ بکافٍ عبدہ‘ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں
اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

جماعت احمدیہ کے جلسے اس لیے منعقد کیے جاتے ہیں کہ ہم اس مقدس ماحول سے مستفید ہو سکیں اور اپنے باطن کو سنوار سکیں اور اس طرح اپنی اخلاقی حالت کو پاک کر سکیں یہ جلسہ ہمارے ایمان کو مضبوط کرنے اور تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کا موقع فراہم کرتا ہے، یعنی نیکی اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف پیدا کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے

اس سے ہمارے دلوں میں نرمی، شفقت اور عاجزی پیدا ہونی چاہیے، یہ جماعت کے اندر پیار اور بھائی چارہ کے رشتوں کو بڑھانے کا ذریعہ ہونا چاہیے اور ہمیں اس قابل ہونا چاہیے کہ ہم نہ صرف ایک دوسرے کا خیال رکھیں بلکہ دوسرے ضرورت مند لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے بھی بہترین مثال قائم کریں

میں آپ کی توجہ چوتھی شرط بیعت کی طرف مبذول کراتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ
’’عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے‘‘

ہر احمدی کو خلافت کا وفادار اور فرمانبردار رہنا چاہیے اور خلیفہ وقت کے ساتھ محبت اور اخلاص کے تعلق کو مسلسل مضبوط کرتے رہنا چاہیے، یہ ہماری مسلسل ترقی کی کلید ہے اور ہمارا جماعت کی دائمی ترقی کو دیکھنے کا ذریعہ ہے

جماعت احمدیہ ’’لیسوتھو کے‘‘ کے پہلے جلسہ سالانہ منعقدہ 12و13/اپریل 2024ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خصوصی پیغام

مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنا پہلا جلسہ ۱۲/و۱۳/اپریل ۲۰۲۴ء کو منعقد کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ کو کامیاب کرے اور آپ سب کو بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور اپنے دین، اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یاد رکھیں کہ یہ کوئی معمولی دنیاوی تقریب یا تہوار نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جلسہ کا بڑا مقصد یہ ہے کہ جماعت کے مخلص افراد دینی استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو آگے بڑھائیں۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ مختلف دوستوں سے ملنے سے بھائی چارہ کا دائرہ وسیع ہوگا اور ان کے باہمی تعلقات مضبوط ہوں گے۔ (ماخوذ از آسمانی فیصلہ)

چنانچہ جماعت احمدیہ کے جلسے اس لیے منعقد کیے جاتے ہیں کہ ہم اس مقدس ماحول سے مستفید ہو سکیں اور اپنے باطن کو سنوار سکیں اور اس طرح اپنی اخلاقی حالت کو پاک کر سکیں۔ یہ جلسہ ہمارے ایمان کو مضبوط کرنے اور تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کا موقع فراہم کرتا ہے، یعنی نیکی اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف پیدا کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

اس سے ہمارے دلوں میں نرمی، شفقت اور عاجزی پیدا ہونی چاہیے۔ یہ جماعت کے اندر پیار اور بھائی چارہ کے رشتوں کو بڑھانے کا ذریعہ ہونا چاہیے اور ہمیں اس قابل ہونا چاہیے کہ ہم نہ صرف ایک دوسرے کا خیال رکھیں بلکہ دوسرے ضرورت مند لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے بھی بہترین مثال قائم کریں۔ ہمیں اپنے دلوں میں عاجزی اور نرمی پیدا کرنی چاہیے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اسلام کی خدمت کا شوق اور جذبہ پیدا کرنا چاہیے اور اپنے خالق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ و مضبوط تعلق قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کی دس شرائط بیان کی ہیں۔ ہر شرط بیعت اپنے اندر بے شمار حکمتیں رکھتی ہے۔ یہ شرائط ہمارے لیے مشعل راہ ہونی چاہئیں جو ہماری زندگیوں کے ہر موڑ پر ہماری راہنمائی کرنے والی ہوں۔ ان شرائط پر عمل پیرا ہو کر ہم اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے دی گئی روحانی مشعل کو بلند رکھنے اور دوسروں کے لیے حقیقی راستبازی کے راستہ پر روشنی ڈالنے کے قابل ہو جائیں گے۔

میں آپ کی توجہ چوتھی شرط بیعت کی طرف مبذول کراتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ’’عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔‘‘

اس شرط بیعت کے بعض پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتداء سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو۔ اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو۔ اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ......خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔‘‘ (اشتہار (اعلان)، ۲۹/مئی ۱۸۹۸ء مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۴۷-۴۸)

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں نظامِ خلافت سے نوازا ہے۔ لہٰذا ہر احمدی کو خلافت کا وفادار اور فرمانبردار رہنا چاہیے اور خلیفہ وقت کے ساتھ محبت اور اخلاص کے تعلق کو مسلسل مضبوط کرتے رہنا چاہیے۔ یہ ہماری مسلسل ترقی کی کلید ہے اور ہمارا جماعت کی دائمی ترقی کو دیکھنے کا ذریعہ ہے۔

آپ کو ایم ٹی اے کثرت سے دیکھنا چاہیے اور اپنی فیملی کو خصوصاً اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہیں۔ آپ کو میرے خطبات جمعہ کو سننا چاہیے اور دیگر مواقع پر بھی بیان کی گئی باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔

آخر میں، مَیں آپ کو حالیہ صد سالہ جلسہ گھانا کے موقع پر بیان کیے گئے اپنے الفاظ یاد دلاتا ہوں: ’’میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ آگے بڑھیں اور پورے عزم اور ہمت کے ساتھ عہد کریں کہ آپ ہمیشہ کے لیے وہ تمام ضروری تبدیلیاں لانے کی کوشش کریں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیے گئے عہد بیعت کی شرائط کو پورا کرنے کے لیے درکار ہیں۔ ان شاء اللہ، اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ دوسروں تک اسلام پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور اپنے ہم وطنوں اور درحقیقت پوری دنیا کے لوگوں کو حقیقی اسلام کے سائے تلے لانے والے ہوں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہدایات پر بہترین رنگ میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ آپ سب پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔ آمین (بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 29 مئی 2024)

......☆......☆......☆......

RAICHURI GROUP OF COMPANIES
Raichuri Builders & Developers LLP
G M Builders & Developers
Raichuri Constructions
Our Corporate office
B Wing, Office no 007
Itkar Soc, Suresh Nagar, RTO, Andheri
West, Mumbai - 400053
Tel : 02226300634 / 9987652552
Email id :
raichuri.build.develop@gmail.com
gm.build.develop@gmail.com

RAICHURI GROUP
BUILDERS & DEVELOPERS

طالب دعا
Abdul Rehman Raichuri
(Aka - Maqbool Ahmed)

طالب دعا:
شیخ سلطان احمد
ایسٹ گوداوری
(آندھرا پردیس)

اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں داخل ہونے سے پہلے ہی والدین کو چاہیے کہ ان کی تربیت کریں اور ان کو سکھائیں اور جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچیں تو اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کو ان کا خیال رکھنا چاہیے، وہ ان کو بتائیں کہ ان کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں٭

اگر والدین اپنی ذمہ داریاں نبھائیں اور اپنے بچوں کی تربیت ان کے بچپن سے ہی شروع کردیں اور انہیں سمجھائیں کہ وہ کون ہیں، مسلمان کون ہیں، کلمہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ہم پر کیا افضال ہیں، کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار چیزوں سے نوازا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بننا چاہیے، پھر اپنا نمونہ بھی قائم کریں٭

اگر آپ پنجوقتہ نمازیں ادا کر رہے ہیں تو بچے دیکھیں گے کہ ہمارے والدین اپنی پنج وقتہ نمازیں ادا کر رہے ہیں اور وہ دیکھیں گے کہ والدین اپنی مذہبی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کر رہے ہیں، اگر آپ قرآن کریم پڑھ رہے ہوں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ آپ قرآن کریم پڑھ رہے ہیں پھر جب وہ مختلف باتیں سیکھنی شروع کریں تو انہیں آسان دعائیں سکھائیں، آسان سورتیں یاد کروائیں اور انہیں سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے، اس طرح آپ ان کے دل و دماغ میں مذہبی رجحان پیدا کر سکتے ہیں٭

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت شروع کر دو بچے کا ہر جو دن بڑھتا ہے اس کے لیے دعا کرنا ماں باپ کا کام ہے٭

اگر وقف نو بچہ ہے تو ماں باپ کا کام بھی ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی تربیت صحیح کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی تربیت صحیح کر سکیں بچپن میں اس کو یہ بتائیں کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے تو اس کو سمجھ آئے گی کہ کیا مقصد ہے٭

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ خدام الاحمدیہ ساؤتھ آسٹریلیا کی آن لائن ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح

امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 05/جون 2022ء کو خدام الاحمدیہ ساؤتھ آسٹریلیا سے آن لائن ملاقات فرمائی۔

حضورِ انور نے اس ملاقات کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز سے رونق بخشی جبکہ خدام الاحمدیہ نے مسجد محمود ایڈیلیڈ، آسٹریلیا سے آن لائن شرکت کی۔

اس ملاقات کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعد ازاں خدام کو اپنے عقائد اور عصر حاضر کے مسائل کی بابت حضور انور سے سوالات پوچھنے کا موقع ملا۔

ایک خادم نے عرض کیا کہ خدام کا رجحان ورزشی اور دیگر تفریحی سرگرمیوں کی نسبت تربیتی اور علمی سرگرمیوں کی طرف بہت کم ہے۔ حضور انور سے راہنمائی کی درخواست ہے کہ اس رجحان کو کیسے بدلا جائے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آجکل دنیاوی چیزوں میں پڑ جانے کے باعث آپ مذہب سے دور جا رہے ہیں۔ آپ اپنے دینی فرائض بھول رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کو بھول رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ رجحانات کا رخ اور ان کی ترجیح بدل گئی ہے۔ خدام کو ان کی زندگی کے مقصد کا احساس دلائیں۔ یہی وہ بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ اگر ہمیں اپنی زندگی کے مقصد کا احساس ہو جائے تو ہماری توجہ دینی فرائض کی طرف زیادہ ہوگی۔ ہمیں بچپن سے ہی صحیح تربیت کا آغاز کرنا ہوگا۔ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں داخل ہونے سے پہلے ہی والدین کو چاہیے کہ ان کی تربیت کریں اور ان کو سکھائیں اور جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچیں تو اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کو ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہ ان کو بتائیں کہ ان کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں۔ وہ پنجوقتہ نمازیں ادا کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہوں کہ اس نے ہمیں اتنے فضلوں سے نوازا ہے۔ جب وہ بڑے ہوں اور خدام الاحمدیہ کی عمر میں داخل ہوں تو ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوگا۔ تو بنیادی بات یہ ہے کہ ان کو یہ احساس دلائیں کہ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے نہ کہ بس دنیاوی چیزوں کا حصول۔ تو یہ ایک مسلسل کوشش ہے۔ تربیت کرتے چلے جاؤ۔ تربیت ایک مسلسل کوشش اور عمل ہے۔ کوئی زبردستی نہیں کی جا سکتی۔ ویسے بھی مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ انہیں خود اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ ہم نے نوجوان اطفال اور خدام کا بچپن سے لے کر زندگی کے ہر مرحلے میں جن سے وہ گزرتے ہیں خیال رکھنا ہے۔ اور یہ کام کرتے چلے جانا ہے۔ کبھی بھی یہ نہ سوچنا کہ آپ اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھائیں گے۔ یہ تمام عہدیداران کی ذمہ داری بھی ہے۔ کبھی بھی ہار نہ ماننا۔

ایک خادم نے حضور انور کی خدمت میں سوال پوچھا کہ ایک والد کو اپنی بیٹیوں کی تربیت کے حوالے سے کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟

حضور انور نے فرمایا کہ ایک والد کو اپنی بیٹیوں کی تربیت کے حوالے سے وہی کردار ادا کرنا چاہیے جو وہ اپنے بیٹوں کی تربیت کے حوالے سے کرتا ہے۔ آپ کو یہ سوال کرنا چاہیے کہ ایک والد کو اپنے بچوں کی تربیت میں کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟ تو جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اگر والدین اپنی ذمہ داریاں نبھائیں اور اپنے بچوں کی تربیت ان کے بچپن سے ہی شروع کردیں اور انہیں سمجھائیں کہ وہ کون ہیں، مسلمان کون ہیں، کلمہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہم پر کیا افضال ہیں، کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار چیزوں سے نوازا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بننا چاہیے، پھر اپنا نمونہ بھی قائم کریں۔ اگر آپ پنجوقتہ نمازیں ادا کر رہے ہیں تو بچے دیکھیں گے کہ ہمارے والدین اپنی پنج وقتہ نمازیں ادا کر رہے ہیں اور وہ دیکھیں گے کہ والدین اپنی مذہبی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کر رہے ہیں۔ اگر آپ قرآن کریم پڑھ رہے ہوں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ آپ قرآن کریم پڑھ رہے ہیں پھر جب وہ مختلف باتیں سیکھنی شروع کریں تو انہیں آسان دعائیں سکھائیں۔ آسان سورتیں یاد کروائیں اور انہیں سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ اس طرح آپ ان کے دل و دماغ میں مذہبی رجحان پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اپنا نمونہ بھی قائم کریں۔ جب بچے دیکھیں گے کہ میرے والدین نماز ادا کر رہے ہیں، روزانہ قرآن کریم پڑھ رہے ہیں، آپس میں اچھے تعلقات ہیں، ایک دوسرے سے عزت سے پیش آتے ہیں۔ نیک اور با اخلاق انداز میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔ والد کو کبھی والدہ کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرتے نہیں دیکھا یا مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تو یہ باتیں ہیں جو بچے دیکھتے ہیں اور وہ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ اس کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں۔ بچے بڑے تیز ہوتے ہیں وہ آپ کے ہر عمل کو دیکھ رہے ہوتے ہیں تو اصل تربیت آپ کے اپنے اعمال و افعال ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ان کو کہو تم یہ یہ کرو جبکہ تم خود وہ کام نہ کرتے ہو۔

ایک اَور خادم نے عرض کیا کہ وقف نو بچوں کا جامعہ جانے کا تناسب وقف کی تعداد کے مقابلے میں اب بھی بہت کم ہے۔ ہم انہیں وقف کا مقصد پورا کرنے کے لیے کیسے تیار کریں؟

حضور انور نے فرمایا کہ ہر چیز کی ابتدا بچپن سے ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کے دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں تکبیر کہو۔ تو اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت شروع کردو۔ اذان دے کے اس کے بعد اس کے سامنے بت رکھ دینا یہ تربیت تو نہیں ناں۔ اس کے بعد بچے کا ہر جو دن بڑھتا ہے اس کے لیے دعا کرنا ماں باپ کا کام ہے۔ اگر وقف نو بچہ ہے تو ماں باپ کا کام بھی ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی تربیت صحیح کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی تربیت صحیح کر سکیں اور اس کے لیے جب دعا کریں گے تو پھر جس طرح پہلے میں کہہ چکا ہوں بچے کی تربیت کے بارے میں کہ اپنا نمونہ دکھائیں۔ ماں باپ خود بھی نمازیں پڑھنے والے ہوں قرآن پڑھنے والے ہوں دعائیں کرنے والے ہوں تو بچے نمونہ دیکھیں گے۔ بچپن میں اس کو یہ بتائیں کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے تو اس کو سمجھ آئے گی کہ کیا مقصد ہے۔ وہی جو ہر بچے کی تربیت کے لیے ضروری ہے وہ وقف نو کی تربیت کے لیے بھی ضروری ہے۔ پھر اس کو بتائیں کہ ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم تمہیں اس سکیم میں وقف کریں اور ہم نے تمہیں کر دیا اور یہ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ یہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنو گے بچپن میں اس کے کان میں ڈالتے رہیں۔ بیشک سکول میں ٹریننگ دیتے رہیں سکول میں جو پڑھاتے ہیں کہ تم آزاد ہو یہ کرو وہ کرو وہ سکول والوں کا کام ہے وہ کر رہے ہیں، آپ نے اپنا کام کرتے رہنا ہے اس لیے میں نے یہ کہا تھا کہ جب بچہ پندرہ سال کا ہو جائے تو وہ خود لکھ کے دے کہ اب میں ہوش و حواس میں ہوں میرے ماں باپ نے مجھے وقف کیا تھا میں اس وقف کو جاری رکھنا چاہتا ہوں کہ نہیں رکھنا چاہتا۔ پھر جب وہ یونیورسٹی پاس کر لے اکیس سال کا ہو جائے بائیس سال کا ہو جائے تھوڑا سا اور بڑا ہو جائے پھر دوبارہ اپنے وقف زندگی کے bond کو

renew کرے۔ تو کمپلسری تو نہیں ہے یہ پہلے ہی کہا ہوا ہے bond fill کرنے کا۔ پہلے پندرہ سال کی عمر میں اپنی consent دے پھر بڑا ہو جائے اکیس بائیس سال کا تب دے۔ پھر جب اپنی ایجوکیشن ختم کر لے تو تب بتائے کہ میں نے وقف جاری رکھنا ہے کہ نہیں رکھنا۔ تو یہاں تو آزادی ہے یہ ایک خواہش تھی ماں باپ کی اب ماں باپ کی اگر خواہش تھی تو ماں باپ کو اس کے لیے بچپن سے کوشش بھی کرنی چاہیے۔ دعا سے اور اپنے عملی نمونے سے۔ جب نمونہ دکھائیں گے اور دعا کر رہے ہوں گے تو بچہ خود دیکھے گا کہ گھر کا ماحول ایسا ہے تو اس کو خود ہی دین کی طرف رغبت پیدا ہوگی۔ وہ جو سکول کی ٹریننگ ہے اس کی طرف نہیں جائے گا یہ ماں باپ کا بھی فرض ہے یہ نہیں کہ ماں باپ نے بچہ پیدا کیا اور کہہ دیا کہ جی ہم نے وقف کر دیا ہے اب جماعت آپ ہی اس کو سنبھالے۔ جماعت تو نہیں سنبھالے گی جب تک بچہ ماں باپ کے گھر میں ہے، وہ ماں باپ نے سنبھالنا ہے۔ اگر آپ کو کوئی بہت پیارا ہو اس کو آپ نے تحفہ دینا ہو آپ تحفے کو لیتے ہیں اس کو بڑے خوبصورت طریقے سے wrap کرتے ہیں presentable بناتے ہیں کسی بندے کے لیے پھر تحفہ پیش کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تو ایک دیندار آدمی کو سب سے پیارا ہونا چاہیے۔ اس کے حضور آپ نے وقف نو کا تحفہ پیش کرنا ہے اس کو آپ کہتے ہیں کہ اس طرح میں نے اللہ میاں کو پھٹے ہوئے کپڑوں میں لپیٹ کے دے دینا ہے۔ یہ تو چیز نہیں ہے۔ اس کو بھی خوبصورت بنائیں اور پھر اس کو اچھا خوبصورت طرح سے wrap کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کو دیں اللہ تعالیٰ کے حضور بھی presentable تحفہ ہونا چاہیے۔ یہ سوچ اگر ماں باپ کی ہو جائے تو بچوں کے خیالات بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ کہہ دینا کہ جی جماعت آپ ہی سنبھال لے جماعت کے پاس تو بچے ہفتہ میں ایک دن ایک گھنٹے کے لیے جاتے ہیں۔ ہفتے کے سات دن چوبیس گھنٹے تو آپ کے پاس رہتے ہیں۔ تو اس لیے ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اگر وقف کیا ہے تو پھر وقف کی جو باقی باتیں ہیں ان کو بھی پورا کریں۔ اس کے لیے میں نے ایک تفصیلی خطبہ دیا تھا کینیڈا میں 2016ء کا ہے۔ اس میں مَیں نے سارے پوائنٹس بتائے تھے کہ یہ باتیں ہیں وقف نو کو کہیں اگر تمہارے اندر یہ ہے تو تم صحیح وقف نو ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے صرف وقف نو کو نہیں کہنا بلکہ ماں باپ نے خود بھی ان پہ عمل کروانا ہے۔ جب ماں باپ خود ان باتوں پہ عمل کروائیں گے تو بچہ ایسا تیار ہو جائے گا۔ بہت سارے ماں باپ ہیں جن کے ایسے بچے ہیں اور وہ بڑے اچھے طریقے سے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ بلکہ ماں باپ بعض دفعہ اتنی ٹریننگ نہیں کر رہے ہوتے بچے میں خود ہی جوش پیدا ہوتا ہے، وہ بھی اسی ماحول میں پڑھ رہے ہیں۔ بچے سکولوں میں بھی جاتے ہیں، باتیں بھی سنتے ہیں، آزادانہ ماحول بھی ہے لیکن پھر بھی کہتے ہیں ہم نے دین کے لیے وقف کرنا ہے۔ تو یہ تو آپ کے گھر کے ماحول کے اوپر آپ کی دعاؤں کے اوپر آپ کے اپنے عمل کے اوپر depend کرتا ہے۔

ایک اور خادم نے عرض کیا کہ جب خدا اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے تو پھر دوزخ اور اتنی سخت سزا کا تصور کیوں ہے جبکہ بچہ جتنے بھی برے کام کر لے اس کے باوجود ماں اپنے بچے کو اتنی سخت تکلیف یا عذاب میں کبھی نہیں دیکھ سکتی۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ ماں باپ بچے کو اصلاح کے لیے سزا دیتے ہیں ناں؟ تو بات یہ ہے کہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اتنا رحم دل ہے رحیم و کریم ہے کہ وہ ماؤں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا ماں بچے پہ رحم کرتی ہے اس کے باوجود تم لوگ اتنے بگڑے ہوئے لوگ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے رحیم ہونے کے باوجود وہ سزا حاصل کر لیتے ہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا قصور تو نہیں تمہارا قصور ہے۔ جو بچہ ہے کتنی حرکتیں کرتا ہے۔ ایک چھوٹے بھائی کو چپیڑ مار دے گا یا کسی کو دھکا دے دے گا یا ماں کے سامنے اوں اوں کر کے رونا شروع کر دے گا یا ضد کرے گا تھوڑا ہلکا سا چپیڑ مارے گی تو پھر پیار بھی کر لے گی۔ تو اللہ تعالیٰ بھی بندوں کو پیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے اگر تم لوگوں کے عمل دیکھ کے میں تمہیں سزائیں دینے لگوں تو میں سارے بندے ہی مار کے رکھ دوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم ہے جو ہمیں اس دنیا میں باوجود ہماری بیہودہ حرکتوں کے اتنی سزائیں نہیں دیتا۔ ہاں اس نے ایک قانون بنایا ہوا ہے اس نے کہا ہے یہ اچھائیاں ہیں یہ برائیاں ہیں۔ تم اچھے کام کرو گے تو تمہیں میں reward دوں گا۔ برے کام کرو گے تو تمہیں سزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اگر رحیم ہے اور اس کی رحمانیت ہر چیز پہ حاوی ہے تو وہ سزا دینے والا بھی تو ہے۔ منتقم بھی ہے اور مالک بھی ہے تو اگر ہر ایک کو یہ پتا لگ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کچھ کہنا نہیں جو مرضی کرتے رہو تو تم لوگ تو سارے ہی بگڑ جاؤ نمازیں نہ پڑھو۔ سارے پھر ایک ہو جاؤ گے برے اور اچھے میں تمیز کیا رہ جائے گی؟ یہ سزا جو ہے وہ اس لیے ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ باوجود یہ کہنے کے کہ جنت کا دوزخ کا concept ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو بھی معاف کر دیا جس نے سو قتل کیے تھے۔ صرف اس لیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے اچھی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے گا اور وہ چاہتا تھا کہ میری اصلاح ہو جائے، اپنی اصلاح چاہتا تھا۔ اور جب وہ جا رہا تھا اصلاح کی طرف تو رستے میں فوت ہو گیا۔ وہاں فرشتے آ گئے۔ دوزخ کا فرشتہ کہتا ہے میں دوزخ میں لے کے جاؤں گا جنت والا کہتا ہے میں جنت میں لے کے جاؤں گا کیونکہ یہ نیکی کی طرف جا رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا کہ انہوں نے کہا اچھا چلو فاصلہ ناپتے ہیں اگر تو یہ اس طرف زیادہ چلا گیا جدھر نیکی کو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ اگر اس کا فاصلہ اس کے زیادہ قریب ہوا جہاں سے یہ برائیاں کر کے نکلا تھا تو پھر دوزخ میں جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا کہ اس کے لیے فاصلہ کم کر دیا جو جنت والا تھا اور وہ جنت میں چلا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ تو اتنا رحمان اور رحیم ہے کہ اتنے گناہوں کے باوجود بخش دیتا ہے۔ باقی جہاں تک ماؤں کا سوال ہے، مائیں اگر زیادہ لاڈ کرتی ہیں اپنے بچوں کو تو ان کا نتیجہ پھر وہ نکلتا ہے جو ایک حکایت ہے کہ ایک شخص تھا بچپن سے اس کو مار دھاڑ کی اور چھوٹی چھوٹی چوریوں کی عادت تھی، بڑا ہوا اور ڈاکو بن گیا پھر قاتل بن گیا۔ آخر ایک وقت میں پکڑا گیا اور جب پکڑا گیا تو وہ قاتل تھا کئی قتل کیے ہوئے تھے ڈاکے ڈالے ہوئے تھے۔ اس کو پھانسی دینے لگے۔ جب پھانسی دینے لگے تو اس سے کہا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے تو اس نے کہا کہ ہاں میری ایک خواہش ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی ماں کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کو پیار کرنا چاہتا ہوں۔ جیلر نے کہا ٹھیک ہے خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ ماں آئی تو اس نے اپنی ماں کو کہا اپنا منہ قریب کرو میں تو مرنے لگا ہوں میں تمہاری زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔ اپنی ماں کی زبان۔ جب ماں نے زبان باہر نکالی تو اس نے اتنا زور سے اس کو کاٹا کہ آدھی زبان کٹ گئی اور ماں چیخنے لگی۔ لوگوں نے اس کو بڑا برا بھلا کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ آخری وقت مرنے لگے ہو تب بھی تم اپنی ماں کو دکھ دے کے جا رہے ہو اور زبان کاٹ دی تا کہ اب کبھی بول ہی نہ سکے۔ وہ کہتا ہے جب میں بچہ تھا تو برائیاں کرتا تھا تو مجھے پیار کرتی تھی کہتی تھی کوئی نہیں بچے، کچھ نہیں ہوتا۔ پھر میں ذرا بڑا ہوا باہر جب میں نے یہ حرکتیں کرنی شروع کیں برائیوں کی تو لوگ میری شکایت کرتے تھے پھر بھی میرے پہ ہاتھ رکھتی تھی لوگوں سے لڑتی تھی نہیں نہیں کوئی نہیں میرا بچہ بالکل ٹھیک ہے اور مجھے کچھ نہیں کہا کرتی تھی کہتی تھی بچہ بس ٹھیک ہے کرتے جاؤ جو کچھ کر رہے ہو۔ وہ ماں اس کو بخشی جا رہی تھی۔ اس سے مجھے اور encouragement پیدا ہوئی۔ بڑا ہو گیا، میں نے چوری چکاری شروع کی، ڈاکے ڈالنے شروع کیے پھر قتل کرنے شروع کر دیے اور میری ماں ہر دفعہ مجھے پروٹیکٹ کرتی تھی۔ کچھ نہیں کچھ نہیں بچے۔ بخشش کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے ناں اور اب اتنا جرم ہو گیا کہ میں اب پھانسی چڑھنے لگا ہوں۔ جو میری ماں ہے جس کی زبان میں نے کاٹی ہے اگر یہی زبان مجھے بچپن میں نصیحت کرتی اچھی باتیں بتاتی اور میری بری باتوں سے مجھے روکتی اور بلاوجہ کا رحم مجھ پہ نہ کرتی تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ اس قسم کے رحم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک قانون رکھا ہوا ہے۔ جو جرم کرے گا اس کو سزا دے گا۔ لیکن اس کے باوجود وہ رحمان ہے وہ جس کو چاہے بخش بھی دیتا ہے بہت بڑے بڑے جرم کرنے والے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمانیت ہی ہے کہ سزا کا وقت گزارنے کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا جب کہتا ہے میں دوزخ خالی کر دوں گا سب جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ بھی تو اس کی رحمانیت ہی ہے ناں۔ لیکن سب سے بڑی بات ہمارے سوچنے والی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اتنا رحم کرنے والا ہے اس کے باوجود ہم اتنے گنہگار ہیں کہ گناہ کر کے پھر بھی دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔ کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کر سکتے۔ تو یہ تو اپنے اوپر سوچنے والی بات ہے بجائے اللہ تعالیٰ کو الزام دینے کے کہ وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ سوچو جا کے کہ ہم نے نیکیاں کرنی ہیں۔ اللہ پہ الزام نہ دو اپنے اوپر الزام دو۔

ایک خادم نے عرض کیا کہ ہمیں حضور انور میں سادگی سے زندگی بسر کرنے کی ایک اعلیٰ مثال نظر آتی ہے لیکن آج کل خدام اور اطفال کا رجحان اس کے برعکس مہنگی مہنگی چیزیں خریدنے کی طرف ہے مثلاً برینڈڈ کپڑے گھڑیاں جوتے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ہم انہیں حضور انور کی طرح سادہ زندگی گزارنے کی طرف کس طرح مائل کر سکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو لوگ برینڈڈ کپڑے خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ لے سکتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ساتھ ہی انہیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ دوسرے لوگوں کے بھی ان پر کچھ حقوق ہیں جن کو انہیں پورا کرنا چاہیے اور انہیں انسانیت کی مدد کرنی چاہیے۔ برینڈڈ کپڑوں وغیرہ پر بہت زیادہ پیسے خرچ کرنے کی بجائے وہ کچھ بچت کر کے صدقہ خیرات دے سکتے ہیں تا کہ غریبوں کی بھی مدد ہو جائے۔ پس انہیں یہ احساس دلائیں کہ ان کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے لوگوں کا اور غریب ممالک کے رہنے والوں کا خیال رکھیں۔ پس اگر انہیں سمجھ آ جائے تو بہت اچھی بات ہے لیکن جو لوگ امیر نہیں ہیں یا جن کی آمدنی کم ہے انہیں دوسروں کی نقل کرنے کی بجائے یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر ان کے پاس برینڈڈ کپڑے نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں۔ برینڈڈ چیزوں کے علاوہ ان سے ملتی جلتی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کم قیمت میں مل جاتی ہیں صرف ان پر کوئی برینڈ نہیں ہوتا۔ پس انہیں احساس دلائیں کہ ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان میں یہ احساس ہونا چاہیے کہ اردگرد رہنے والوں کے کیا حقوق ہیں۔ صرف اپنی ذات پر ہی نہ خرچیں بلکہ اس طرف بھی توجہ دینے کی کوشش کریں کہ اور لوگ کن حالات میں رہ رہے ہیں اور ہم ان کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں۔ جب انہیں اس کا احساس ہو جائے گا تو وہ دوسروں کی مدد کے لیے زیادہ صدقہ خیرات کریں گے۔ ہم انہیں صرف یہ احساس ہی دلا سکتے ہیں ہم انہیں مجبور نہیں کر سکتے۔ بہر حال آپ سب نے تو سادہ کپڑے ہی پہنے ہوئے ہیں مجھے کوئی ایسا خادم نہیں نظر آ رہا جو غیر معمولی قسم کے کپڑے پہن کر آیا ہو۔ اگر ایک دو ایسے ہوں جو اپنے کپڑوں پر زیادہ پیسے خرچ کرنا چاہتے ہوں اور وہ استطاعت رکھتے ہوں تو انہیں کرنے دیں لیکن ساتھ ہی انہیں یہ احساس دلائیں کہ انہیں غرباء کے لیے بھی کچھ رقم دینی چاہیے۔

ملاقات کے آخر میں حضور انور نے صدر صاحب کو فرمایا کہ چلو گھنٹہ ہو گیا ہے......السلام علیکم...... اللہ حافظ۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 12 جولائی 2022ء)

......☆......☆......☆......

بچوں کے ختنہ کے موقع پر کھانے کی دعوت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں مستند کتب احادیث میں کوئی ذکر نہیں ملتا☆

فقہائے اربعہ کے نزدیک ولیمہ کی دعوت کے علاوہ ختنہ کی دعوت اور دوسری دعوتیں کرنا اور ان دعوتوں پر بلانا مستحب ہے

کیونکہ ان میں کھانا کھلایا جاتا ہے، نیز اس قسم کی دعوتوں کو قبول کرنا بھی مستحب ہے واجب نہیں ہے☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں بھی ختنہ کی دعوتوں کا ذکر ملتا ہے☆

پس بچوں کے ختنہ کے موقع پر دعوت کرنا نہ لازمی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ممانعت بیان ہوئی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص اس موقع پر اپنی خوشی کے اظہار کے لیے حسب استطاعت اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کھانا کھلا دیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی اسلامی تعلیمات کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں لیکن ایسی دعوتوں کو نہ تو واجب خیال کرنا چاہئے اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی رسم کا رنگ دینا چاہئے☆

نیت نماز کے کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جنہیں نماز سے پہلے دہرانا ضروری ہو نیت کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے

اور نماز کی نیت سے صرف اس قدر مراد ہے کہ انسان کے دل میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ کس وقت کی اور کون سی نماز پڑھ رہا ہے☆

نماز شروع کرنے سے پہلے نیت نماز کے طور پر قرآنی آیت اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پڑھنا کسی نص سے ثابت نہیں☆

قبر بناتے وقت قبر کو سطح زمین سے کچھ اونچا رکھا جاتا ہے تاکہ عام زمین اور قبر کا فرق واضح رہے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہونے پائے☆

کسی دکھاوے اور نمود و نمائش کی خاطر قبر کو بہت زیادہ اونچا کر دینا تا کہ اہل قبر کی بڑائی کا اظہار کیا جا سکے، اسلام نے اسے نہایت ناپسند فرمایا ہے☆

اسلام کے ابتدائی دور سے قبریں دو طرح سے بنائی جاتی رہی ہیں، ایک اس طرح پر کہ قبر کو سطح زمین سے کچھ اونچا کر کے اوپر سے ہموار کر دیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں قبر کو اوپر سے کوہان کی طرح کچھ اونچا کر دیا جاتا ہے، کتب احادیث اور تاریخ و سیرت سے پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما کی قبریں ابتدا میں جب بنائی گئیں تو زمین سے کچھ اونچی مگر اوپر سے ہموار تھیں، بعد میں انکو اوپر سے کوہان نما کر دیا گیا☆

حنفی، مالکی اور حنبلی کوہان نما قبر بنانیکے قائل ہیں جبکہ شافعی مسلک ہے کہ قبر کو کوہان نما نہ بنایا جائے بلکہ اسے ہموار اور زمین سے ایک بالشت اونچا رکھا جائے☆

قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں میرا موقف یہ ہے کہ کسی بھی سلسلے کا پہلا اور آخری نبی یا وہ نبی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو کہ وہ اسے انسانوں کی دسترس سے بچائے گا قتل نہیں ہو سکتے ان کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے قتل نفس کوئی معیوب بات نہیں اور اس سے نبی کی شان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا☆

جب ایک نبی اپنا کام پورا کر چکے تو پھر وہ طبعی طور پر فوت ہو یا کسی کے ہاتھ سے شہید ہو جائے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ کامیابی کی موت پر نہ کسی کو تعجب ہوتا ہے اور نہ دشمن کو خوشی ہوتی ہے☆

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

بنیادی مسائل (قسط:77)

سوال: بنگلہ دیش سے ایک مربی صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں سوال بھجوایا کہ بچوں کا ختنہ کرتے وقت لوگوں کو کھانا کھلانے کی دعوت دینا جائز ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 21 جنوری 2023ء میں اس مسئلہ کے بارے میں درج ذیل ارشادات فرمائے۔ حضور نے فرمایا:

جواب: بچوں کے ختنہ کے موقع پر کھانے کی دعوت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں قرآن کریم اور مستند کتب احادیث میں کوئی ذکر نہیں ملتا، البتہ بعض دوسرے درجہ کی کتب احادیث میں ختنہ کی دعوت کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں بعض احادیث ملتی ہیں جن کی اسناد پر علمائے حدیث نے کلام کرتے ہوئے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ سالمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے میرا اور نعیم کا ختنہ کیا اور ہماری طرف سے ایک مینڈھا ذبح کیا۔ چنانچہ ہم اس بات پر باقی بچوں پر فخر کیا کرتے تھے کہ ہماری طرف سے مینڈھا ذبح ہوا تھا۔ (الادب المفرد للبخاری بَابُ الدَّعْوَةِ فِي الْخِتَانِ) جبکہ اس کے برعکس حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی عاصؓ کو ختنہ کے موقع پر دعوت میں بلایا گیا تو انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ختنہ کے موقع پر دعوت میں نہیں جایا کرتے تھے اور نہ ہمیں اس دعوت میں بلایا جاتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند شامیین حَدِيثُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ)

فقہائے اربعہ کے نزدیک ولیمہ کی دعوت کے علاوہ ختنہ کی دعوت اور دوسری دعوتیں کرنا اور ان دعوتوں پر بلانا مستحب ہے کیونکہ ان میں کھانا کھلایا جاتا ہے، نیز اس قسم کی دعوتوں کو قبول کرنا بھی مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، فَصْلٌ : وَإِنْ عَلِمَ أَنَّ عِنْدَ أَهْلِ الْوَلِيمَةِ مُنْكَرًا، مَسْأَلَةٌ دَعْوَةُ الْخِتَانِ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں بھی ختنہ کی دعوتوں کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ بیعت اولیٰ سے پہلے کا ذکر ہے کہ میں قادیان میں تھا۔ فیض اللہ چک میں کوئی تقریب شادی یا ختنہ تھی۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مع چند خدام کے مدعو کیا گیا۔ ان کے اصرار پر حضرت صاحب نے دعوت قبول فرمائی۔ ہم دس بارہ آدمی حضورؑ کے ہمراہ فیض اللہ چک گئے۔ گاؤں کے قریب ہی پہنچے تھے کہ گانے بجانے کی آواز سنائی دی جو اس تقریب پر ہو رہا تھا۔ یہ آواز سنتے ہی حضورؑ لوٹ پڑے۔ فیض اللہ چک والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے آ کر بہت التجاء کی مگر حضورؑ نے منظور نہ فرمایا۔ اور واپس ہی چلے آئے۔ (سیرت المہدی جلد دوم، حصہ چہارم صفحہ 49، روایت نمبر 1053، مطبوعہ 2008ء)

اسی طرح حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادیؓ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے قادیان پہنچ کر اپنے مقدمات کا ذکر کیا کہ مخالفین نے جھوٹے مقدمات کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر میرا مکان چھین لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حافظ صاحب لوگ لڑکوں کی شادی اور ختنہ پر مکان برباد کر دیتے ہیں۔ آپ

کا مکان اگر خدا کے لیے گیا ہے تو جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس سے بہتر دیدے گا۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۴ صفحہ ۱۱۳۔ غیر مطبوعہ)

پس بچوں کے ختنہ کے موقع پر دعوت کرنا نہ لازمی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ممانعت بیان ہوئی ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص اس موقع پر اپنی خوشی کے اظہار کے لیے حسب استطاعت اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کھانا کھلا دیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی اسلامی تعلیمات کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں لیکن ایسی دعوتوں کو نہ تو واجب خیال کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی رسم کا رنگ دینا چاہیے۔

سوال: ملائیشیا سے ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ YouTube پر موجود فقہی مسائل کے ایک پروگرام میں نیت نماز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق نیت نماز کے کوئی الفاظ نہیں ہیں جنہیں تکبیر تحریمہ سے پہلے پڑھا جائے۔ جبکہ alislam.org کی ویب سائٹ پر نیت کے عنوان کے تحت إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ کی آیت درج کر کے لکھا گیا ہے کہ اسے نماز شروع کرنے سے پہلے پڑھا جائے۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ اس بارے میں راہنمائی کی درخواست ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۱ر جنوری ۲۰۲۳ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب: نیت نماز کے متعلق فقہی مسائل میں دیا جانے والا جواب درست ہے کہ نیت نماز کے کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جنہیں نماز سے پہلے دہرانا ضروری ہو۔ نیت کا تعلق انسان کے دل کیساتھ ہے۔ اور نماز کی نیت سے صرف اس قدر مراد ہے کہ انسان کے دل میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ کس وقت کی اور کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔ زبان سے الفاظ کو ادا کرنا یا نماز شروع کرنے سے پہلے نیت نماز کے طور پر قرآنی آیت إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (الانعام: 80) پڑھنا کسی نص سے ثابت نہیں۔ alislam.org کی ویب سائٹ پر بھی میں اس غلطی کی تصحیح کے لیے متعلقہ شعبہ کو ہدایت کر رہا ہوں۔

سوال: سری لنکا سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد ''آپ (حضرت ابوبکرؓ) کی قبر کو بھی نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرح ہموار بنایا گیا۔'' (سر الخلافہ) کے حوالے سے دریافت کیا ہے کہ ہموار سے کیا مراد ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ کی قبر کوہان کی طرح نہیں بنائی گئی، اس میں کیا حکمت ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 23 رجنوری 2023ء میں اس بارے میں درج ذیل ہدایات عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

جواب: اسلام کی رو سے قبر میت کو سپرد خاک کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی نمود و نمائش کو پسند نہیں کیا گیا۔ البتہ کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت قبر کی اطراف کو پختہ کرنے یا اس پر کمرہ یا قبہ وغیرہ تعمیر کرنے میں کوئی ہرج نہیں جیسا کہ آنحضور ﷺ کی قبر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں بنائی گئی اور حضرت عائشہؓ نے اس کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ حضور ﷺ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کی قبر حجرہ سے باہر بنائی جاتی۔ مگر اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں اسے سجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے۔ (آپ کی قبر حجرہ میں بنائی گئی) (صحیح بخاری کتاب الجنائز بَاب مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ)

اسلام نے چونکہ میت کے احترام کو بھی پیش نظر رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے، اس لیے قبر بناتے وقت قبر کو سطح زمین سے کچھ اونچا رکھا جاتا ہے تاکہ عام زمین اور قبر کا فرق واضح رہے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔ اسلام کے ابتدائی دور سے قبریں دو طرح سے بنائی جاتی رہی ہیں۔ ایک اس طرح پر کہ قبر کو سطح زمین سے کچھ اونچا کر کے اوپر سے ہموار کر دیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں قبر کو اوپر سے کوہان کی طرح کچھ اونچا کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کی قبریں دکھائیں تو حضرت عائشہؓ نے میری خاطر تینوں قبروں سے پردہ ایک طرف کر دیا۔ (یہ قبریں) نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ ہی زمین کے ساتھ برابر تھیں، بلکہ زمین سے قدرے اونچی تھیں اور سرخ میدان کی کنکریاں ان پر ڈالی گئی تھیں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجنائز بَاب فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ)

کتب احادیث اور تاریخ و سیرت سے پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما کی قبریں ابتدا میں جب بنائی گئیں تو زمین سے کچھ اونچی مگر اوپر سے ہموار تھیں۔ لیکن ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں جب حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی عمارت بوسیدہ ہو کر اس کی دیوار گر گئی۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز بَاب مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تو حجرہ کی مرمت کے ساتھ اس وقت قبروں کو اوپر سے کوہان نما کر دیا گیا۔ چنانچہ سفیان بن دینار تمار سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر دیکھی جو اونٹ کی کوہان کی طرح اونچی بنی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز بَاب مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ ان روایات کی تشریح میں لکھتے ہیں: ولید بن عبدالملک نے مدینہ کے امیر عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا کہ پرانی عمارت جو بوسیدہ ہو گئی ہے گرا کر قبریں درست کر دی جائیں۔ وہ زمین سے پیوست تھیں۔ ان کو زمین سے اٹھایا گیا..... جس قبر کے دیکھنے کا ذکر سفیان تمار نے کیا وہ نبی ﷺ کی وہی قبر ہے جو عمر بن عبدالعزیزؒ نے تجدید عمارت کے وقت اونچی کر کے بنوائی تھی۔ (ترجمہ و شرح صحیح بخاری جلد دوم صفحہ 774)

فقہائے اربعہ میں سے حنفی، مالکی اور حنبلی کوہان نما قبر بنانے کے قائل ہیں جبکہ شافعی مسلک ہے کہ قبر کو کوہان نما نہ بنایا جائے بلکہ اسے زمین سے ایک بالشت کے برابر اونچا رکھا جائے۔

کسی دکھاوے اور نمود و نمائش کی خاطر قبر کو بہت زیادہ اونچا کر دینا تا کہ اہل قبر کی بڑائی کا اظہار کیا جا سکے، اسلام نے اسے نہایت ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو ہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے نبی کریم ﷺ نے مجھے بھجوایا تھا؟ مجھے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کسی بھی مورتی کو مٹائے بغیر اور کسی بھی اونچی قبر کو برابر کیے بغیر مت چھوڑنا۔ (صحیح مسلم کتاب الجنائز بَاب الْأَمْرِ بِتَسْوِيَةِ الْقَبْرِ)

پس ہموار یا کوہان نما دونوں قسم کی قبریں اسلام میں رائج رہی ہیں۔ دونوں صورتوں میں قبر اوپر سے کسی قدر سطح زمین سے اونچی ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی قبر جب بنی تو وہ سطح زمین سے کچھ اونچی اور اوپر سے ہموار تھی اور اسی وقت کی شکل کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا ہے۔ بعد میں اسے کوہان نما کر دیا گیا۔ اب اس قبر کی شکل کیسی ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال: یوکے سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اس سوال پر مشتمل عریضہ تحریر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا ذکر ملتا ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ القرآن کلاس میں فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰؑ کے قتل ہونے کا ذکر نہیں ہے، صرف وفات کا ذکر ہے۔ اس بارے میں راہنمائی کی درخواست ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 31 رجنوری 2023ء میں اس کے بارے میں درج ذیل ہدایات عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

جواب: حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کے قتل کے بارے میں تاریخ و سیرت کی کتب میں اور علمائے سلف کے نظریات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قرآنی آیات سے استدلال اور احادیث کی تشریح کی روشنی میں جماعت احمدیہ میں بھی اس بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں میرا موقف یہ ہے کہ کسی بھی سلسلے کا پہلا اور آخری نبی یا وہ نبی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو کہ وہ اسے انسانوں کی دسترس سے بچائے گا، قتل نہیں ہو سکتے۔ ان کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے قتل نفس کوئی معیوب بات نہیں اور اس سے نبی کی شان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا کیونکہ قتل بھی شہادت ہوتی ہے۔ مگر ہاں ناکام قتل ہو جانا انبیاء کی شان کے خلاف ہے۔ پس جب ایک نبی اپنا کام پورا کر چکے تو پھر وہ طبعی طور پر فوت ہو یا کسی کے ہاتھ سے شہید ہو جائے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ کیونکہ کامیابی کی موت پر نہ کسی کو تعجب ہوتا ہے اور نہ دشمن کو خوشی ہوتی ہے۔

پس حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کسی سلسلہ کے پہلے اور آخری نبی نہیں تھے اور نہ ہی ان کے بارے میں خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا وعدہ مذکور ہے کہ وہ انہیں دشمن کے ہاتھ سے ضرور محفوظ رکھے گا۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ جب ان انبیاء کی شہادت ہوئی تو یقیناً وہ اپنی ان ذمہ داریوں کو کماحقہ ادا کر چکے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد فرمائی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد ارشادات سے آپ کا موقف بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام قتل ہوئے تھے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 88 کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

یعنی اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہوگئی کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آیا تو تم نے بعض کو ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 34)

اپنی عربی تصنیف حمامۃ البشریٰ میں آپ لکھتے ہیں: قتل کے ذریعہ مرنا اس (اللہ) کے انبیاء کے لیے کوئی نقص نہیں ہے، اور نہ ان کی کسرشان ہے اور نہ ہی ان کی عزت کے منافی ہے۔ اور کتنے ہی نبی ایسے ہیں جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے جیسے یحییٰ علیہ السلام اور ان کے والد۔ پس غور کر اور ہدایت یافتہ لوگوں کی راہ طلب کر اور گمراہوں کے ساتھ مت بیٹھ۔ (ترجمہ عربی عبارت از حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 255 حاشیہ)

ازالہ اوہام میں حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: ایسا ہی حضرت یحییٰ نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 110)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات کی روشنی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا موقف بھی یہی تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اس مسئلہ پر بحث اٹھی تھی جس پر آپؓ نے اس موضوع پر تین خطبات جمعہ ارشاد فرمائے، جن میں آپ نے اس بات کو ثابت کیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے یہ خطبات جمعہ مورخہ 26 راگست، 2 رستمبر اور 9 رستمبر 1938ء کے ارشاد فرمودہ ہیں اور خطبات محمود جلد 19 میں صفحہ 556 سے 669 پر موجود ہیں۔ وہاں سے ان خطبات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

باقی جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس القرآن میں بیان موقف کی بات ہے تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس موقف کو حتمی قرار نہیں دیا تھا، بلکہ فرمایا تھا کہ اس بارے میں مزید تحقیق ہونی چاہیے۔

چنانچہ میں نے اس معاملہ پر تحقیق کروائی ہے اور درست موقف وہی ہے جو میں نے اوپر بیان کر دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات میں بیان اس ارشاد کو بیان فرمایا تھا کہ ''صلیب چونکہ جرائم پیشہ کے واسطے ہے اس واسطے نبی کی شان سے بعید ہے کہ اسے بھی صلیب دی جاوے اس لئے توریت میں لکھا تھا کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے وہ ملعون ہے آتشک وغیرہ جو خبیث امراض خبیث لوگوں کو ہوتے ہیں اُس سے بھی انبیاء محفوظ رہتے ہیں نفس قتل انبیاء کے لیے معیوب نہیں ہے مگر کسی نبی کا قتل ہونا ثابت نہیں ہے جس آلہ سے خبیث قتل ہو اس آلہ سے نبی قتل نہیں ہوتا۔'' (اخبار البدر نمبر 12، جلد 2، مورخہ 10 راپریل 1903ء صفحہ 90 تا 91۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ 356، مطبوعہ 2046ء)

اس حوالے میں بھی دراصل حضور علیہ السلام نبیوں کے قتل ہونے کی مناہی نہیں فرما رہے بلکہ صلیب پر مارے جانے، کسی خبیث مرض میں مبتلا ہو کر مرنے اور کسی ایسے خبیث آلہ سے قتل ہونے کی مناہی فرما رہے ہیں جس آلہ سے خبیث لوگ قتل ہوتے ہیں۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 15 جون 2024ء)

......☆......☆......☆......

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8 / اپریل 2024ء بروز سوموار 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرم سفیر احمد قریشی صاحب (ریٹائرڈ مربی سلسلہ۔ برمنگھم یوکے)

5 / اپریل 2024ء کو 68 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مکرم قریشی نذیر احمد صاحب (ڈرائیور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) کے بیٹے تھے۔ مرحوم 1980ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد میدان عمل میں آئے اور پاکستان میں ملتان، کوئٹہ، جھنگ اور ربوہ میں بطور مربی سلسلہ خدمت کی توفیق پائی۔ نظارت علیاء صدر انجمن احمدیہ میں بھی خدمت بجالاتے رہے۔ مرحوم کو ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مقامی اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ برمنگھم آنے کے بعد مسجد دارالبرکات کی ہومیو پیتھی ڈسپنسری میں خدمت کر رہے تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلافت کے ساتھ عقیدت کا گہرا تعلق رکھنے والے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور 2 بیٹے شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عزیز احمد باجوہ صاحب مرحوم (جرمنی)

یکم مارچ 2024ء کو 74 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، مہمان نواز، ہمدرد، ملنسار، ایک مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیوں کے علاوہ 8 پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم لقمان احمد کشور صاحب (انچارج شعبہ وقف نو مرکزیہ) کی خالہ تھیں۔

(2) مکرم رانا اسد اللہ خان صاحب ابن مکرم محمد عبداللہ خان صاحب (سیالکوٹ)

23 / جولائی 2023ء کو 73 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم نے مقامی سطح پر زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، شریف النفس، غریبوں کی مدد کرنے والے، دیندار، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(3) مکرمہ طلعت مبشر صاحبہ بنت مکرم چودھری نبی احمد صاحب (نفیس نگر ضلع میر پور خاص)

یکم اگست 2023ء کو 86 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ نے مقامی سطح پر صدر لجنہ اور سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ بچوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی اور ہمیشہ انہیں خلافت سے جوڑے رکھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(4) مکرم تنویر احمد صاحب ابن مکرم نذیر احمد صاحب (ماڈل ٹاؤن سیالکوٹ شہر)

22 / اگست 2023ء کو 64 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ لمبا عرصہ مسجد مبارک سیالکوٹ شہر میں امامت کرواتے رہے۔ دینی علم بہت اچھا تھا۔ تہجد اور پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے۔ حضور کے خطبات سننے، اجلاسات میں شامل ہونے اور صحبت صالحین اختیار کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی چندوں کی رسید کٹوا لیا کرتے تھے۔ خدمت خلق کے لیے ہمیشہ تیار رہتے۔ محکمہ صحت کے ساتھ منسلک تھے اور بہت سے مریضوں کا علاج اور ادویات مفت دیا کرتے تھے۔ مرحوم اچھے اخلاق کے مالک تھے اور مخالفت کے باوجود غیر از جماعت لوگ بھی ان کے اخلاق سے بہت متاثر تھے۔

(5) مکرم مرزا مختار احمد صاحب ابن مکرم مرزا ممتاز احمد صاحب (سرگودھا)

5 / اکتوبر 2023ء کو 55 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مقامی جماعت میں سیکرٹری مال اور منتظم مال کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، مہمان نواز، ہمدرد، شفیق، ایماندار، مخلص اور نیک انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(6) مکرم ناصر احمد صاحب وینس ابن مکرم چودھری عبدالحمید صاحب وینس (سابق کارکن دارالضیافت ربوہ)

28 / مارچ 2024ء کو 70 سال کی عمر میں ربوہ میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم نے تمام عمر نہایت محنت اور جانفشانی سے بسر کی۔ دارالضیافت میں کارکن کے طور پر دن رات سچی لگن اور اخلاص سے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کرتے رہے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم لقمان احمد کشور صاحب (انچارج شعبہ وقف نو مرکزیہ) کے چچا تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

هم حسینی بنیں احمدؐ کے جلو میں رہکر
خدمت دیں میں کٹے سال و مہینہ یارو

پیغام کربلا

نصر الحق نصر، نیپالی، معلم وقف جدید ارشاد

جب بھی آتا ہے محرم کا مہینہ یارو
درد میں ڈوب ہی جاتا ہے یہ سینہ یارو

قافلہ لٹ گیا اور بے سر و ساماں بھی ہوئے
پھر بھی درپیش رہا فکر مدینہ یارو

کس لئے خون بہایا گیا معصوموں کا
ظلم کے واسطے کیا وجہ و قرینہ یارو

نام سے مسلم تھے پر عاقبت اندیش نہ تھے
دل میں تھا آلِ محمدؐ سے بھی کینہ یارو

اِس طرف آلِ محمدؐ پہ تھا پانی بھی حرام
اُس طرف چلتا رہا ساغر و مینا یارو

ایسا منظر نہ کبھی چشمِ فلک نے دیکھا
اشک میں ڈوب گیا دل کا سفینہ یارو

باری باری رہِ مولیٰ میں فدا ہوتے گئے
کربلا میں سبھی اک ایک نگینہ یارو

اے یزید تجھے کیوں رحم نہ آیا ظالم
کیسے ہو مجھ سے بیاں دردِ سکینہ یارو

ہم بھی چل کر پسِ اقدام امام حسین
دین کے نام کریں روز و شبینہ یارو

ہم حسینی بنیں احمدؐ کے جلو میں رہکر
خدمت دیں میں کٹے سال و مہینہ یارو

پھر کوئی ظالم و جابر نہ مسلط ہو نصرؔ
لوٹ لے جائے جو دیں کا خزینہ یارو

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اِس صدی کا بیسواں اب سال ہے ❁ شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے ❁ افترا کی کب تلک بنیاد ہے

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers

جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز

چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

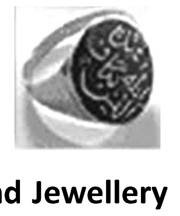

Shivala Chowk Qadian (India)

Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,

E-mail: jk_jewellers@yahoo.com

Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery

غزوہ بنونضیر اور اس کے نتیجے میں ہونے والی بنونضیر کی جلاوطنی کا تفصیلی بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 28/جون 2024 بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت خاتم النبیینؐ میں بنونضیر کے قلعہ بند ہونے کے متعلق کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب آنحضرت ﷺ بنونضیر کے ایک قلعے کی طرف روانہ ہوئے تو آپؐ نے اپنے پیچھے مدینہ کی آبادی میں ابن مکتومؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا اور خود صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکل کر بنونضیر کی بستی کا محاصرہ کرلیا اور بنونضیر اس زمانہ کے طریقِ جنگ کے مطابق قلعہ بند ہوگئے۔ غالباً اسی موقعہ پر عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول اور دوسرے منافقین مدینہ نے بنونضیر کے رؤساء کو یہ کہلا بھیجا کہ تم مسلمانوں سے ہرگز نہ دبنا، ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور تمہاری طرف سے لڑیں گے لیکن جب عملاً جنگ شروع ہوئی تو بنونضیر کی توقعات کے خلاف ان منافقین کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ کھلم کھلا آنحضرت ﷺ کے خلاف میدان میں آئیں اور نہ بنوقریظہ کو یہ ہمت پڑی کہ مسلمانوں کے خلاف میدان میں آکر بنونضیر کی برملا مدد کریں۔ گو دل میں وہ ان کے ساتھ تھے اور درپردہ ان کی امداد بھی کرتے تھے جس کا مسلمانوں کو علم ہوگیا تھا۔ بہرحال بنونضیر کھلے میدان میں مسلمانوں کے مقابل پر نہیں نکلے اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے، لیکن چونکہ ان کے قلعے اس زمانہ کے لحاظ سے بہت مضبوط تھے اس لئے ان کو اطمینان تھا کہ مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اور آخر خود تنگ آکر محاصرہ چھوڑ جائیں گے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ کے حالات کے ماتحت ایسے قلعوں کا فتح کرنا واقعی ایک بہت مشکل اور پُر از مشقت کام تھا اور ایک بڑا طویل محاصرہ چاہتا تھا۔

سوال: بنونضیر کا محاصرہ کتنے دن تک رہا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: یہ محاصرہ چھ دن اور ایک روایت کے مطابق پندرہ دن تک رہا۔ اس کے علاوہ بیس اور تیئیس دنوں کے اقوال بھی مروی ہیں۔ یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ بیس دن یا تیئیس دن بھی رہا۔

سوال: دوران محاصرہ رسول کریم ﷺ نے چند درخت کاٹنے اور جلانے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: دورانِ محاصرہ رسول اللہ ﷺ نے چند درخت کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ چونکہ یہود قلعوں کی فصیلوں سے تیر اور پتھر برسا رہے تھے اور یہ درخت ان کے لیے دفاعی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی کمین گاہ کا کام دے رہے تھے یعنی کہ یہ درخت چھپنے کی جگہ بن رہے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ابولیلیٰ مَازِنِی اور عبداللہ بن سلام کو وہ درخت جلانے کی ذمہ داری سونپی۔

سوال: رسول کریم ﷺ نے کس قسم کے درخت جلانے کا حکم دیا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: گھٹیا قسم کی کھجوروں کو جلایا گیا۔ اس کی تفصیل مَیں آگے بیان کروں گا۔ بہرحال روایت میں لکھا ہے کہ حضرت ابولیلیٰ کہنے لگے کہ یہ درخت ان کا قیمتی سرمایہ ہیں یہ جلانے سے انہیں زیادہ رنج ہوگا۔ یہودیوں کو اس کا رنج ہوگا کیونکہ یہ ان کا سرمایہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اللہ ان کے اموال کو نبی کریم ﷺ کے لیے مال غنیمت بنائے گا۔ عبداللہ بن سلام کے اس فقرے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عجوہ کھجور کے درخت جو کارآمد درخت تھے وہ نہیں جلائے گئے تھے دوسرے درخت جلائے گئے تھے۔

سوال: حضرت بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی تفصیل میں کیا بیان فرمایا ہے؟

جواب: مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ بنونضیر کے ان کھجوروں کے درختوں میں سے جو قلعوں کے باہر تھے بعض درخت کاٹ دئے جائیں۔ یہ درخت جو کاٹے گئے لِیۡنَہ قسم کی کھجور کے درخت تھے۔ جو ایک ادنیٰ قسم کی کھجور تھی جس کا پھل عموماً انسانوں کے کھانے کے کام نہیں آتا تھا اور اس حکم میں منشاء یہ تھا کہ تا ان درختوں کو کٹتا دیکھ کر بنونضیر مرعوب ہوجائیں اور اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیں اور اس طرح چند درختوں کے نقصان سے بہت سی انسانی جانوں کا نقصان اور ملک کا فتنہ وفساد رک جائے۔

سوال: یہود کی بے بسی اور ان کی خود جلاوطنی کی درخواست کرنے کے بارہ میں کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: مسلمانوں نے اس قبیلے کے یہود کے درخت جلا کر انہیں مزید گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب بھر دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ ہمیں پُرامن جلاوطنی کا موقع دیں۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی اور حکم دیا کہ مدینہ سے نکل جاؤ۔ تمہاری جانیں محفوظ رہیں گی۔ تمہارے اونٹ جو سامان اٹھا سکیں وہ بھی لے جاؤ سوائے اسلحہ کے۔

سوال: یہود کی جلاوطنی کی کیفیت کے بارے حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: یہود کی جلاوطنی کی کیفیت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہود نے جلاوطنی کے وقت اپنے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ اپنا وہ سامان بھی لاد لیا جو اونٹ لے جاسکتے تھے۔ صرف ہتھیار چھوڑ دیے۔ ان کے ساتھ کل ملا کر چھ سو اونٹ تھے۔ ہر شخص خود اپنا مکان گرا کر اس کی لکڑی جیسے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ تک نکال کر اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مکانوں کے ستون اور چھتیں تک توڑ ڈالیں۔ کواڑ، تختے جو دروازے تھے یہاں تک کہ ان کی چولیں چوگاٹھیں تک نکال لیں اور محض حسد اور جلن میں اپنے مکانوں کی دیواریں تک منہدم کردیں تاکہ وہ اس قابل نہ رہیں کہ ان کے جلاوطن ہونے کے بعد ان مکانوں کو مسلمان آباد کرسکیں۔

سوال: بنونضیر کے ساتھ انصار کے بیٹوں کے جانے کے بارے میں حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: بنونضیر کے یہود کے ساتھ انصار کے بیٹوں کے جانے کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ بنونضیر میں سے کچھ لوگ مدینہ سے نکل کر شام کے علاقے اَذْرِعَات کی طرف چلے گئے۔ ان یہود میں کچھ انصاری مسلمانوں کے بیٹے بھی تھے جن کی وجہ یہ تھی کہ اگر کسی انصاری عورت کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی تو اسلام لانے سے پہلے ان میں یہ دستور تھا کہ وہ عورت یہ منت مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی۔ چنانچہ ایسے کئی لوگ تھے جو انصار کے بیٹے تھے مگر وہ یہودی بنا دیے گئے تھے۔ جب بنونضیر کے لوگ جلا وطن ہونے لگے تو ان لڑکوں کے باپوں نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو ان کے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے یہ وحی نازل فرمائی۔ سیرت الحلبیہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرہ:257) کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔

سوال: بنونضیر سے حاصل ہونے والے مال کے بارے میں حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: قبیلہ بنونضیر کے کوچ کرنے کے بعد ان کا اسلحہ، باغات، زمینیں اور مکانات رسول اللہ ﷺ نے اپنے قبضہ میں لے لیے۔ ہتھیاروں میں پچاس خود، پچاسی زرہیں اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ یہ مسلمانوں کو ملنے والا پہلا مالِ فَے تھا۔ مالِ فَے وہ ہوتا ہے جو کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہوجائے۔ اس مال میں سے مالِ غنیمت کی طرح خمس نہیں نکالا جاتا بلکہ سارے کا سارا مال رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تھا تاکہ آپ ﷺ جہاں چاہیں اسے صرف فرمائیں۔ بنونضیر سے لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا رعب و دبدبہ ان کے دلوں پر طاری کردیا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے مال کا وارث بنا دیا۔ یہ مالِ فَے تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے تمام ساز و سامان کو مسلمانوں میں تقسیم کردیا تاکہ وہ اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کریں۔

......☆......☆......☆......

> ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے
> اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے
> تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپؐ کے ظہور سے وہ تاریکی نُور سے بدل گئی۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 03/مارچ 2006 بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: ڈنمارک کے اخبار میں جو لغو اور بیہودہ خاکے بنائے گئے اس سے دنیا میں کیا ہوا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ڈنمارک کے اخبار میں جو لغو اور بیہودہ خاکے بنائے گئے تھے اور پھر دوسری دنیا میں بھی بنائے تھے، ان کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک انتہائی غم و غصے کی لہر پیدا ہوئی ہوئی ہے۔ ہڑتالیں ہو رہی ہیں، جلوس نکالے جارہے ہیں۔

سوال: ڈنمارک کے خفیہ ادارے کے ایک ذمہ دار افسر نے کارٹون ایشو پر گفتگو کرتے ہوئے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: کوپن ہیگن کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ انکے رپورٹر ہیں ڈاکٹر جاوید کنول صاحب، وہ کہتے ہیں کہ ”ڈنمارک کے خفیہ ادارے کے ایک ذمہ دار افسر نے اپنا نام اور عہدہ صیغہ راز میں رکھنے کی شرط پر کارٹون ایشو پر گفتگو کرتے ہوئے جنگ اخبار کو بتایا کہ ستمبر 2005ء میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ ڈنمارک میں ہوا جس میں قادیانیوں کے مرکزی ذمہ داران نے شرکت کی، اس موقع پر قادیانیوں کے ایک وفد نے ایک ڈینش وزیر سے ملاقات کے دوران جہاد کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ وہی اسلام کی حقیقی تعلیمات کے علمبردار ہیں“۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے، ہم نے انہیں خاص طور پر تو نہیں بتایا مگر ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ جماعت احمدیہ ہی اسلام کی حقیقی تعلیمات کی علمبردار ہے۔ ان کے نبی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔ ٹھیک ہے لیکن شرائط کے ساتھ منسوخ قرار دے دیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی احکامات (نعوذ باللہ) تبدیل کر دیئے ہیں۔ یہ سراسر اتہام اور الزام ہے۔ ’اس لئے‘ (آگے ذرا دیکھیں اس کی شرارت) کہ محمد ﷺ کی تعلیمات اور ان کا عہد ختم ہو چکا ہے۔

سوال: حضور انور نے اس کے جواب میں کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ الزام لگایا ہے کہ جماعت کا ستمبر میں جلسہ ہوا۔ جماعت احمدیہ کا گزشتہ سال کا جلسہ ستمبر میں تو وہاں ہوا ہی نہیں تھا۔ میرے جانے کی وجہ سے سکنڈے نیوین ممالک کا اکٹھا جلسہ ہوا تھا اور وہ سویڈن میں ہوا تھا۔ اور ایم ٹی اے پر ساروں نے دیکھا کہ کیا ہم نے باتیں کیں اور کیا نہیں کیں۔ ڈنمارک میں میرے جانے پر ایک ہوٹل میں ایک ریسیپشن (Reception) ہوئی تھی جس میں کچھ اخباری نمائندے، پریس کے نمائندے بھی تھے اور دوسرے پڑھے لکھے دوست بھی اس میں تھے۔ سرکاری افسران بھی تھے، ایک وزیر صاحبہ بھی آئی ہوئی تھیں اور وہاں قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اسلام کی خوبصورت اور امن پسند تعلیم کا ذکر ہوا تھا۔ اور جو کچھ بھی وہاں کہا گیا تھا وہ صاف

تھا، کھلا تھا۔ کوئی چھپ کے بات نہیں ہوئی تھی اور اخباروں نے وہاں شائع بھی کیا تھا بلکہ تھوڑا سا انکے ٹی وی پروگرام میں بھی آیا تھا۔ اور کوئی علیحدہ ملاقات نہیں تھی اور وہی جو ریسیپشن میں میری تقریر تھی میرے خیال میں ایم ٹی اے نے بھی دکھا دی ہے۔ نہیں دکھائی تو اب دکھا دیں۔ بہرحال یہ ٹھیک ہے کہ شاید وہاں تقریر میں ہی ان لکھنے والے صاحب کی طرح لوگوں کا ذکر ہوا ہو کہ یہ چند لوگ ہیں جو اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں ورنہ مسلمان اکثریت اس طرح کے جہاد اور دہشت گردی کو ناپسند کرتی ہے۔ بہرحال ہماری طرف منسوب کر کے بہت بڑا جھوٹ بولا گیا ہے۔ شاید کوئی جھوٹا ترین شخص بھی یہ بات کہتے ہوئے کچھ سوچے کیونکہ آج کل تو ہر چیز ریکارڈ ہوتی ہے۔ اور ان صاحب کے بقول اردو انگریزی اور ڈینش میں ویڈیو ٹیپ بھی موجود ہیں۔ تو اگر سچے ہیں تو یہ ٹیپیں دکھا دیں، ہمیں بھی دکھا دیں۔

سوال: کس چیز کی محبت نے بانئ اسلام کے دفاع کیلئے آمادہ کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے عشق رسول ﷺ ان لوگوں سے لاکھوں کروڑوں حصے زیادہ ہے جو ہم پر اس قسم کے اتہام اور الزام لگاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہمارے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی اس خوبصورت تعلیم کی وجہ سے ہے جس کی تصویر کشی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ جس کو خوبصورت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دکھایا ہے۔ کوئی بھی احمدی کبھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام آنحضرت ﷺ سے زیادہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو آنحضرت ﷺ کے عشق میں یہ حال تھا کہ حسّان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ کر آپؑ کی آنکھیں آنسو بہایا کرتی تھیں۔ وہ شعر یہ ہے کہ:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرِ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرِ

تُو تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو تیرے وفات پا جانے کے بعد اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے، مجھے تو صرف تیری موت کا خوف تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے تھے کہ کاش یہ شعر مَیں نے کہا ہوتا۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بانیٔ اسلام کی شان میں کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمارے نبی ﷺ اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپؐ کے ظہور سے وہ تاریکی نُور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے، آپؐ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جن کی نظیر دنیا کے کسی حصے میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت ﷺ کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانے میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپؐ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی آداب سکھلائے۔ جو وحشی قوم تھی اور جانوروں کی طرح زندگی گزارنے والے تھے ان کو انسانی آداب سکھلائے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کے مقام کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی و جسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسان کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسان کامل برطبق آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (النساء 59:) اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنی اس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے۔

سوال: ہمارے مذہب کا خلاصہ کیا ہے؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔ مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔

سوال: ہمارے نبی ﷺ اور آپؐ کے بزرگ صحابہ نے لڑائیاں کیوں کیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ہمارے نبی ﷺ اور آپؐ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملے سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔ مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے۔ اور مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے۔

......☆......☆......☆......

بقیہ سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم از صفحہ نمبر 13

بقیہ سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم از صفحہ نمبر 13

یکم جنوری 1903 کو صبح کی سیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: ’’آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا ’’حجۃ اللہ‘‘ اس کے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ کیونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجت اللہ رکھا یعنی آپ ان پر حجت ہوں گے۔ آپ نے متعدد مواقع پر مالی قربانی کی مختلف تحریکات میں حصہ لیا، اعانت فرمائی اور عمارتوں کی مرمت اور توسیع کے لئے گاہ بگاہے رقم مہیا کی۔ جن میں مدرسہ احمدیہ، منارۃ المسیح اور مرکزی لائبریری وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے قادیان میں بہت سے رفاہ عامہ کے کام سرانجام دئے۔ سڑکوں کو ہموار بنوایا اور پختہ نالیاں بنوائیں نیز مریضوں کی امداد کے لیے ایک معقول رقم پیش کی۔ ان کے علاوہ سلسلہ کے پہلے اخبار الحکم کی اعانت دارالضعفاء کے لیے زمین اور الفضل کے اجراء میں اعانت بھی آپ کی مالی قربانیوں کی اعلی مثالیں ہیں۔

الفضل کے اجرا کے لیے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لیے دی۔ نیز اپنے مکان کی نچلی منزل بھی دی۔ مقبرہ کے انتظام کے لیے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ جنوری 1906 میں جب صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا، اس کے ممبران میں حضرت نواب صاحبؓ بھی تھے۔ آپ کو 1900 سے 1918 تک مختلف عہدوں پر سلسلہ کی خدمت کا موقع ملا۔ قیام صدر انجمن احمدیہ سے قبل 6 جنوری سے پانچ دسمبر 1902 تک پہلے آپ میگزین ریویو کے اسسٹنٹ فنانشل سیکرٹری اور پھر فنانشل سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1909 میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے امین مقرر ہوئے۔ 1911 میں آپ صدر انجمن کی طرف سے ناظر مقرر ہوئے۔ 1915 اور 1916 دو سال تک حضرت نواب صاحب صدر انجمن احمدیہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہے۔

حضرت نواب صاحبؓ ادب اور حفظ مراتب کے بے حد پابند تھے اور اکثر اپنی اولاد اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔

آپ اپنے بڑے بھائیوں، بزرگان صحابہ کرام اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے حد درجہ احترام کا جذبہ رکھتے تھے۔ حضرت نواب صاحب صبر و استقامت کے اعلی مقام پر فائز تھے۔ جن حالات میں آپ نے احمدیت قبول کی اور شجاعت سے اس کا اظہار کیا یہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔ آپ حد درجہ کے عفت پسند اور زمانہ کے مفاسد کے باعث پردہ کے حد درجہ پابندی کے حامی تھے۔ نمازوں وروزہ کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم، دیگر مشاغل دینیہ میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ آپ معمولاً شب بیدار اور تہجد گزار تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اس بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

’’رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ خدا تعالی کا نور کمرہ میں نازل ہو رہا ہے۔‘‘

حضرت نواب صاحب صبح کی نماز سے قبل قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید ایک سمندر ہے جو کوئی بھی اس بحر میں غوطہ زنی کرے گا خالی ہاتھ نہ لوٹے گا۔ حضرت نواب صاحب معمولاً ڈائری لکھنے کا التزام نہ فرماتے لیکن جتنے عرصہ ڈائری آپ نے لکھی ہے اس سے آپ کی سیرت وشمائل کا ایک قیمتی حصہ خود آپ کے قلم سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

10 فروری 1945 کو بعمر 75 سال حضرت نواب صاحبؓ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ کے جنازہ کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ نے کندھا دیا۔ بہشتی مقبرہ قادیان سے متصل باغ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین احاطہ خاص میں ہوئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ خدا تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اپنے قرب میں خاص مقام عطا فرمائے۔ آمین

سامعین کرام! سیدنا حضرت عثمان غنیؓ صحابی حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات آپ نے سنے۔ ان واقعات سے ’’وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ‘‘ کی اصل تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ دونوں کی سیرتوں کے واقعات میں کس قدر مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ حضرت اقدس کے یہ اشعار کس قدر صداقت پر مبنی ہیں کہ:

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آج بھی دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے دعاؤں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 / اگست 2018ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

وصـــایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر11798: میں فرحت جہاں زوجہ مکرم مولوی اسماعیل خان صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 35 سال پیدائشی احمدی ساکن محمود آباد کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 9 مئی 2024 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ایک عدد گلے کی چین، ایک جوڑی کان کے کانٹے، ایک عدد انگوٹھی، دو عدد ناک کے پھول (تمام زیورات 20 گرام 22 کیریٹ) حق مہر 5525 روپے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : اسماعیل احمد خان　　الامۃ : فرحت جہاں　　گواہ : شبیر الدین خان

مسل نمبر11799: میں باصل احمد ولد مکرم گلزار خان صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 21 سال پیدائشی احمدی ساکن محمود آباد کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 6 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : گلزار خان　　العبد : باصل احمد خان　　گواہ : شیخ ادریس

مسل نمبر11800: میں خواجہ شوکت ولد مکرم بشیر الدین خان صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 21 سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارالبرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : سلیمان خان　　العبد : خواجہ شوکت　　گواہ : محمد فضل عمر

مسل نمبر11801: میں مدثر احمد خان ولد مکرم صدیق خان صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 22 سال پیدائشی احمدی ساکن دارالفضل کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 7 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : شیخ اظہر الدین　　العبد : مدثر احمد خان　　گواہ : محمد فضل عمر

مسل نمبر11802: میں شیخ اظہر الدین ولد مکرم شیخ رضاء الدین صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 23 سال پیدائشی احمدی ساکن دارالسلام کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 7 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : محمد اسامہ　　العبد : شیخ اظہر الدین　　گواہ : محمد فضل عمر

مسل نمبر11803: میں تسلیم احمد ولد مکرم حلیم احمد صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 18 سال پیدائشی احمدی ساکن دارالبرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 200 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : منور احمد　　العبد : تسلیم احمد　　گواہ : ظفر اللہ خان

مسل نمبر11804: میں شکور الدین خان ولد مکرم ظہور الدین خان صاحب قوم احمدی مسلمان تلاش روزگار عمر 21 سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارلسلام کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از خورونوش ماہوار -/2,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : محمد فضل عمر　　العبد : شکور الدین خان　　گواہ : سعید محمد

مسل نمبر11805: میں عبد السلیم خان ولد مکرم لطیف الرحمٰن خان صاحب مرحوم قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 49 سال پیدائشی احمدی ساکن دارالفضل محلہ کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ والد صاحب کا ترکہ 63 ڈسمل گھڑ باڑی پلاٹ جس میں ہم دو بھائی اور چار بہنیں شرعی حصہ دار ہیں۔ جسکی موجودہ قیمت -/8,00,000 روپے ہے (پلاٹ کا کھاتہ نمبر 537 پلاٹ نمبر 1098 اور 1100 ہے) خاکسار کا ایک مکان ہے جس کی قیمت -/2,00,000 ہے۔ یہ مکان مندرجہ بالا پلاٹ پر تعمیر شدہ ہے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہوار -/3,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : محمد فضل عمر　　العبد : عبد السلیم خان　　گواہ : شبیر احمد خان

مسل نمبر11806: میں صغیر احمد خان ولد مکرم مبارک احمد خان صاحب مرحوم قوم احمدی مسلمان پیشہ پرائیویٹ ملازمت عمر 46 سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارلفضل کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ والد صاحب مرحوم کا ترکہ گھر باڑی رقبہ 8 گنٹھ جسکی قیمت -/16,00,000 روپے ہے۔ (کھاتہ نمبر 738/74 پلاٹ 1576/2088 موجا کیرنگ نزد سرکاری ہسپتال) اس جائداد کے ہم تین بھائی اور ایک بہن شرعی حصہ دار ہیں۔ والد صاحب مرحوم کے مندرجہ بالا پلاٹ پر خاکسار کا ایک مکان ہے جس کی موجودہ قیمت 2 لاکھ ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/12,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : محمد فضل عمر　　العبد : صغیر احمد خان　　گواہ : ظفر اللہ خان

مسل نمبر11807: میں شیخ عطاء الرحمٰن ولد مکرم شیخ عبد الرحمٰن صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ پرائیویٹ ٹیوشن عمر 27 سال پیدائشی احمدی ساکن دارالبرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8 مئی 2024 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ٹیوشن ماہوار -/3,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : کاشف لطیف　　العبد : شیخ عطاء الرحمٰن　　گواہ : سعید محمد

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان — Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516
Postal Reg. No. GDP/001/2023-25 Vol. 73 Thursday 01-08 August 2024 - Issue. 31-32

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

جلسہ سالانہ یُوکے منعقدہ 26 تا 28 جولائی 2024 کی مختصر رپورٹ

خدا تعالیٰ کی پہچان کروانے، دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کروانے کے لئے
ہر احمدی کو اپنی تمام تر استعدادیں بروئے کار لاتے ہوئے اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے
جب ہمارے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کی دعائیں عرش تک جائیں گی
تب ہی ہم دنیا میں انقلاب لانے والے بن سکیں گے، دشمن سے بچ سکیں گے، فتوحات کے نظارے دیکھیں گے
یہ عہد کریں اور اس کیلئے اِن دنوں میں دعائیں بھی کریں کہ ہم اُسوقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک دنیا میں خدا تعالیٰ کی حکومت قائم نہ کر دیں

افتتاحی خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آپ جن کے ہاتھوں میں مستقبل کی نسلوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہے، آپ کا کام ہے کہ
نمازوں کی حفاظت کریں اور اپنے نمونے قائم کرتے ہوئے اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور ان کو عبادت کرنے والا بنائیں
اگر ماں یا باپ یا ان میں سے کوئی ایک اپنے نمونے قائم کرکے تربیت نہیں کر رہا اور بچوں کیلئے دعا نہیں کر رہا تو بچوں کے بگڑنیکے امکانات زیادہ ہوجاتے ہیں
احمدی بچیاں اپنی عصمت، عزت، اپنے خاندان کے وقار اور اپنی جماعت کے تقدس کو مدنظر رکھتے ہوئے
اپنے خدا کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے انٹرنیٹ کے ناجائز اور غلط استعمال سے اور لغویات سے بچیں
اسلام حیا کا حکم دیتا ہے پس اپنی حیا کا خیال رکھیں، اپنے سروں، چہروں، جسم کو ڈھانپ کر رکھیں، کوئی زینت کی چیز نظر نہ آئے
ہر عورت ہر بچی یہ کوشش کرے کہ پوری دنیا کو متاثر کرنا ہے، دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قدموں میں لے کر آنا ہے
ہم نے دنیا میں انقلاب لانا ہے، دنیا کو سیدھی راہ دکھانی ہے، دنیا کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والا بنانا ہے، دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مستورات سے خطاب

ایک نئے ملک 'تائیوان' میں احمدیت کے نفوذ کے ساتھ 214 ملکوں میں احمدیت کا قیام ❁ امسال ابتک بیعت کرنیوالوں کی تعداد دو لاکھ اڑتیس ہزار پانچ سو اکسٹھ ❁ 384 نئی جماعتوں کا قیام ❁ 908 مقامات پر احمدیت کا پودا لگا ❁ 78 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ❁ واقفین نو کی کل تعداد تراسی ہزار پچپن

جماعتی ترقیات پر مشتمل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا دوسرے دن بعد دوپہر کا خطاب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہی یہی ہے کہ مَیں نے جو کچھ بھی پایا ہے وہ محمد ﷺ کے وسیلے سے پایا ہے
آنحضرت ﷺ کی دس روزہ پیروی سے وہ روشنی ملتی ہے جو اس سے پہلے دس ہزار برس کے مجاہدے سے بھی ممکن نہیں
یہ عجیب ظلم ہے کہ نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے حالانکہ زندہ ہونے کی علامات
آنحضرت ﷺ کے وجود میں پاتا ہوں، وہ خدا جسے دنیا نہیں جانتی ہم نے اس خدا کو اس نبی کے ذریعے سے دیکھ لیا
اپنی زبانوں کو ہمیشہ درود سے تر رکھیں، یہاں سے جائیں تو عشق رسول ﷺ پہلے سے بڑھ کر قائم کریں
درود شریف کی حقیقت اور اس کے پڑھنے کی ضرورت کے بارے میں پہلے سے زیادہ توجہ دیں

اختتامی خطاب سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 26 جولائی بروز جمعہ

گزشتہ چند سالوں سے جلسہ سالانہ یُوکے پوری دُنیا میں اجتماعی طور پر ایک جگہ اکٹھا ہوکر بڑے اہتمام اور ذوق وشوق کے ساتھ سننے کا سلسلہ شروع ہوا اور اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعہ یہ دوطرفہ نظارے پورے جلسہ کے دوران دکھائے جاتے رہے یعنی دور دراز ملکوں کے احمدیوں کو جلسہ سنتے دیکھ رہے تھے جو بہت ہی ایمان افروز ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ :

"مَیں تیرے تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

قادیان دارالامان میں اس سال بھی مسجد اقصیٰ میں جلسہ سالانہ یُوکے اجتماعی رنگ میں اکٹھا ہوکر سننے کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے لئے کثیر تعداد میں کرسیاں بچھائی گئیں، بڑی اسکرین لگائی گئی اور ہال کو خوبصورت سجایا گیا۔ حضور کی آمد اور پرچم کشائی سے قبل ہال پوری طرح بھر گیا تھا اور سب اپنی اپنی نشست پر بیٹھ چکے تھے اور حضور کی آمد کے منتظر تھے اور ایم ٹی اے پر چل رہے Live پروگرام سے استفادہ فرما رہے تھے۔

ہندوستان وقت کے مطابق رات 9 بجے کے قریب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پرچم کشائی کے لئے تشریف لائے۔ پرچم کشائی کی اور اجتماعی دعا کروائی۔ بعدہٗ حضور انور جلسہ گاہ کے اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔

باقی صفحہ 25 پر ملاحظہ فرمائیں

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad